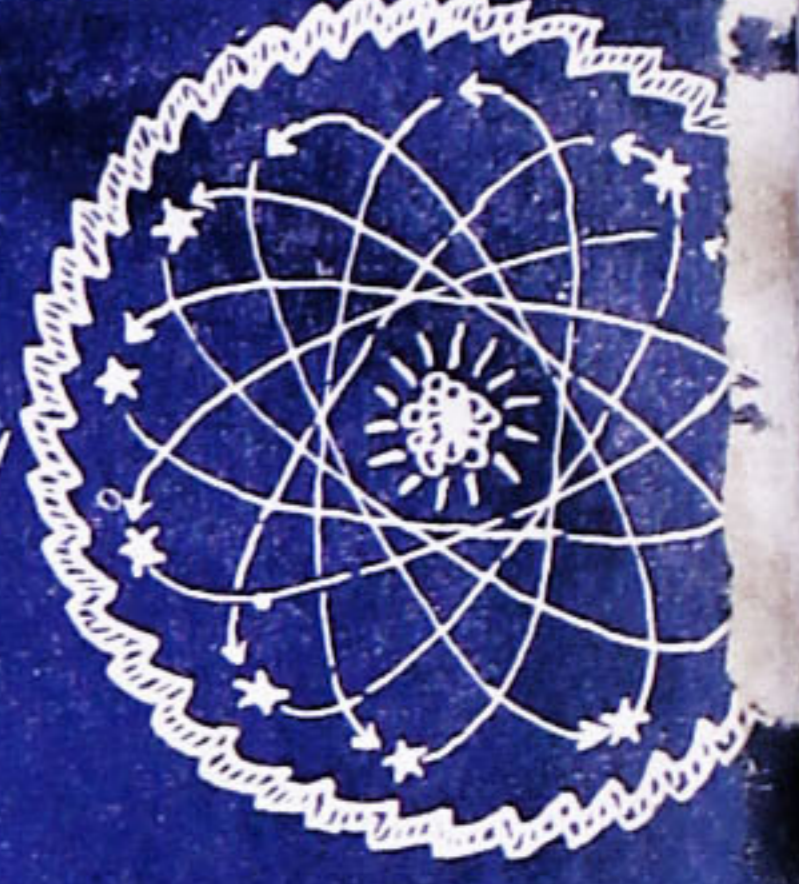


وَمِنْ سُوْرَةِ الْحِكْمَةِ فَقَدْ أُوتِيَ الْكُتُبَ الْكَثِيْرَةَ

حسن کو خدا کی طرف سے سائیں عطا کی جاتی ہے اُسے فلاح انسانی کے بیشتر وسائل لیتے سنا بخشنے جاتے ہیں

النور

علم فطرت کتاب فطرت



كَذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ







رجلہ حقوق محفوظ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Science of Holy Quraan

حکمت القرآن

مجلد اول

مصنف: عزیز احمد عزیز قاضی

ناظم ادارہ تحقیقات حکمت القرآن خوشاب ضلع سرگودھا

حُكْمَةُ الْقُرْآنِ

۱۹۴۰ء

قرآنِ حکیم سے حکمت و سائنس کے کلیات نظریات
اور اشارات

کے
نشانِ دہی

آل کتاب زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ اولیٰ ایزال است و تدبیر
نسخہ اسرارِ تقویم حیثیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
راقب!

ایڈیشن اول ۱۹۴۰ء
قیمت: پانچ روپے پچاس پیسے

رہنما خواجه نصر اللہ ناصر انصار آرٹ پریس سرگودھا میں طبع ہوئی

اسلامی دور کے چند

عظیم الشان علمائے فطرت

علامہ ابوالقاسم المتوفی ۱۰۱۳ھ
عظیم سرجن، میڈیکل انسائیکلو پیڈیا کی تیس
جلدوں کے مصنف، جدید طبی ادارات کے مجدد

علامہ ابو موسیٰ جابر المتوفی ۷۶۷ھ
کیمسٹری کے کلیات کے بانی اور عناصر کی
پہچان میں کے عظیم ماہر و محقق۔



علامہ الرازی المتوفی ۹۲۵ھ
عظیم فریضہ علم طبیعات کے ماہر
مرض چھک اور خسرو کی ابتدائی تشخیص
کے اولین ماہر

علامہ ابن النفیس المتوفی
۱۲۸۸ھ

علم حکمت و سائنس پر کئی کتابوں کے مصنف
علم الامراض و معالجات کے نامور ماہر اور
کئی امراض کی تشخیص کے اولین مخبر



امام ابو علی سینا
۹۸۰ھ سے ۱۰۳۶ھ

علامہ البیرونی ۳۶۲ھ ہجری
دنیا کا عظیم ترین سائنسدان اور ایسٹرن لوجی یعنی
علم کائنات، علم ارضی و طبیعات، فلاسفی،
تاریخ جغرافیہ پر ایک صد کتابیں لکھیں اور علم
و فن میں اپنا نام سرفہرست قائم کیا۔



وَاللّٰهُ اَكْبَرُ



امام ابو علی سینا

پیدائش: ۹۸۰ء ● وفات: ۱۰۳۷ء

عظیم سائنسدان و حکیم
دنیا سے مشرق میں فلسفہ حیات کو

پیش کرنے والے

عناصر اور قانونِ طبیعات کے اولین مُصنّف۔

علامہ البرطانی سٹائین

پیدائش: ۱۸۶۹ء ● وفات: ۱۹۵۷ء

جرمن سائنس دان

جنہوں نے عناصر اور ان کے ایٹمی جوہروں کے

محاکمات انشائیے اور دنیا میں ایٹمی سائنس کا دور رواں کیا۔



وَاللّٰهُ اَكْبَرُ



مشفق

پھر کئی صدیوں کے بعد علم حکمت و فطرت سے بغلیک پرور ہائے



پیدائش:
۲۵ اگست ۱۸۸۸ء

وفات
۲۶ اگست ۱۹۶۳ء

علامہ عنایت اللہ خاں الشیرانی

ایم ایس (کینٹن) بی۔ ایس سی بی۔ ای۔ او۔ ایل۔ ایف۔ آر۔ ایس (آرٹس) آئی۔ ای۔ ایس (ریٹائرڈ)
ایف۔ اے۔ ایس (پیرس)، ایف۔ جی۔ ایس (پیرس)، ریننگر و سکالر (گراؤٹسٹ کالج کیمبرج) نمبر انٹرنیشنل کانگریس آف
اورینٹلس سابق انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا
جنھوں نے علم ریاضی، سائنس، انجینیری اور علوم شریقیہ میں بین الاقوامی مقابلہ کیا اور ریننگر کا خطاب حاصل کیا

نیز

زمانہ طالب علمی میں اور پھر ۱۹۲۶ء میں محترم البرٹ آئین سٹائن کو قرآن حکیم کی حکمتوں
سے روشناس فرمایا۔ (حدیث القرآن)



مشرق ایشی سائنس کے کئی محاکمات میں مغرب سے سبقت حاصل کر رہا ہے



پروفیسر عبدالسلام، المتوطن جھنگٹ
پیدائش: ۱۹۲۶ء

پروفیسر نظری طبیعیات و صدر نشین امپیریل کالج لندن یونیورسٹی۔ ناظم بین الاقوامی مرکز نظری طبیعیات اٹلی۔ فیلو
آف رائل سوسائٹی۔ انگلینڈ۔

جنہوں نے

”کوآٹم برقی حرکیات“ پر بڑے اساسی نظریات پیش کیے اور دنیا سے طبیعیات میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ نیز دو موقعوں پر انھوں نے بنیادی ذرات کے نظریات میں انتہائی اعلیٰ درجے کے اضافے کئے۔ نیوٹرون کی صفر ساکن کمیت اور کمزور تعاملات میں مساوات کے غیر بقائی اثرات پر ایک گہرے اور قریبی تعلق کی موجودگی کا نظریہ پیش کیا۔ اور اس کے طرز عمل اور خصوصیات سے متعلق بہت سی پیش گوئیاں کیں جو انجام کار صحیح ثابت ہوئیں۔ مزید ایک بنیادی نظریہ پیش کیا کہ بنیادی ذرات کے قوی تعامل سے واحدانی تشاکل کو مکمل ہونا چاہئے۔ چنانچہ تحقیقات کے بعد سارے میسون ذرات دریافت ہو گئے اور نظریے کی تصدیق ہو گئی۔

کتابچہ

۵

مصنف کتاب



احقر العباد
خاکسار
عزیز احمد عزیز قاضی
المتوطن - خوشاب
ضلع سرگودھا
مغربی پاکستان



تخلیق انسان کا مقصد !

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝ ۲۳:۱۱۵

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے؟ (حالانکہ ہم نے تمہیں سمع و بصر اور افسدہ کے حیرت انگیز اعجاز بخش کر کتاب بھی عطا فرمائی اور حکمت بھی بخشی تاکہ اس کائناتِ ارضی میں حکمرانِ خلیفہ بنے رہو۔ نیز اپنے حُسنِ عمل سے میدانِ خلاقیت میں حیرت انگیز کارنامے دکھا کر جزا و سزا کے دن اپنا بہترین نامہ اعمال پیش کر سکو۔ تو کیا اس مقصدِ عظیم کے بعد بھی تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔) ہاں تو وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِلْعِبْنِ ط (۱۶:۲۱) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو مخلوق ان دونوں کے اندر موجود ہے۔ کُل کو ہو و لعب کے لیے قطعاً پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم چاہتے کہ اسے کھیل ہی بنا دیا جاتا تو ایسا بھی کر سکتے تھے۔ لیکن ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ حق سے جھوٹ کا سر کچل دیا جائے۔ اور جھوٹ تو نابود ہو ہی جاتا ہے۔ لہذا (یہ سمجھتے ہوئے کہ کائناتِ سماوی و ارضی کی ہر نوع اور جنس فی الحقیقت کھیل اور تماشہ نہیں بلکہ ان کے اندر خلاقِ عظیمِ تعالیٰ کی لاتعداد حکمتوں، معرفتوں اور برکتوں کے اعجازِ یقیناً مستور ہیں۔ تو پھر اسے بنی نوع انسان اگر تم ان سے فائدہ اٹھانے کی کوئی تگ و دو نہیں کرتے) تو اس بدکاری کے بدلے یقیناً تمہارے لیے خرابی ہے۔ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۝ ۱۸:۲۱ لہذا اس واضح اعلان کے بعد بھی اگر انسان یہ گمان کرتا ہے کہ خدا دُنیا اور آخرت میں اُس کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ اوپر کی طرف چھت سے ایک رسی باندھ کر اُس سے اپنا گلا گھونٹ لے۔ (قرآن حکیم ۱۵:۲۲)

فَاخْتَبِرُوا يَوْمَ الْإِصْنَاءِ

پیش لفظ

علم فطرت کے چار استفسارات اول

کیا یہ سامنے نظر آنے والی تمام کائنات بے حقیقت بلا حکمت اور باطل ہے؟

دوم

کیا حکمت و سائنس عین علم فطرت ہے اور ارتقائے انسانی کے لیے از بس ضروری ہے؟

سوم

کیا قرآن حکیم کی آیات سب کی سب آیات بنیات ہیں اور ان کی مکمل تفسیر قرن اول میں ممکن تھی۔ اگر نہیں تو کیا آیات حکمت اور آیات تشابہات کی کوئی فہرست آج تک مرتب کی گئی؟ نیز ان میں حکمت خداوندی کے کیا کیا اعجاز مستور ہیں؟

چہارم

کیا قرآن عظیم میں کتب اللہ اور حکمت کی دو مستعملہ اصطلاحات مترادف الفاظ ہیں؟
دین فطرت کے جوابات اور ہمارے لیے لمحہ فکریہ! یہی چار سوالات اس کتاب کے محور پر گھوم رہے ہیں

احقر العباد

غزیر غفر غفر
۱۴

اول

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِأُولِي
الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(۱۹۱:۳)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلافات میں علم و دانش
کھنے والے لوگوں کے لیے ضرور بالضرور کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (تسخیر کائنات
اور اپنے حفظ و دوام کے لیے) اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرتِ خدا کا مطالعہ کرتے
رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اور بالآخر
جب کسی معاملہ میں وہ تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو حیرت سے پکار اٹھتے ہیں کہ
اے ہمارے پروردگار تو نے ان تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم ان معجزات کو
دیکھ کر تسخیر کائنات کی منزلوں کو طے کر میں گے اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لیے ہر ایک سے کام
لے کر تیری ملاقات کے لیے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے۔) تیری ذات پاک ہے۔ (اس لیے ہم بھی پاک
سننے کی تمنا رکھتے ہیں۔ یہی پاکیزگی ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ ایٹمی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب ہو؟
عَذَابِ اللَّهِ عَنْ شَيْءٍ ۝ یعنی عناصر سے پہنچنے والا عذاب مُراد لیا جاسکتا ہے۔ بچا سکتی ہے۔) پس ہمیں
ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچا۔

غور فرمائیے کہ آج وہ کون سی امت ہے جو زمین و آسمان کی پیدائش اور رات دن میں تبدیلیوں
سے پیدا ہونے والے اثرات نیز تمام انواع و اقسام کی مخلوق پر غور و فکر کر رہی ہے۔ اور اس کائنات کی ہر چیز کو باطل
نہ سمجھتے ہوئے نہ صرف اپنے روزمرہ کے کام کاج سنوار رہی ہے بلکہ تسخیر کائنات کے ضمن میں ہر آن حیرت انگیز
ارتقائی منزلیں طے کر کے بہترین مخلوق بننے کی دُھن میں سرشار ہے۔

فَاتَّبِعْ يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

دُورِئَاتُ

حکمت عربی لفظ ہے جس کے بالمقابل انگریزی لفظ سائنس ہے۔ (SCIENCE) ہمارا خدا عَزَّوَجَلَّ الْحَكِيمُ یعنی بہت بڑا سائنس دان ہے۔ ہمارا قرآن بھی وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ہے یعنی یہ شہادت اور قسم سے دعویٰ ہے کہ قرآن عظیم بھی حکمت و سائنس سے پر ہے۔ ہمارے پیغمبر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق بھی کتابِ خدا کا یہ دعویٰ ہے کہ -----

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ گویا جناب رسالت مآب بھی تمہیں پاک کرنے کے بعد کتابِ خدا کے علمِ فطرت اور حکمت و سائنس کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا علم بھی سکھاتے ہیں جو تم پہلے ہرگز نہ جانتے تھے۔

ادھر انسانی ارتقا کے لیے خدا کی عظیم الشان بخشش بھی حکمت و سائنس بتلائی گئی ہے۔ یعنی وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ جس کو ہم حکمت و سائنس کا علم بخشتے ہیں اسے حقیقت میں انسانی فلاح و بہبود کے لیے بے شمار انعامات اور خیر و برکت کے خزانے بخش دیے جاتے ہیں۔

گویا خدا کی نگاہ میں انسانیت کے لیے

سب سے بڑا انعام حکمت و سائنس کا علم ہے جس سے نہ صرف تسخیرِ کائنات ممکن ہے بلکہ بنی نوع انسان کی سلامتی، فلاح و بہبود اور حفظ و بقا بھی وابستہ ہے۔

غور فرمائیے کہ آج

اس کائنات میں وہ کون سی امت بستی ہے جس کا اور ڈھنا اور بچھونا فقط علمِ حکمت و سائنس ہے۔ اور اس کے طفیل اقوامِ عالم کو خیرِ کثیر سے نہال کر رہی ہے۔ اپنی حکمت و سائنس سے نہ صرف ایک معمولی سوئی سے لے کر بڑی بڑی ملوں کی ایجاد کر رہی ہے بلکہ تسخیرِ کائنات کے لیے ارتقائی منزلوں کو طے کر کے زمین سے پھاند جانے اور آسمانی گروں تک پہنچ کر وہاں کی مخلوقِ خُدا کو اپنے تسلط میں لانے کی دُھن میں سرشار ہے۔ نہیں بلکہ دیاسلانی کے مسالے سے لے کر انسانی صحت کی ہر دوانی کو اکثافِ عالم تک پہنچا رہی ہے۔ اور دُنیا میں فیضِ عام کا سرچشمہ بن رہی ہے۔

سورة

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ
 مُتَشَابِهَاتٌ ط فَآخَا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ
 الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي
 الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ لَا كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ
 ترجمہ: وہی خدا تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی جس کی بعض آیتیں بے حد حکمت آموز (محکمات)
 ہیں وہی اُمُّ الْکِتَابِ یعنی کائنات کا اصل راز افشا کرتی ہیں۔ اور بعض دوسری متشابہ ہیں۔ (جن
 سے شبہ لگتا ہے کہ ان میں بظاہر کوئی حکمت نہیں) اور جن لوگوں کے دلوں میں کمی علم و عمل کے
 باعث کجی ہے وہ آیات متشابہات کا اتباع محض اس لیے کرتے ہیں کہ اپنی باطل تاویل سے بنی نوع
 انسان میں فتنہ و شر برپا کر دیں۔ حالانکہ وہ ان آیات کی اصل تاویل کو قطعاً نہیں جانتے، مگر اللہ۔ البتہ جو
 لوگ علم فطرت و حکمت میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان سے امن و سلامتی بحال کیا
 کرتے ہیں۔ یہ سب کی سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور عبرت و ذکر تو عقلمندوں کے

لیے ہی کارگر ہوتا ہے۔ (۷: ۳)

فرمائیے! کیا

مسلمانانِ عالم نے آج تک قرآن حکیم و عظیم کی آیات محکمات اور آیات متشابہات کی کوئی فہرست مرتب کی ہے؟
 اور ان کی تاویل معلوم کرنے کے لیے کسی مقام پر فقہاء اور راسخون فی العلم کا کوئی بورڈ قائم کیا ہے؟ تاکہ ان مخصوص آیات پر
 غور و فکر کے بعد امن و سلامتی اور قومی غلبہ کی کوئی سبیل پیدا کی جاسکے۔ کیا ہمارے مفسروں اور علمائے کتاب اللہ کی
 تمام آیات کی تشریحات اور تفسیریں نہیں ہیں؟ اور وہ اپنے زعمِ باطل میں یہی نہیں سمجھتے کہ قرآن عظیم کے تمام علوم کو تشریح
 اور تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے؟

اگر یہ حقیقت ہے تو بتلائیے

کہ آیات محکمات اور آیات متشابہات کہاں کہاں ہیں؟ ہر ایک کتنی تعداد میں ہیں؟ اور ان کی علیحدہ علیحدہ فہرست
 فلاں انسانی کتاب میں موجود ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے علمائے تمام آیات قرآنی کو یکساں سمجھ کر یہ اعلان کر رکھا
 ہے کہ قرآن سمجھا گیا۔ اس کی تشریح مکمل ہو چکی اور قرآن پر مزید غور و فکر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔

فَاتَّخِذُوا لِلْآيَاتِ حَسْرَةً

چهارم

قرآن حکیم و عظیم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے بلند کردار بندوں کو یا الکتاب عطا فرمائی یا الکتاب اور حکمت یا پھر محض حکمت کی نعمت عطا فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۱۲۹:۲) (۲:۶۳) يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۱۵۱:۲) وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ (۲۳۰:۲) وَمَنْ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ (۲۶۹:۲) يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ (۳۸:۳) مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ (۸۱:۳) الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَأَنْتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (۵۴:۳) الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۱۱۳:۳) (۱۱۰:۵) بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (۱۲۵:۱۶) مِنَ الْحِكْمَةِ (۳۹:۱۴) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا (۱۲:۳۱) مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (۳۲:۳۳) مُلْكًا وَحِكْمَةً (۲۰:۳۸) بِالْحِكْمَةِ (۶۳:۴۳)

ان تمام خدائی فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ الکتاب اپنے مخصوص مطلب کے لیے نازل فرمائی گئی۔ اور حکمت اپنی جداگانہ صفات لے کر نازل ہوئی۔ نیز الکتاب اور حکمت کی عطائگی کے بعد خدا کا یہ ارشاد کہ توراہ اور انجیل بھی عطا فرمائی۔ (۳۸:۳) مزید ایک عظیم الشان راز افشا کرتا ہے۔ یعنی کتاب کے دو مختلف معانی ہیں۔ ایک کتاب کائنات فطرت پر مشتمل ہے۔ اور دوسری کتاب وہ ہے جو محض حروف الفاظ میں نازل ہوتی رہی۔ ان دو عطیوں کے بعد حکمت کا تیسرا اور ملک عظیم کا چوتھا نیز مَوْعِظَةُ الْحَسَنَةِ کا پانچواں عطیہ بھی نوع انسانی کے برگزیدہ افراد پر نازل ہوا۔ ان تمام عطیات کے فرداً فرداً بیان ہونے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان سب کے معانی جدا جدا ہیں اور ان کے اعمال

دکر دار بھی مختلف ہیں غور فرمائیے!

موجودہ دور کے مسلمانوں نے کتاب اور حکمت کے دو مختلف الفاظ کو ہم معانی اور ہم مطلب سمجھ کر صرف لفظی یا حروفی کتاب کو تو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ لیکن حکمت کے عظیم الشان علم سے بالکل کنارہ کشی کر رکھی ہے۔ اگر یہ واقعہ نہیں تو بتلائیے کہ اس دور کے مسلمانوں نے حکمت و سائنس کے وہ کون سے معجزات اقوام عالم کے سامنے پیش کیے ہیں جن کے ثبوت میں وہ فی الحقیقت حکمت شناس کا لقب پانے کے مستحق ہیں۔ اگر آج ان سب کے پاس علم حکمت سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ تو کچھ لیجئے کہ نہ تو وہ نوع انسانی کے لیے باعث خیر و برکت بن سکتے ہیں۔ اور نہ خود ہی مکانات عالم کی سنرا و جزا سے بچ سکتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت ایک نااہل اور ناکارہ قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ جن کی وقعت اس جلیل القدر اور عزیز الحکیم تعالیٰ خدا کے نزدیک کچھ باقی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس دنیا میں یہی مسلمان قوم تنگ دست ذلیل و خوار اور بھک منگی نظر آ رہی ہے۔ فَأَعْتَبُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

بے علم، بے حکمت اور بے مہنر قوم کے چار الزامی سوالات اور ان کے جوابات

اول حکمت کے لفظ کے معانی ایسے علم کے نہیں جو فلاح انسانی کے لیے ٹھوس اسباب اور جملہ وسائل مہیا کرتا ہو۔ زرعی، اقتصادی، معاشرتی، معالجاتی، اخلاقی اور ارتقائی افزائش کے لیے تحقیقاتی ذرائع سے مشینری اور آلات کی ایجادات حکمت کے مترادف نہیں۔ طبقات الارض کی تحقیقات اور خلاؤں اور فضاؤں کی چھان بین کوئی حکمت نہیں اسلامی حکمت محض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمہ شہادت تک محدود ہے یا زیادہ سے زیادہ استنجا کے تین ڈھیلوں میں ستور ہے۔

دوئم اگر عناصر کی حکمت کا نام ہی فی الحقیقت الحکمة ہوتا۔ تو عنصر کا لفظ قرآن حکیم میں ضرور موجود ہوتا۔ عناصر اور ان کے مادوں کی حکمت فی الحقیقت مغربی سائنس کی پیروی ہے۔ یا محض مادہ پرستی ہے۔ نیز اگر عناصر اور ان کے ایٹموں کی حکمت و سائنس ہی الحکمة کے مصداق تھی۔ تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے متعلق کسی تجرباتی مکتب کسی لیبارٹری، ایٹمی بھٹی یا دیگر کسی تحقیقاتی ادارے کی داغ بیل کیوں نہ رکھی؟

سوم جبریل، میکائیل، اسرائیل اور عزرائیل عقل و خرد میں نہ آنے والی مخلوق ہے۔ یا یہ ملائکہ میں سے بہت بڑے اور سردار بلک ہیں۔ ان کی مزید ماہیت کا علم نہ تو قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اور نہ انسانی ذہن میں آسکتا ہے۔

چارم ملائکہ بذات خود کس نوع سے تعلق رکھتے ہیں ان کی ماہیت کا علم انسانی عقل سے بعید ہے۔ یا امکان میں نہیں ہے؟

ہم حتی الامکان قرآن حکیم کی روشنی میں اور اپنی کم تر علمی فراست سے ان سوالات کے جوابات فرداً فرداً حسب ذیل پیش کرتے ہیں اور مزید علمی استعداد رکھنے والوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

جوابات

اول: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَنْ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط مَرَجِمَه۔ جسے حکمت یا

سائنس کا علم عطا کیا جاتا ہے اُسے فلاح انسانی کے بے شمار وسائل یقیناً بخشے جاتے ہیں۔"

خیر کے عظیم الشان لفظ میں نوع انسانی اور کائنات کی امن و سلامتی کے تمام فلاحی اور ارتقائی وسائل شامل ہیں جن کی مدد سے کسی بھی شخص کے لیے بھلائی اور احسان کا ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم سے حکمت کا عطیہ مخصوص انداز میں اجتماعی طور پر اور براہ راست انبیاء علیہم السلام پر ثابت ہوتا ہے۔ گویا یہ علم فی الحقیقت علم انبیاء ہے۔ جسے امتیں حاصل کر کے کائنات میں نہ صرف اپنی سلامتی و حفاظت اور بقا و ارتقا کے جملہ اسباب پیدا کرتی ہیں بلکہ اپنے حکمتی اعمال سے کائنات کی سلامتی کے اسباب بھی برآں پیدا کرنے میں منہمک رہتی ہیں۔ قرآن عظیم سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکمت حضرت سلیمانؑ (۲۰:۳۸) حضرت داؤد علیہ السلام (۲۵۱:۲) حضرت لقمانؑ (۱۲:۳۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۸۱:۳) و (۱۲۵:۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲۸:۳) اور دیگر تمام انبیاء کے علاوہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (۱۱۳:۴) کے حق میں نمایاں طور پر نازل ہوئی۔ اور جب ہم ان الواعزم اور صاحب کردار انسانوں کے حالات، کمالات اور معجزات کو جو انھوں نے اپنے خداداد علم کے طفیل مخصوص حکمتی اعمال سے سرانجام دیے، نگاہوں کے سامنے لاتے ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف خود بلکہ انجام کار ان کی امتوں نے بھی ان کے حکمتی علم سے فیض پا کر عروج و نلاح کی منزلوں کو طے کرنے کے حیرت انگیز اعمال سرانجام دیے۔ پہاڑوں اور اُن کے عناصر یعنی پتھروں اور دھاتوں کو عظیم الشان ایجادات کے لیے موم بنا دینے کے حیرت انگیز نسخے پیش کیے۔ رُوئے زمین اور فضا تے آسمانی کی مخلوقات جن میں جانور اور پرندے بھی شامل ہیں۔ سب کو زیر فرمان بنالیا۔ (۲۰:۳۸) شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا کر دکھا دیا۔ ہواؤں اور کائنات کی دیگر طاقتوں اور توانائیوں کو زیر اثر کر کے اُن سے حیرت انگیز حکمتی کام لیے۔ مہینوں کے سفر مختصر وقتوں میں طے کر لینے کے کمالات پیدا کر لیے۔ (۳۶:۳۸) لکڑی سے اثر دیا اور اندھوں کو بینا کر دکھایا۔

خدا نے کروں کے انشقاق کو عبرت اور حکمت بالغہ سے تعبیر فرمایا۔ (۶:۵۴) قرآن حکیم کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حکمت کے اجرا اور اس کی نشوونما کے لیے بنیادی ضرورت ایک عظیم مملکت کے قیام کی ہے۔ (۵۴:۴) (۲۵۱:۲) (۳۵:۳۸) گویا وسیع تر مالی ذریعہ کے بعد ہی حکمت میں تحقیقات کی داغ بیل پڑتی ہے۔ خیراً کثیراً کے خدائی الفاظ میں انسانی زندگی کے وہ تمام ارتقائی اور فلاحی پہلو جن پر انسانی فلاح و سلامتی کا عظیم الشان قصر تعمیر ہوتا ہے۔ شامل ہیں۔ محض نماز اور تسبیح ادا کرنے میں قطعاً کوئی مسلمانی نہیں کیوں کہ نماز اور تسبیح تو کائنات کی ہر چیز ادا کر رہی ہے۔

کُلُّ مَنْ قَدْ عَلِمَ صَلَوَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ اس لیے باور کیا جائے کہ خنزیر ایسا ناپاک جانور بھی نماز اور تسبیح میں مشغول ہے۔ نیز زمین کے پتھر اور دھاتیں جو بظاہر کچھ کھاتی پتی نہیں۔ ابداً آباد تک طویل روزہ داری میں سر مست ہیں۔ زمین کے ثمر دار اشجار اور اس کی اجناس زمین کی ابدی زکوٰۃ ثابت کرتی ہیں۔ اور بیت اللہ اور صفا و مروا کے پہاڑ اور پتھری ایٹیں اور وہاں کی فضاؤں میں اڑتی پھرتی نامحسوس مخلوق ہر سال فرضیہ حج سے سرشار ہو رہی ہے۔ لہذا اگر محض انہی امور سے حکمت مختص تھی تو پھر نوع انسانی پر حکمت کا بالخصوص نزول کیا معنی رکھتا ہے؟

ہاں! خدائی نگاہ میں حکمت کا مطلب صرف وہی سائنس ہے۔ جو کائنات میں امن و سلامتی کی ضامن ہو۔

تخریبی سائنس کا نام خدا نے سحر رکھا ہے۔ مزید تشریح کے لیے کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

دوئم

یہ سوال فی الحقیقت تین مختلف شقوں پر مشتمل ہے۔

اول: عناصر کا قدس حکیم میں ذکر

دوہم: عناصر اور ان کے مادوں کی حکمت مادہ پرستی کے مترادف ہے۔

سوم: عناصر اور ان کے ایٹموں کی سائنسی تحقیقات خود حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ فرمائی؟

اول: اگرچہ عنصر بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی انسانی لغت میں "جر" ، اصل ، مادہ ، مصیبت ،

ارادہ ، حاجت اور ضرورت کے ہیں۔ گویا یہ لفظ زبان عربی میں کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ان معانی میں چونکہ ایک معنی جر ، اصل اور مادہ کے بھی ہیں۔ اس لیے اردو زبان میں اس لفظ کا استعمال ان مخصوص اشیاء پر بھی کیا گیا ہے جن سے کائنات کی ہر چیز تقویم میں آئی ہے۔ قرآن میں عنصر کے مترادف شئی کے لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ جس کی تشریح خدا کی ان آیات سے بخوبی ہو سکتی ہے۔

(۱) اَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمْ الْخَالِقُونَ ○ (۳۵:۵۲)

کیا وہ بغیر کسی عنصر کے پیدا کیے گئے ہیں یا یہ خود (اس عنصر کو) پیدا کرنے والے ہیں؟
 (۲) اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَىٰ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَنْفَخُوْهُ فَيُفْلِكُ مِنْ عَيْنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاٰئِلِ
 سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَهُمْ لَا يَخْتَدُوْنَ ۝

کیا انہوں نے اس گونا گوں مخلوق کو نہیں دیکھا جو خدا نے عناصر سے ہی پیدا کر دکھائی جن کے سائے
 دائیں سے بائیں کو اور بائیں سے دائیں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ گویا خدا کے حضور میں عاجز ہو کر سجدہ ریز
 رہتے ہیں۔

(۳) اَحْسَنَ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (۹:۳۲)

جس نے تمام عناصر کو بہترین کردار اور اسلوب میں بنا دیا۔ اور انسان کی پیدائش بھی مٹی (کے عناصر) سے
 شروع کی۔

(۴) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝

اور جن کو خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کوئی عنصر از خود بنا ہی نہیں سکتے۔ اور وہ خود بھی تو ان عناصر سے
 ہی بنائے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ خدا نے قرآن حکیم و عظیم میں عنصر کے بالمقابل صحیح حکمتی لفظ شئی استعمال فرمایا ہے۔ اس لیے اشیا
 کی ماہیت سمجھنے کے لیے حکمتی علم میں کمال درکار ہے۔ کیونکہ کائنات کی ہر چیز اشیا سے تقویم میں آئی۔ اشیا خالصتاً خدا کی
 عظیم اشیان صنعت ہیں اور انسان اشیا کو از خود بنانے سے کلیتاً عاجز ہے۔ میز، کرسی، درخت، چارپائی اور حیوان
 و انسان فی الحقیقت خصوصی طور پر اشیا میں شمار نہیں ہوتے کیونکہ یہ سب بذات خود بہت سی اشیا کے مرکب
 ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ شئی کے صحیح اور حکمتی معانی فی الحقیقت جڑ اصل یا جن سے مادہ ترکیب میں آتا ہے کے
 ہیں۔ اردو زبان میں اصطلاحاً عناصر کو اشیا کے مترادف مقام دیا گیا ہے۔ ورنہ عربی قرآن کی نگاہ میں عناصر کے
 بالمقابل صحیح لفظ اشیا ہی ہے۔

دوم: اگر اشیا کا علم اور ان کے خواص کی تشخیص مادہ پرستی کے مترادف ہے۔ تو خدا کی حکمتوں سے نادانانہ
 انسانوں کو نہ تو کوئی دوائی استعمال میں لانی چاہئے جو عناصر سے ہی بنتی ہے۔ نہ گاڑی پر سوار ہونا چاہئے جو مختلف
 عناصر یعنی پانی یا آکسیجن اور ہائیڈروجن کے دو عناصر کے علاوہ لوہا، تانبا، جست وغیرہ وغیرہ سے تیار ہوتی ہے
 اور جس میں دو گیسوں (پانی) کے ایٹموں کے انشقاق سے بھاپ کی صورت میں ایک ایسی طاقت پیدا کی جاتی
 ہے۔ جو نوع انسانی و حیوانی کو ایک مقام سے دوسرے ایسے مقام تک لمحوں میں پہنچا رہی ہے۔ جہاں نہ تو گھوڑوں کی
 برق رفتاری اور نہ کسی اور جانور کی ذاتی طاقت پہنچانے کی استطاعت رکھتی ہے۔ مزید برآں مٹی کے تیل سے

پٹرول کی ایجاد اور اس سے لاریوں موٹروں اور ہوائی جہازوں کی برقی رفتار پیدا کر کے دنیا کے کام کاج سنوارنا بھی ترک کر دینا چاہئے۔

اس لحاظ سے عناصر کی ماہیت اور خواص کے علم کو مادہ پرستی پر عمل کرنا اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ خدا کی قدرتوں سے انکار۔ اس لیے عناصر کے حکمتی اعمال سے ہی انسانی ارتقا و فلاح اور امن و سلامتی کے مجملہ وسائل وابستہ نظر آتے ہیں۔ جن سے پہلو تھی رکھنا، نوع انسانی کے لیے فی الحقیقت گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَحْسَنَ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (۹:۳۲)

خدا نے تمام عناصر کو بہترین کردار عجیب تر خواص اور حیرت انگیز اسلوب میں بنایا یا خلق کیا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

مَا بَدَأْنَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا خَلَقْنَا لَهُ مِنْهُ لَدُنَّا آيَةً أَوْ نَادِرًا مَرَّةً (۱۰:۲۱)

ہم نے کچھ نہیں بنایا کہ اس میں سے ہم نے تم کو کوئی آیت یا نادر بارے میں نہ دکھلا دی ہو۔

لہذا قرآنی نگاہ میں اشیاء یا عناصر کی تشخیص ان کے حکمتی اعمال کی چھان بین عین دین فطرت اور ان سے امن و سلامتی اور تسخیر کائنات کے اسباب اور وسائل پیدا کرنا عین دین اسلام ہے۔ جب خلاق عظیم تعالیٰ خود اپنی حکمت و صنعت عناصر اور ان کے ایٹموں یا اشیاء اور ان کے نفسوں پر مرکوز رکھتا ہے تو انسانی حکمت کیوں نہ عناصر اور ان کے ایٹموں پر مشتمل ہو۔

سو تم، ہم سب شب و روز عناصر سے تیار شدہ صحت بخش ادویات استعمال کرتے ہیں۔ عناصر پر حکمتی اعمال سے روزانہ بجلی کی روشنی سے لطف اٹھاتے اور اس کی طاقت سے بڑی بڑی ملیں اور کارخانے چلاتے ہیں یہ عناصر کا اعجاز ہے کہ انسان آئے دن حیرت انگیز طاقتوں اور قوتوں کا موجد بن رہا ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء سے لے کر پہننے چلنے اور پھرنے کی چیزوں کو تیار کر رہا ہے۔ اگر عناصر میں حکمت خدا مستور نہ ہوتی تو یہ تمام نعمتیں اور فوائد کیونکر میسر آسکتے۔ یہ حیرت انگیز مشینیں یہ فائدہ بخش ملیں اور خیر کثیر بخشنے والے کارخانے یہ شفا بخش ادویات اور ان کی حکمت آموز لیبارٹریاں کیوں کر وجود میں آئیں۔ آج عناصر کے ایٹموں سے ایٹمی توانائی نور اور قوت سے بھرپور قدرت حیات بخش اشعاع اور شمسی علاجات عمل میں لائے جا رہے ہیں۔ اگر یہ حکمت و سائنس نہ ہوتی تو فیض عام کا یہ چشمہ کیونکر ٹھوٹ سکتا تھا۔ آج فصلوں کی افزائش اور اجناس میں حیرت انگیز قوت ایٹمی توانائی سے پیدا کی جا رہی ہے۔ انسانی بود و باش کے وسائل اور ارتقائے انسانی کے کئی ذرائع اسی ایٹمی توانائی کے مرہون احسان بن رہے ہیں۔

یہی عناصری حکمت علم الاشیاء سے وابستہ ہے۔ اگر فی الحقیقت یہ حکمت نہیں تو محض استغیثوں اور دھیلوں کی

حکمت کو ہی حکمت کے عظیم تر نام تک محدود رکھنا کون سی دانائی ہے۔
یہ سوال کہ اس حکمت کی ابتدا خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں کیوں نہ فرمائی
فی الحقیقت ایک اہم سوال ہے۔ ہم قرآنی نظریات کے تحت یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حکمت کی تحقیقات کے لیے
بنیادی ضرورت ایک وسیع اور عظیم تر سلطنت کے قیام کی ہے۔ نبی سبیل اللہ کی حدود میں وہ تمام اخراجات شامل ہیں
جن سے انسانی فلاح و بہبود کے ٹھوس نتائج اخذ کیے جائیں۔ ایسے وسائل کو بروئے کار لایا جائے جس سے ملت اسلامیہ
کو نہ صرف استحکام حاصل ہو بلکہ اس کی سلطنت میں دوام بھی قائم رہے۔ قوم میں صحیح علمی شعور اور تجرباتی ارتقا کے
وسائل قائم رہیں۔ اس لیے ان وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے گراں قدر اخراجات کی ضرورت ہے۔ جو محض ایک
عظیم مملکت کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ حکمت کو ایک مستقل نظام کے تحت رواں دواں رکھنے کے لیے سرمائے کا
انتظام اسی سے ممکن ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی جناب سے الکتاب اور الحکمة کا علم نبی شاکیا۔ (يُعَلِّمُكُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) کتاب سے علم کا بحفاظت قائم رکھنا مراد تھا۔ فوری ضرورت اس امر کی تھی کہ اس عظیم الشان
علم کو بحفاظت اُمت تک پہنچا دیا جاتا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس علم کی پرورش اور افزائش کے لیے ایک مستحکم مملکت کی
بنیاد رکھی جاتی۔ چنانچہ یہ دونوں اہم کام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں سرانجام دے دیے۔
ان کے فرائض ختم ہو گئے۔ جو کچھ ان پر نازل کیا گیا تھا انھوں نے اسے باتمام و کمال اُمت کے حوالے کر دیا اور اس
فریضہ میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اس کے بعد یہ کام اُمت کے ذی شعور علما کا تھا کہ حکمت کے معجزات کو اجاگر
کرنے کے لیے اپنی سلطنت کے سرمائے کو اور علم الاشیا کی تحقیقات میں اپنے تمام ذہنی اور شعوری قوا کو کام
میں لاتے۔ اور نسل انسانی کے لیے خیرات کے لاتعداد وسائل اور اسباب پوری سرگرمی سے مہیا کرتے۔ آج اگر
اُمت مرحومہ کئی صدیوں کے بعد حضرت علامہ محمد الفارابی، علامہ المسعودی، امام ابن ماجہ، امام ابو علی سینا، علامہ
ابو موسیٰ جابر، علامہ ابوالقاسم، علامہ رازی، علامہ البیرونی اور علامہ ابن النفیس ایسی شخصیتوں اور حکمت
شناس ناموران کے بعد حکمت و سائنس سے کلہیٔہ نابلد و نا آشنا ہو چکی ہے۔ تو اس میں قصور الکتاب اور الحکمة
کا نہیں بلکہ موجودہ ناہنجار اور کم فہم اُمت مسلمہ کا ہے۔ جو حکمت کے عظیم علم کو اپنے لیے دینی جزو سمجھنے سے بھی
قاصر رہی ہے اگر یہ جواب صحیح تصور نہیں کیا جاسکتا تو خدا را خدا نے عظیم و برتر کی اس آیت پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر
کیجئے اور اپنے سوال کا جواب اسی میں تلاش فرمائیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءَ إِن تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْأَلُهُمْ وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ
يُنزَلُ الْقُرْآنُ لَكُم مَّا عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ○ (۱۰۱:۵)

مومنو! ابھی عناصر کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (ان کے حقائق) تم پر (ابھی) ظاہر کر دیے جائیں۔ (تو ممکن ہے) کہ تمہیں (ان کے اچھے اور بُرے اعمال کے ڈر سے) بُرے محسوس ہوں (اور آئندہ جا کر عناصر کے حیات انگیز حقائق سے بھی انکار کر جاؤ) اور اگر دورانِ نزولِ قرآن (عناصر) کے متعلق استفسار پر اصرار کرو گے تو ان کی ماہیت بتلائی بھی جاسکتی ہے۔ (یا انہیں تم پر ظاہر بھی کر دیا جائے گا) مگر فی الحال (خدا نے ان کے بتلانے سے درگزر ہی فرمایا ہے۔ اور خدا تو بہت بڑا پردہ پوش اور حقائقِ اشیا کو بڑی بروباری سے بہت دیر بعد ہی افشا کرنے والا ہے۔ (عَفُوٌّ رَحِيمٌ) یقیناً تم سے پہلے بھی (ایک جلد باز) قوم نے عناصر کے متعلق اسی قسم کا سوال کیا تھا۔ پھر جب (ان کو عناصر کے اچھے بُرے حقائق و اسرار بتلائے گئے) تو (عناصر کے ہیبت ناک ایٹمی اعمال کی وجہ سے) اُن سے انکار کر گئے۔ اور (اچھے اور حیات انگیز حقائق سے بھی) کافر بن گئے۔“

اب فرمائیے کہ قرآنِ عظیم کا نزول تو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحاتِ حیات تک ہوتا رہا۔ اسی دور میں آنِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے لیے قرآن کی نعمتِ عظمیٰ اور ایک عظیم الشان سلطنت اور قوم کے حفظ و قیام کی تک و دو میں مصروف رہے۔ اس لیے لازم تھا کہ خدا کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ علمِ الاشیا ملّتِ اسلامیہ کو اک دن ضرور عطا فرمائے گا۔ فی الحقیقت آنے والی نسلوں کے لیے ایک عظیم الشان خبر تھی۔ جسے کم فہم اور قرآن سے .. سلمان گزشتہ تین چار صدیوں سے قطعاً بھول چکا ہے۔ اور آج اپنی بے علمی کے طفیل یا عدم تحقیقات کی وجہ سے مغرب کی دہلیز پر کھڑے ایک گداگر کی صورت میں زندگی کے دن کاٹنے پر مجبور ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ -

سو تم

جبریل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل کی ماہیت اور ملائکہ

کی تشخیص

مفسرینِ اسلام نے ان چار ناموں کو بھی ملائکہ پر مشتمل قرار دیا ہے۔ لیکن جیسا کہ اس کتاب میں دوسرے مقام پر مفصل تشریح کے ساتھ پیش کیا جائے گا کہ یہ چار حقیقتیں ملائکہ سے بہت بلند شخصیت رکھتی ہیں۔ اور یہ چاروں

خدا کی براہ راست قدسیہ قدرتیں ہیں جن کے اعمال ایک دوسرے سے حیرت انگیز طور پر مختلف ہیں۔ ہماری تحقیقات میں ان کے نام بھی فی الحقیقت صفاتی انداز کے حامل ہیں۔ یعنی ان قدرتوں کے نام سے ہی ان کی صفات مترشح ہوتی ہیں۔ انسانی لغت بھی اس سلسلے میں ہماری بہت حد تک رہبری کرتی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ہم انہیں معنوی لحاظ سے پیش کرتے ہیں:-

۱۔ جبریل اس قدسیہ قدرت کے نام مختلف انواع سے آئے ہیں مثلاً:-

۱۱) جِبْرِئِل (۲) جِبْرِئِيل (۳) جِبْرِئِيل (۴) جِبْرِئِيل (۵) جِبْرِئِيل ہم اس نام کو دو لفظوں کا مشتق

سمجھتے ہیں یعنی جِبْر اور اِئِل۔ جِبْر کے معنی غالب، زبردست، طاقتور، باندھنے اور جمع رکھنے والی طاقت، مال و دولت سے بھرپور۔

اِئِل کے معنی خدا کی ایک خصوصی قدرتِ قدسیہ۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جو عربی میں استعمال ہوا۔

لہذا اس نام کا صحیح مطلب خدائے قدوس کی وہ قدسیہ قدرت ہے جو بے حد زبردست طاقتور اور علمی اور غیبی مال و دولت سے بھرپور ہے جس کی عام صفت جمع کے نشان + پر مشتمل ہے۔ افسد کا یعنی دل و دماغ کی تمام طاقتوں کو اجاگر کرتی ہے۔ ایسے امور کا دروازہ کھولتی ہے۔ جن کا علم کسی کو پہلے نہیں ہوتا۔

۲۔ میکائیل اس قدسیہ قدرت کے نام مختلف انداز میں یوں آئے ہیں:-

۱۱) مِیْکَا (۲) مِیْکَائِيل (۳) مِیْکَائِيل (۴) مِکَائِيل

یہ لفظ مسندِ درجہ ذیل الفاظ سے مشتق نظر آتا ہے:-

اول۔ مِکَال بمعنی پیالہ نما برتن اس سے مِکَال + ایل بنے گا جو مِکَائِيل ہوگا۔

دوم۔ مِکِیَال بمعنی تقسیم کا پیالہ اس سے مِکِیَال + ایل بنے گا جو مِکَائِيل ہوگا۔

سوم۔ مِکُّ بمعنی کم کرنا، نفی کرنا۔ اس سے مِکُّ + ایل بنے گا جو مِکَائِيل ہوگا۔

مِکَال اور مِکَائِيل ہوگا۔

غرض کہ ایل یعنی خدا کی خصوصی قدرتِ قدسیہ کے ساتھ ان میں سے کوئی لفظ بھی ملانے کے بعد تقریباً یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی یہ مخصوص قدرتِ قدسیہ جو قدرتِ جبریل کو تقسیم کرتی ہے یا اسے اپنے پیالہ تقسیم سے باہر خارج کرتی ہے یا وہ قدرتِ جبریل کی قدرت کو تقسیم نہ کر کے ایک مقررہ حساب اور انداز سے سے آگے پہنچا کر توانائی اور روشنی کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے اس حیرت انگیز نام سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جبریل اور میکائیل کا وجود ایک ہی مقام پر ہے۔ ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جبریل ایک قدرت ہے۔ جو دوسری پیالہ نما قدرت میں محفوظ ہے۔ خدانے قرآن میں اکثر مقامات پر ان دونوں کے نام یکجا لیے ہیں۔ یعنی

جِبْرِيلَ و مِيكَائِلَ - گویا یہ دونوں قدرتیں فطرت کے ایک ہی مقام پر اپنا وجود قائم رکھتی ہیں۔ بہر حال میکائیل کا لفظ بے حد قابل غور اور مزید تحقیقات طلب ہے۔

۳۔ اسرافیل یہ نام بھی دو لفظوں سے مشتق ہے۔

(۱) اسراف + ایل

اسراف کے معنی گھٹانا۔ خرچ کرتے رہنا۔ منفی کرنا اور ایل کے معنی خدا کی مخصوص قدرتِ قدسیہ ہیں۔ گویا اس کے صفاتی معنی منفی کرنے والی مخصوص قدرتِ قدسیہ ہیں۔ جو قدرتِ قدسیہ جبریل سے تقسیم ہو جانے والی قدرت کو منفی کر کے اپنے عمل کو روشن کرتی ہے۔ اور یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے عین مرکز میں ایک عظیم طاقتور اور زبردست قدرت فلاں مقدار میں جمع ہے۔ اور اسے تقسیم کرنے کے لیے ایک اور طاقت اسی کے پاس موجود ہے۔ جس کے طفیل اس عظیم قدرت کی توانائی تقسیم ہو کر اور انسانی نگاہوں کے سامنے روشن ہو کر محض نفی کو پیش کرتی ہے۔ (-) لہذا علم ریاضی کی حکمت سے یہ قدرت منفی کا عجاظ رکھتی ہے۔

۴۔ عزرائیل یہ لفظ مندرجہ ذیل الفاظ کا مشتق نظر آتا ہے:

(۱) عَزْرًا ثَبِيل (۲) عَزْرًا اَيْل (۳) عَزْرًا اَيْل

یہ نام عَزْرًا اور ایل سے بنا ہے۔

عَزْرًا کے معنی مدد کرنا۔ روکنا۔ کسی طاقت کو زبردستی سے کسی کام پر ایک نظام کے تحت متعین کیے رکھنا۔ فرائض اور احکام کو بحفاظت چلائے رکھنا۔ اور ایل خدا کی مخصوص قدرتِ قدسیہ کا نام ہے۔ اس لیے یہ لفظ اصل میں عَزْرًا ایل ہے۔ جس کا مطلب حفاظت اور دفاع کی دو مختلف قوتوں کی ایک مخصوص اجتماعی قدرتِ قدسیہ ہے۔ اس میں چونکہ زبردستی بھی ہے، اس لیے علم ریاضی کے حکمتی اشارات کے تحت اسے ضرب (x) کی خاصیت حاصل ہے۔

غرضیکہ جہاں تک تلاش و تجسس مدد کرتے ہیں یہ چاروں نام عس افی اور عس بی الفاظ سے مشتق ہیں۔ عین ممکن ہے۔ عبرانی زبان میں یہ لفظ عربی زبان سے استعمال ہوا ہو اور فی الحقیقت اصل میں عربی لفظ ہی ہو۔ اکثر علمائے فطرت اور اولیائے کرام نے ان کے دائرہ ہائے اعمال کو چار عالموں پر منقسم کر رکھا ہے۔ یعنی:

۱۔ عالم جبروت

۲۔ عالم ناسوت

۳۔ عالم الشہادۃ اور

۴۔ عالم لاہوت

بہر حال معاملہ خواہ کچھ ہی ہو یہ نام حیرت انگیز طور پر معنی خیز ہیں۔ مزید تشریح کتاب کے باب اول چہارم میں ملاحظہ فرمائیں۔

چہارم

مَلَائِكَةُ کیا ہیں؟

اس سوال کا سلسلہ سوال نمبر ۳ سے وابستہ ہے۔ اور ان دونوں سوالوں کے سمجھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ قدسیہ قدرتیں یعنی جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل فی الحقیقت مخصوص توانائیوں کے منبع ہیں۔ اور ان سے جو صفاتی کردار و اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا نام مَلَائِكَةُ ہے۔ اصطلاحی معانی میں فرشتوں سے منسوب ہیں جو دراصل فارسی لفظ فرستادن سے بگڑ کر بنا ہے۔ گویا اس کے عام معنی بھیجی ہوئی طاقتیں ہیں۔ ملک کے معنی بذاتِ خود طاقت اور قوت کے ہیں۔ ایک طرف قدسیہ قدرتوں کی ترتیب موجود ہے تو دوسری طرف ان کے ملائکہ کی صفیں کار فرما ہیں یوں سمجھئے جیسے ایک ہاتھ کسی چیز کو پکڑتا ہے، لیکن اس میں جو قدرت اس چیز کو پکڑنے کے لیے فی الفور آ موجود ہوتی ہے۔ وہ بذاتِ خود ہاتھ نہیں بلکہ ہاتھ کو حرکت اور طاقت بخشنے والی ایک قدرت ہے۔ اس لیے اس مثال سے یوں سمجھنا چاہئے کہ قدرت بذاتِ خود ایک علیحدہ نوع ہے۔ اور جس عضو یا جسم میں وہ طاقت و حرکت پیدا کرتی ہے وہ ایک علیحدہ نوع ہے۔

خدا کی چار قدسیہ قدرتیں اجسامِ عالم میں اپنی موجوں، روؤں، اشعاع اور کششوں سے حیرت انگیز حرکت حرارت اور طاقت ہم پہنچا رہی ہیں۔ یہی موجیں، رووئیں، اشعاع اور کششیں حیرت انگیز ملائکہ ہیں۔ یہی وہ طاقتیں ہیں جن سے ہمارے نامہ ہائے اعمال اور ہماری شکل و صورت معہ کلام و حرکت قلم بند ہو کر لوح محفوظ کے دفاترِ علیین اور سجین میں محفوظ ہو رہی ہے۔ یہی وہ طاقتیں ہیں جن کو انسان نے اپنے سامنے سجدہ ریز کر رکھا ہے۔ اور آج ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے حیرت انگیز آلات میں کار فرما کر رکھا ہے۔ اپنے ہر کام کا ج میں ان سے ایک طاقت حاصل کی جا رہی ہے۔ اور ہم سب ایک زندہ مخلوق تصور کیے جا رہے ہیں۔ روزِ ازل سے ملائکہ کی سجدہ ریزی اسی غرض و غایت کے لیے عمل میں لائی گئی تھی۔

غور و فکر کے بعد یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات کی سلامتی کے لیے خدا کی ذات و الاصفات نے کہیں

جبریلی ملائکہ، کہیں میکائیلی ملائکہ، کہیں اسرافیلی ملائکہ اور کہیں عزرائیلی ملائکہ کے لشکر کے لشکر پھیلا رکھے ہیں جو اس کائنات کی ہر نوع میں حرکت خیز ہیں۔ ایک ایٹم سے لے کر کائنات کے بڑے سے بڑے کرتے میں ان کا عمل ودخل موجود ہے۔

مردہ اجسام ملائکہ کی طاقت سے گفتگو یا بول چال کر سکتے ہیں۔ اور عناصر میں اپنے اعجاز پیش کرنے میں یہی ملائکہ پیش پیش ہیں (۱۱۱:۶) ملائکہ ہمارے اعمال و کردار اور ہماری گفتگو اور حرکات وغیرہ محفوظ کر رہے ہیں (۸۳:۱۲) اور (۱۹:۶۳) و (۲۰:۴۱) فرشتوں کی پہچان اور ان کو دیکھ اور سمجھ لینا انسان کے بس میں ہے۔ (۲۱:۲۵) فرشتے زیوروں میں پرورش پاتے ہیں (ہر چکنے والی چیز کو جسے انسان اپنی خوبصورتی کے لیے پسند کرتا ہے زیور کہا جاتا ہے۔ نیز یہ زیور اکثر دھات پتھر موتی سے تیار ہوتے ہیں۔ اس لیے ملائکہ کی اکثریت ان اشیاء میں موجود ثابت ہوتی ہے۔) (۱۹:۴۳) کائنات میں ایسے ملائکہ بھی ہیں جو ہمیں اس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ خدا کی طرف سے کسی مخصوص شخصیت پر ان کے لیے تجلیات کا حکم نہ ہو جائے۔ (۲۶:۵۳) جبریل و میکائیل بذات خود ملائکہ نہیں بلکہ ملائکہ اپنی مخصوص اور علیحدہ انواع میں ان کے ساتھ وابستہ ہیں (۲:۶۶) (۹۸:۲) ملائکہ کا کوئی وزن نہیں لیکن اس کے باوجود وہ زمین پر دباؤ ڈال سکتے ہیں۔ نیز زمین پر دباؤ ڈالنے والے باقی ارضی اجسام بھی ہیں جو زمین پر ہر لحظہ دباؤ ڈال رہے ہیں۔ (۲۹:۱۶) قرآن حکیم میں ملائکہ کے مندرجہ ذیل نام صفاتی لکھے ہیں اور ان سب سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان کی بنیاد اور تشخیص فی الحقیقت موجوں، روؤں، اشعاع اور مختلف کششوں سے مماثل ہے۔ مثلاً:-

- ۱۱) مُعَقِّبَاتٌ (۲) مُقَسِّمَاتٌ (۳) مُفَصِّلَاتٌ (۴) مُمَسِّكَاتٌ (۵) مُوَرِّیَاتٌ (۶) نَازِعَاتٌ (۷) نَاشِطَاتٌ (۸) نَاشِرَاتٌ (۹) نَارِقَاتٌ (۱۰) آقَوَاتٌ (۱۱) هُرْسَلَاتٌ (۱۲) مُتَّخِذَاتٌ (۱۳) مُتَّصِلَاتٌ (۱۴) مُسَحَّرَاتٌ (۱۵) مُصَدِّقَاتٌ (۱۶) مُطَوِّیَاتٌ (۱۷) مُعْصِرَاتٌ (۱۸) مُكَدِّرَاتٌ (۱۹) مُلْقِيَاتٌ (۲۰) صَافَاتٌ (۲۱) سَابِحَاتٌ (۲۲) سَابِقَاتٌ (۲۳) مُبَشِّرَاتٌ (۲۴) نَفَقَاتٌ وغیرہ وغیرہ

ان کی تشدیح اور ان کے عام معانی باب چہارم میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگر ہم ان سب الفاظ کے حکمتی معانی کو سمجھ سکیں تو ملائکہ کی صحیح ماہیت کا بخوبی علم ہو سکتا ہے۔ اجتماعی طور پر یہ امر بالکل صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ ملائکہ فی الحقیقت حیرت انگیز موجوں، روؤں، اشعاعی لہروں اور کائناتی کششوں پر مشتمل ہیں۔ جن میں عظیم الشان قوت اور طاقت موجود ہے۔ اور اسی قوت اور طاقت سے کائنات کا نظام و قیام اجسام کی معیشت اور بقا اور ان میں پیغام رسانی اور تخلیق و پیدائش وغیرہ کا حیرت انگیز سلسلہ قائم ہے۔ ان کے علاوہ اگر ملائکہ کی کوئی

86051

68551

اور بھی حکمتی اور فطرتی تشبیح ممکن ہے تو ہم اس کے قائل ہیں۔

کتاب حکمت کے متعلق دو حاضر کے چند عظیم الشان انسائول کے بیانات



حضرت علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

قرآن حکیم! مجھے یقین ہو چکا ہے کہ قانونِ خدا اور امر رب العالمین کی حقیقت تک بہ تمام و کمال پہنچنے کے لیے قرآن حکیم سے بہتر، کامل تر اور صحیح تر آسمانی کتاب اس دنیا میں کہیں موجود نہیں۔ سب آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقت نزول سے آج تک کم و بیش لفظی تحریف کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے الفاظِ وحیِ رُوسے زمین سے کلیتہً زاید ہیں۔ اکثر موردِ وقت کے مطابق رد و بدل وارد ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ خود عاملانِ وحی کو اس حقیقت کا اعتراف ہے بسکین لفظی تحریف کا گناہ عظیم انسان نے کم از کم اس کتاب کے بارے میں تمنا نہیں کیا۔ قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد میں اگرچہ مضوی تحریف ہو چکی ہے۔ اس کا اصل اور نبوی منشا جہلا اور علما کی متفقہ تاویل کے باعث اکثر خبط ہو گیا ہے۔ اس کے معانی پر بے حد شمرعی اور فقہی غلاف پڑ چکے ہیں۔ اس کے کسی ایک امرِ ہم کا الہی مفہوم صحیح طور پر مسلمانانِ عالم کے ذہنوں میں باقی نہیں رہا۔ اس کے اوامر و نواہی پر اعتقاد آج صرف اقوال و انوایہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کو لوگ جو کچھ مان رہے ہیں صرف زبانوں لفظوں چھوڑ کر اور استعاروں سے مان رہے ہیں، لیکن اس کے الفاظِ بعینہ اور بااصلہ موجود ہیں۔ انسان کا بڑے سے بڑا فریب بھی اب ان کو بدل نہیں سکتا۔

مجھے یہ بھی یقین ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم اپنی جامعیت اور مانعیت میں اپنی حُجَّت اور حکمت میں اپنے علم اور خبر میں وہ فقید المثال کتاب ہے کہ اس کا علم انسانی دانست کے ہر ممکن معراج سے بالاتر ہے۔ سب آسمانی کتابیں قانونِ خدا اور دینِ فطرت کے صرف بعض یا اکثر حصوں کو پیش کرتی ہیں۔ مگر یہ نادر الوجود صحیفہ اس کو بہ تمام و کمال

پیش کر رہا ہے۔ انسانی معاشرت تمدن، دنیاوی بہت اور امن، علمی تقدم اور عمران، علمی فوقیت اور اقدام کا کوئی شعبہ نہیں جس کو حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے اس کے اندر مکمل معنی خیز اشارات موجود نہ ہوں۔ تہذیب کے ہر مرحلے میں، عمران کی ہر منزل میں تقدم کے ہر قدم پر یہ کتاب انسان کے لیے سچی رہنما ہے۔ اس کی انگشت لامعہ اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جس طرف بالآخر نقصان ہے۔ اجتماعی ضعف ہے۔ مجموعی موت ہے۔ اس کا بے خوف و خطر حکم اسی صراط مستقیم کی طرف ہے جس پر چل کر امن ہے خلد و بقا ہے۔ نعمت اور عزت ہے۔ اس کا ہر اہم ترین مطمح نظر امتوں کی اجتماعی حالت کی اصلاح ہے۔ لیکن اس مجموعی بست و کشاد کے ضمن میں اُس نے افراد کی شخصی فلاح کا دستور العمل بھی پیش کر دیا ہے۔ (جس کا نام حکمت ہے) اس کو رونے زمین پر بھیجنے والا وہ صاحب علم و خبر اور مالکِ سمع و بصر اور وہ عالم الغیب و الشہادہ ہے کہ بنی نوع انسان کے انتہائی ارتقا کو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پہلے دیکھ رہا ہے۔ صد ہا برس کے گزشتہ واقعات کی سند پیش کر رہا ہے۔ امن کے لوازمات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ خوف کے مقامات سے ڈرا رہا ہے۔ الغرض جو کچھ کہہ رہا ہے قوت اور زور سے کہہ رہا ہے۔ یقین اور وثوق سے کہہ رہا ہے۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صدر مملکت پاکستان

سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم کیوں ضروری ہے؟

ایچی سن کالج لاہور کی عمارت کے افتتاح پر مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۴ء کو فرمایا:

اس وقت پاکستان کو دو اہم مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ عوام میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنا ہے۔ دوسرا سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کرنا ہے۔ ہمارے ہاں صنعتی تہذیب کو کو سنا ایک عام روایت بن گئی ہے۔ اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ انسانی ترقی میں یہ ناگزیر ہے۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ہم نہ تو ان سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں اور نہ ان سے متاثر ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تمام افراد کو بنیادی طور پر مساوی مواقع فراہم ہوں۔ ہمیں نئی نسل کو خدمتِ خلق کے قابل بنانا ہے۔ فکری نکتہ نظر اس لیے ضروری ہے کہ انسان فطرتی طور پر روایت پرست ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں ذہنی جو دم ختم کرنا ہے، کیونکہ جو ہمارے بزرگوں کے لیے مفید تھا وہ

ہمارے لیے نہیں ہوگا۔ ہمیں اپنی اور دوسری تہذیبوں کی اچھی باتوں کو اپنانا چاہئے۔ حکومت نے جو اصلاحات نافذ کی ہیں ان میں سے اہم تعلیمی اصلاحات نافذ کی ہیں کیونکہ قابل افراد کے بغیر معیشت اس منزل تک نہیں پہنچ سکتی جہاں ترقی خود بخود ہوتی ہے۔ ہمیں دس بیس سال میں اتنی ترقی کرنی ہے جتنی دوسرے ملکوں نے کئی نسلوں میں کی ہے۔ بعض لوگوں میں صنعت کاری پر نکتہ چینی کرنا فیشن کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ لیکن ہم تبدیلیوں اور نئے حالات کے تقاضوں سے گریز نہیں کر سکتے۔ اس لیے وقت کی سب سے اہم ضرورت گمنہ روایات کی زنجیروں کو توڑنا ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد پشیرین ایم پی کٹی

سائنس مذہبی عقاید کے منافی نہیں بلکہ قدرتی طاقتوں سے آگاہی اسی سے ممکن ہے۔

پاکستان میں سائنس تعلیم اور ترقی کے ذرائع پیدا نہ کئے گئے تو یہ ایک قسم کی قومی خودکشی ہوگی۔ میں طلباء سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جب یونیورسٹی سے نکل کر عملی زندگی میں قدم رکھیں تو ملک کی خدمت کریں۔ اور سائنسی سرگرمیوں کو ترقی دیں۔ جدید معاشرے میں تعلیم صحت زراعت اور ملکی دفاع اور دوسرے کسی شعبے میں بھی سائنس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سائنسی ایجادات کو بنی نوع انسان کے فائدے کے لیے استعمال کیا جانا ضروری ہے۔ اگر ان ایجادات کو نوع انسانی کی تباہی کے لیے استعمال کیا گیا تو یہ کوئی خدمت نہیں ہوگی۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس ملک میں بعض خود غرض پارٹیاں سائنس کی تعلیم کے خلاف ہم چلا رہی ہیں جس سے سائنس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ مخالفوں کے دو اعتراض ہیں۔ اول یہ کہ سائنس مذہبی عقاید کے منافی ہے۔ دوسرے یہ کہ سائنس ثقافت اور تہذیب کی تباہی کا ذریعہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ سائنس قدرتی طاقتوں سے آگاہی حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں اور اصولاً سائنس کا مقصد نوع انسانی کی خدمت ہے۔ قرآن کی آیات جا بجا یہ پیش کرتی ہیں۔ کہ مظاہر قدرت پر غور و فکر کرو۔ ثقافت اور تہذیب سے متعلق اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سائنس ثقافت کے خزانے میں اضافہ اور زندگی اور کائنات سے متعلق انسانی نقطہ نگاہ میں وسعت پیدا کرتی ہے۔ طلباء کو چاہئے کہ وہ سائنس کی تعلیم کا شرف حاصل کریں۔

ہم نے قرآن حکیم پر بروقت غور و فکر نہیں کیا آج ہم مغربی محاکمات سائنس کو قرآنی خبروں پر منطبق ضرور کرتے ہیں مگر اس کے مزید اشارات کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے



مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ سائنس کے جدید نظریات وغیرہ کو قرآن پر منطبق کیا جائے۔ اس کے باوجود بھی میں ایک بات عرصے سے محسوس کر رہا ہوں۔ لہذا جی نے چاہا کہ اس عنوان پر اپنے کچھ محسوسات قلم بند کروں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کلام پاک ایک روحانی نسخہ ہے اس نے فلسفیانہ مباحث میں کچھ زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا مگر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس قبیل سے بھی کچھ نہ کچھ اشارات ہیں مگر ہم مسلمان ان پر مطلع نہ ہو سکے۔ اور جب سائنس کسی چیز کو دریافت کر لیتی ہے۔ اور ہم کوئی ایسا اشارہ قرآن میں بھی پائیے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ کلام پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔

میں معتزلہ یا نیچر لوں کی طرح سے آیات قرآنی کے توڑنے مروڑنے کا بھی قائل نہیں ہوں، لیکن اگر اسی پُرانے مفہوم کے مطابق جو ہمیشہ سے مسلمان سمجھتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ظاہری الفاظ سے بھی کوئی نئی بات سمجھ میں آجائے تو اس کے اظہار میں کیا نقصان ہے۔ یہ نہ تو تفسیر بالترائے ہے اور نہ تاویل ہے۔ نہ اپنی طرف سے خوا مخواہ مطالب قرآنی میں دخل اندازی ہے۔

یہ تو ہم مسلمان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتوں آسمانوں سے پار تشریف لے گئے تھے۔ اور اس بارے میں جو مشاہدات آپ نے بیان فرمائے وہ بڑے عجیب سے ہیں۔ کوئی انہیں ماننے یا نہ ماننے یا معراج کو بھی نہ ماننے پھر بھی اس واقعہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور قرآن اس امر کا قائل ہے کہ کوئی خاکی انسان آسمانی دنیا میں پہنچ سکتا ہے اور واپس بھی آ سکتا ہے۔ لہذا اگر یہ میں کہوں کہ اسپٹیک اور مینزائل کی کلام پاک سے تائید ہوتی ہے۔ اور احادیث اور مذہب اسلام اس کے جواز کے حق میں ہیں تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔



ہمارے خیال میں محترم الازہری نے علم حکمت و سائنس کو اگرچہ سچے علم کا درجہ دیا ہے لیکن ان کا یہ کہنا کہ
”قرآن نے فلسفیانہ مباحث میں کچھ زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کیا“ — فی الحقیقت عزیز الحکیم

خدا کے بھیجے ہوئے پُر از حکمت و سائنس (وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ) نسخے سے عدم توجہی کا باعث ہے۔ ورنہ اس قرآن حکیم میں انسانی بھلائی اور فلاح کا ہر نسخہ یقیناً موجود ہے۔ — فَهَلْ مِنْ مَّدَاكِرٍ ○
(مؤلف)

میاں فضل حسین سابق چانسلیر پنجاب یونیورسٹی

ہمیں جدید سائنس کو مد نظر رکھ کر قرآن پاک کا مطالعہ کرنا

چاہئے

قرآن انسان کو کائنات کے سربتہ رازوں پر غور کی دعوت دیتا ہے۔ جدید سائنس کو مد نظر رکھ کر کلام پاک کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔
(نوائے وقت ۱۹ اپریل ۱۹۶۶ء)



جو عالم ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد

ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ
(اقبال)



قرآن فیصلہ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا
ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَجْزَاءُ فَوَیْلِ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ النَّارِ ○

ترجمہ

اور ہم نے آسمان و زمین اور ان دونوں میں جو کچھ موجود ہے باطل ہرگز پیدا نہیں کیا۔ یہ ظن تو محض کافروں کا ہی ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی افراد کے لیے جو اس حقیقت سے کفر کر رہے ہیں، آگ کا جہنم مخصوص کر دیا گیا ہے۔

(قرآن حکیم)

کاستہ گدائی میں ایک نایاب

عظیہ



درہ حق مشعلی افرودیم
ماکہ یک پایان از احسان او

دین فطرت از نبی افرودیم
این گہراز بحر بے پایان او



بَلِّغِ الْعِلْمَ بِاللِّسَانِ

كشفت اللہ بحجج البیان

کشف جمع حصا اللہ

صلوات علیک اے اللہ



میں ایک بے علم اور کم فہم شخص تھا لیکن اپنے قور کے علوم جہالت پر میرے آنکھ سے نکلے ہوئے
آنسو اور دل حزیب سے نکلے ہوئے چند آہیں کائنات کے اندھیروں کو پار کر کے خلائے
تعالیٰ کے حضور تکے جا پہنچیں اور میرے سبب و بصیر اور افشرہ میں خدا کے طرف سے ایک
نئے روح پھولنے لگے جو مجھے قرآن حکیم کے میدانوں، صحراؤں، پہاڑوں،

عزیز عزیز عزیز

اور سمندروں اور خلائوں میں کشان کشان لیے پھرتے تھے۔

تعارف

آج لے دے کائنات میں ایک ہی ایسی کتاب اللہ موجود ہے جو لفظی تحریف سے محفوظ ہے۔ اس کا نام قرآن عظیم ہے جس کے متعلق مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما اور مفکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: **إِنَّ اللَّهَ يَذْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخِرِينَ**۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے بہت سی اقوام کو رفعت و عروج بخشیں گے اور کئی دوسری اقوام کے لیے اسے پستی کا سبب بنا دیں گے۔ اس پیش گوئی کا مطلب صاف یہی تھا کہ جو قومیں اس کتاب کو حکمت و سائنس کا ماخذ تصور نہ کریں گی اور بے عمل اور غیر صالح رہیں گی۔ خواہ وہ زبانی اور لفظی طور پر اسے صحیح کیوں نہ سمجھتی ہوں۔ وہ سب پستی کی طرف یقیناً لوٹ جائیں گی جس طرح کہ آج اقوام مشرق کئی صدیوں سے پستی سے ہم کنار چلی آ رہی ہیں۔

ہم جب دیکھتے ہیں کہ ایک خشک تنکے ہوا کے معمولی جھونکے سے اڑ کر اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ حیوان اپنی بقا کے لیے نہ صرف اپنے خورد و نوش کی تلاش کرتا ہے بلکہ اپنے وجود کے قیام کے لیے ایک مسلسل جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ ایک درخت کو اگر پانی نہ ملے اور اسے طوفانوں سے بچایا نہ جائے تو وہ اپنی ہستی کھو بیٹھتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انسان جس کے ورثہ حیات میں تسخیر کائنات کا عظیم لکھا گیا ہے۔ اور جس کے مد مقابل حوادث عالم ہی نہیں بلکہ خدا کی پیدا کردہ ایک خفیہ شیطانی قدرت بھی ہر لحظہ اسے سلامتی کی راہوں سے بھٹکانے اور ہر آن گمراہ کر دینے پر تلی ہے۔ کیا اس کی اس پرخطر لیکن امید افزا حیات کے لیے حفظ و امن اور سلامتی کی راہوں کی تلاش ضروری نہ ہوگی۔ انسان اس زمین کی تمام مخلوق میں سے ایک بہتر اور افضل نوع ہے۔ اس لیے اس کے لیے یہ امر اور بھی اہم ہے کہ وہ ہر آن اس کائنات میں افضل اور بلند ترین مخلوق ہی بن کر رہے۔

اندریں حالات انسان کے لیے اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کی خاطر ہر لحظہ دو اہم کردار کو زندہ رکھنا نہایت ضروری نظر آتا ہے۔ یعنی سلامتی کی راہوں پر گامزن رہنا اور امن و استحکام کے وسائل کو صبر پریم سے برقرار رکھنے کی جد

وجہ میں لگے رہنا۔ ان دوراہوں کے نام کتابِ خدایں یوں لکھے ہیں:

اَوَّلُ: اسلام۔

دُوم: ایمان۔

اسلام کے معنی سلامتی کی تمام راہوں کو تسلیم کر لینے کے ہیں۔ اور ایمان کے معنی امن و استحکام کے تمام وسائل کو ہر آن قائم رکھنے کے ہیں۔ اور یہ دونوں کردار نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ يَتُّوَائِهِ سُبُلَ السَّلَامِ

ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف حیرت انگیز نورانی توانائیاں اور کائناتِ فطرت آچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ

ان دو عظیم الشان عطیات سے سلامتی اور حفظ چاہنے والوں اور امن و استحکام کی راہوں کو تلاش کرنے

والوں کے لیے رشد و ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔"

یہ نور اور صحیفہ فطرت فی الحقیقت معنی خیز نام ہیں۔ نور صرف روشنی یا اجالے کا نام قطعاً نہیں اس میں وہ حیرت انگیز قوتیں اور توانائیاں سب شامل ہیں جن سے کسی نوع میں کوئی عظیم الشان حرارت، حرکت اور قوت موجود ہے اور کتابِ مُبِين کسی لفظی اور صرفی مسطور کتاب کا نام نہیں بلکہ خدا نے اس لفظ کو صحیفہ فطرت سے منسوب فرمایا ہے جو محض کائنات ہے۔

صحیفہ فطرت یعنی کائنات کے متعلق قرآن حکیم پھر یہ اطلاع ہم پہنچاتا ہے۔

وَ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِذَا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَ اِنَّهُ فِيْ اُمْرِ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيَّ

حَكِيْمٌ ۝ اَنْضُرِبْ عَنْكُمْ الَّذِيْ كَرِهْتُمْ اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ (۵: ۴۳)

ترجمہ: "یہ روشن کتاب یعنی صحیفہ فطرت اس امر پر شاہد ہے۔ (یا اس صحیفہ فطرت کی قسم) ہم نے (اس کائنات کو واضح کرنے

کے لیے) عربی زبان کے قرآن کو (عربی لباس پہنا کر) اس لیے بنایا ہے تاکہ تم (اس کے طفیل صحیفہ فطرت میں

غور و فکر کے بعد) عقلمند بن جاؤ اور بلاشک و شبہ یہ سارا سارا قرآن ایک اُمْرُ الْكِتَابِ (یعنی تمام کائنات کی مخصوص

کتاب) میں موجود ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ اور جو بے شک نہایت بلند پایہ اور پُر از حکمت و سائنس کتاب ہے۔

تو کیا اگر تم اس سے غفلت برت کر حد سے نکل جاؤ تو یہ ممکن ہے کہ ہم بھی تم کو نصیحت کرنے سے باز رہیں گے"

گویا خدا نے کائنات کو گواہ بنا کر اور اس کی قسم اٹھا کر قرآنِ عظیم کی حکمتوں کو بھی اس اتم الکتاب کی حکمتوں میں سمو

دیا ہے اور انکشاف فرمایا کہ وہ اتم الکتاب یعنی تمام کائنات کی کتاب تو فی الحقیقت بے حد بلند پایہ اور حکمت و سائنس

سے پُر ہے۔ یہ اعلان فرما کر نوعِ انسانی کو اُس پر غور و فکر اور اس کی حکمتوں سے کچھ سبق اور نصیحت حاصل کرنے

(ذکر) کی دعوت بھی حیرت انگیز طور پر دی ہے۔

ایک اور مقام پر کتاب میں کی تشریح خدا نے یوں فرمائی ہے:

وَلَا رَيْبَ وَلَا يَأْسَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

یعنی یہ قرآن حکیم جس امر کتاب یا صحیفہ فطرت کا ویسا چہ ہے۔ اس میں تو ہر خشک و تر وجود قطعاً طور پر موجود ہے۔

گویا کتاب میں فی الحقیقت یہی صحیفہ فطرت ہے جس میں کہیں سمندر موجیں مار رہے ہیں تو کہیں لاتعداد خشک و تر کڑے اور ان کی مختلف مخلوقات جا بجا پھیلی ہوئی ہے۔ اُس میں لاتعداد موجیں، روئیں، اشعاع اور کششیں نور خدا کو پیش کر رہی ہیں۔ جن سے ہر جسم میں توانائی اور طاقت پہنچ رہی ہے۔ اسی نور اور اس کی حیرت انگیز توانائیوں سے امن و استحکام کے وسائل کا حصول آسان تر ہے۔ اسی نور سے سمع و بصر اور آفتہ کی گریں کھلتی ہیں۔ اور اسی نور کے طفیل انسانی عقل و دانش حیرت انگیز ایجادات اور مصنوعات کی طرف لپکتی ہے۔ مزید برآں پتہ چلتا ہے کہ انسانی ارتقا کے لیے صرف یہی راستے مختص ہیں کہ قرآن حکیم میں غور و فکر کے بعد نور کی جلو توں اور تجلیوں میں کائنات کا کھوج لگایا جائے۔ اُس کی عظیم صنعتوں کو بچشم خود دیکھا جائے اور پھر اسی نور کے طفیل نوع انسانی حیرت انگیز ایجادات تخلیق میں لاکر اپنی سلامتی اور حفظ و امن کے اسباب پیدا کرے۔ گویا قرآن حکیم صرف اسلام کے راستے دکھاتا ہے۔ نوع انسانی عقل و فکر میں جلا پیدا کرتا ہے۔ اور کائنات انسان کو ایمان کے راستوں پر کشاں کشاں لے جا رہی ہے۔

قرآن حکیم میں پھر یہ ارشاد یہی ثابت کرتا ہے :

۳۲ = آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں علم و دانش والوں کے لیے ضرور

بالضرور کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرت

خدا کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

اور بالآخر جب کسی معاملہ میں وہ تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پکار اٹھتے

ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ان تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنا یا پاک ہے

تیری ذات۔ پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچائے رکھ۔ (۱۹۱: ۳)

قرآن حکیم کے ان واضح حقائق سے یہ اشارہ صاف ملتا ہے کہ حق کا طلب گار اور سلامتی کی راہوں کا مسافر

جب تک زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کی مختلف النوع خلقتوں کی پیدائش کی تک نہ پہنچ جائے گا۔ اپنی منزل کو طے

نہ کر سکے گا۔ یہ پیغام صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ کیونکہ ہمارے رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم (سَاقَاةَ الْبَلَّاسِ) یعنی تمام انسانوں کے پیغمبر ہیں۔ اور اسی نبج سے وہ رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ بھی ہیں۔

اس عظیم منزل کو طے کرنے کے لیے محض نوع انسانی ہی مامور ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تنکا ڈھرا کرنے کے لیے سلیقہ، طاقت اور فن درکار ہے۔ ایک پہاڑ کو تہ و بالا کرنے کے لیے بڑے بڑے اونٹن اور بے اندازہ طاقت و ہمت درکار ہے۔ تو پھر کائنات کے نور و ظلمت میں تیرنے والے لاتعداد کڑوں اور ان کی خلقتوں کو بچشم خود دیکھنے کے لیے کسی اور کسی طاقت، کسی ہنر اور کسی فن کی ضرورت لاحق نہ ہوگی۔ بتلائیے یہ پرخطر اور دشوار گزار منزل کیونکر طے ہوگی۔ نیز خلاق عظیم تعالیٰ کی قدرتوں تک پہنچنے کے لیے کس قسم کے وسائل کی ضرورت ہوگی۔ ذرا بھی توجہ دی جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے ہمیں کائنات کے عناصر کا علم حاصل کرنا ہوگا۔ کیونکہ خدا نے کائنات کی ہر چیز کو عناصر کی حیرت انگیز ترتیب و ترکیب سے بنایا ہے۔ پھر خدا نے عظیم تعالیٰ کی ذاتی قدسیہ قدرتوں کی تحقیقات کرنا ہوگی۔ کائنات میں اُن کا عمل و دخل دیکھنا ہوگا۔ اس کے بعد کائنات کی ماہیت اور اس کے علل و اسباب کو زیر نظر رکھنا ہوگا۔ عناصر سے مختلف مادوں نیز اُن کے جوہروں اور خلیوں کو دیکھنا ہوگا۔ پھر کہیں لاتعداد فلکی کڑوں، شمس و قمر اور الارض کی تخلیق کے نظریات سامنے آئیں گے۔ اور انسانی تخلیق حیوانات، جمادات اور نباتات کی تخلیق کے مسئلے ذہن رسا کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور انسان کو اپنی ذاتی طاقتوں، اہلیتوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا وقت آئے گا۔ یہی وقت انسان کے لیے ارتقائی منزلیں طے کرنے، حفظ و امن کے راستوں کو واضح گف کرنے اور حکمت و سائنس کے محاکمات اور نظریات سے دوچار ہونے کا وقت ہوگا۔

ہم نے حتیٰ الوسع اس کتاب کی ترتیب ان مخصوص نظریات کی درجہ بندی پر رکھی ہے۔ قارئین جا بجا دیکھیں گے کہ ہم نے اپنی علمی بساط کے مطابق حتیٰ الامکان ان محاکمات پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب فطرت اور قرآن حکیم کی روشنی میں کئی ایسے مسائل کا حل پیش کیا ہے جو آج تک آیاتِ محکمات اور آیاتِ تشابہات کی وجہ سے انسانی نگاہوں سے اوجھل رہے ہیں یا جن پر علمائے فطرت (خواہ وہ مغربی ہوں یا مشرقی) کی تحقیقات بے دم ہو کر رہ گئی ہے یہیں یقین ہے کہ مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور دیگر انسانوں کے لیے بالعموم یہ کتاب نہ صرف مشعلِ راہ کا کام دے گی بلکہ قرآن حکیم اور صحیفہ فطرت پرستے انداز سے غور و فکر کے لیے مسلمانوں میں ایک جدید علم فقہ کی بنیاد قائم کرنے میں بنیاد کا کام دے گی۔ یہ تک و دو نہ صرف عمل و کردار کے راستے ہموار اور روشن کرے گی بلکہ قرآنی علوم و فنون کے چشموں کو پھر رواں دواں کرنے میں ایک سعی پیہم ثابت ہوگی۔ ہم اس حقایق افروز کتاب میں قرآن عظیم کو نہ تو شاعرانہ نقطہ نظر سے بلوغ اور نہ موجودہ دور کے مشہور علم ادب کے تحت پُرماز ادب کتاب ثابت کرنے کا کوئی معمولی سا اشارہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بلکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ خدا نے خود جمید، عظیم اور حکیم کے حیرت انگیز الفاظ استعمال فرمائے ہیں تو ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس قرآن کو عبید، عظیم اور حکیم ثابت کر کے اس کی تجلیات کو نوع انسانی کے لیے عام کر دیں۔ اسی کے درس سے فلکی کڑوں کی سیر کے قابل بن کر اسے عظیم ثابت کر دیں۔ اس کے معارف کو سمجھ کر جمید اور اس کی لائقناہی

حکمت و سائنس کو اپنا کرا سے الحکیم ثابت کریں :-

ہم نے اس کتاب میں حتی الوسع یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس قرآن عظیم و حکیم میں جبکہ آیاتِ حکمت کے ساتھ ساتھ آیاتِ متشابہات بھی موجود ہیں تو ہمیں آیاتِ متشابہات اور آیاتِ حکمت کی تلاش اور ان کے سمجھنے کے لیے علماء اور فقہاء کا ایک تحقیقاتی بورڈ قائم کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ آیات یومِ قیامت تک اپنے سرستہ رازِ نوعِ انسانی پر افشا کرتی رہیں گی جوں غور و فکر ہوگا۔ حتیٰ کی تلاش نئی منزلیں پیش کرے گی۔ ان آیات میں ہی حکمت اور علمِ فطرت کے عظیم الشان راز پنہاں ہیں۔ اس لیے جب تک قرآن حکیم و عظیم کے سمجھنے کے لیے جدید اسلامی فقہ کی بنیاد ٹھوس نظام کے تحت نہ رکھی جائے گی۔ کائنات کی کن فکاں اور تسخیر کائنات کی دشوار گزار منزل کیوں کر عبور ہوگی۔ یہی بورڈ اس جدید فقہ کی تدوین کر سکے گا۔ اور حکومت کے مالی وسائل اس کے لیے وقف ہوں گے۔ حکمت کی تحقیقات کے لیے یہ ادارہ خود مختار اور آزاد ہوگا۔

جب قرآن حکیم کی ہر آیت ایک اعجاز اور نشانِ منزل ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتابِ خدا فی الحقیقت حکمت و سائنس پر اور نوعِ انسانی کے ضابطہ حیات کے متعلق ایک مکمل اور بلا شک و شبہ معجز نام کتاب ہے۔ اس کے علوم و فنون کا دائرہ عمل فلک الافلاک کی بلندیوں اور تحت الشری کی اتھاہ گہرائیوں تک وسیع ہے۔ اور جو کچھ اس کائنات میں غیب اور الشہادہ ہے۔

اسی عظیم کتاب کی وساطت سے انسانی مقدر کی رسائی وہاں تک ممکن معلوم ہوتی ہے۔ جو واضح اور لطیف اشارے اس ضمن میں کتابِ خدا سے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس قدر عظیم اور حیرت انگیز نظر آتے ہیں کہ بالآخر یقین ہو جاتا ہے کہ انسان اس کارخانہ فطرت پر کیونکر حاوی اور معرفت کردگار کی تلاش کے بعد اپنے آپ کو خلیفۃ الارض ثابت کر دینے میں کیونکر حتی بجانب ہے۔

ہم نے حتی المقدور خداوند تعالیٰ کی براہِ راست قدسیہ قدرتوں اور ان سے اخراج پذیر توانائیوں، کائناتی کڑوں پر ان کا عمل و دخل نیز دیگر موجودات پر ان کے حیرت انگیز اور معجز نامہ اعمال کی تحقیقات پر بھی اشارات پیش کر دیئے ہیں جو بالکل نئے اور قابل غور و فکر ہیں۔ حتی الامکان یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ کائنات کے ایک حقیر ذرے یعنی ایٹم سے لے کر بہت بڑے کڑے تک اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُورٍ دُرٍّ كَمَشْكُوٰةٍ کا عظیم الشان حکمتی محاکمہ بے مثال اور پختہ تر نظام کے ساتھ قائم ہے۔ ایک حقیر ذرے یعنی ایٹم میں شمس و قمر کارزار اور کائنات کے ہر شمسی نظام کی گردش اور ان کے محاکمے میں اُسُو السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کا حیرت انگیز توانائی نظام کار فرما ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں کہیں شَجْحٌ کا لفظ آیا ہے صاف طور پر کائناتی عناصر پر دلالت کرتا ہے اور جہاں نفس کا لفظ آیا ہے وہاں ایک زندہ ذرے یا ایٹم کو پیش کرتا ہے۔ قتلِ نفس اور انشقاقِ نفس کا مطلب بھی صاف طور پر یہی ہے کہ ایٹم

کو عنصر سے ایٹمی بھٹی میں بنانا یا انشقاق ایٹم کا عمل کرنا مقصود ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے جب اپنی حکمت و سائنس کی اساس عناصر اور ان کے مادوں کی ترتیب و ترکیب پر قائم کی ہے تو انسان کے لیے بھی صحیح طریق کار قائم ہے کہ وہ بھی اپنی حکمت و سائنس کی بنیاد خدا کے تخلیق شدہ عناصر کی ترتیب و ترکیب پر قائم کرے۔ خلک قدرتوں کو ایک کے ساتھ دوسری اور پھر تیسری کے ساتھ چوتھی کو پیوست کر کے اس کائنات میں وہ بھی خالق اور موجد کا عظیم الشان لقب حاصل کرے۔ یہی وہ سر عظیم ہے جس کے سر بستہ راز کو دانشگاہ کرنے کے لیے نوع انسان کی تخلیق معرض وجود میں لائی گئی۔ ورنہ انسانی وجود سے پہلے خدا تو ایک "کُنْتُ كُنْزًا مَّخْفِيًا" کے مصداق تھا۔

جو عظیم تر حکمت ہمیں اس کتاب کے پیش کرنے میں نظر آئی محض یہی تھی کہ آج روئے زمین کے مسلمانوں میں احساس غور و فکر اور وہ عظیم الشان فقہ و فلسفہ کائنات سر اسر مفقود ہو چکا ہے۔ جس کے متعلق خدائے حکیم نے بار بار ہدایت فرمائی۔ آج مسلمان قوم اجتماعی طور پر جاہل مطلق اور علم خدا سے بے نور اور کما انوار اس لیے ہے کہ کئی صدیوں سے اس کے سمع و بصر اور اندازہ رنگ آلود اور ناکارہ برآئے بن چکے ہیں۔ اس کی کوئی رگ اور رگ کی کوئی حس ایسی باقی نہیں رہی جس سے اپنی فنا اور بقا کا جائزہ ہی لے سکے۔ اپنی سلامتی اور حفظ و امن اپنے روحانی کردار اور تجلیاتی اعمال کوئی مظاہرہ ہی کر سکے۔ ایجادات اور فطرت و تخلیق کی جس درگاہ میں اُس نے صدیوں پہلے زانو ادب تہ کیے تھے آج خالی اور بے کیف پڑی ہے۔ علم و حکمت کا جو سورج کبھی مشرق کی جانب سے ہویدا ہوا کرتا تھا۔ آج اپنی تجلیات اور انوار کے ساتھ مغرب کی دل فریب وادیوں سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور غالباً رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اُس اطلاع کے مطابق ہم ان رُوح فرسا اور جگر پاش حالات کو اُمتِ مسلمہ کی قیامت پر منطبق کرنے پر اسی لیے مجبور نظر آتے ہیں۔

کیا اس اُمتِ موحیہ پر یہ دل خراش منظر ہمیشہ طاری رہیگا؟ کیا مسلمان قوم پھر زندہ نہ ہوگی؟ اور کیا یہ جبریلی اور مرکزی اُمت پھر اپنے آپ کو اس قابل نہ بنا سکے گی کہ از سر نو اپنے آپ کو تجلیاتِ خدا کا مرکز بنا دے۔ اور علم و ہنر کی موجِ سلسبیل ایک بار پھر کثافتِ عالم میں رواں دواں کر کے اپنے آپ کو کم از کم اس قدر مامون و مصنون نہ بنا دے جس طرح کہ آج مغربی اقوام اپنے وسائل اور علمی تغلب کے ساتھ تمام اقوام عالم پر مسلط ہیں۔ مسلمان قوم فی الحقیقت ایمان یعنی گہوارۃ امن و امان کا ادعا رکھتی ہے۔ اور دنیا بے جہاں کی سلامتی کا اعلان کرتی ہے۔ لیکن جب ہم مغربی اقوام کے اس بے ہنگام فرعونی تسلط اور امن و تخریب سے آمیزش زدہ سائنسی غلغلہ کو جو آج ان کے صریح طور پر غلط انداز فکر اور فی الحقیقت غیر فطرتی اقدار کی پیداوار اس لیے ہے کہ اُس میں دنیا کے حفظ و امن کے لیے کوئی مقام نظر نہیں آتا۔ دیکھتے ہیں تو امن کے دھندلکے میں سوائے فتنہ و فساد کے کچھ نظر نہیں آتا۔

مغرب کے اس برعکس تخیل کے فساد نے خدا کی کائنات کو لکپکار کھا ہے اور انتظار ہے کہ خدائی طاقتیں خلاق عظیم تعالیٰ سے کوئی حکم ایسا لے کر نہ اتر آئیں جس سے یہ دلفریب سز زین آن واحد میں بھسم ہو جائے۔

ادھر علم اور عمل و کردار میں جب مسلمان قوم ایک عضو معطل اور ناکار برابر ایک فساد انگیز اور فتنہ پرور وجود زدہ منتشر اور غیر متحد عنصر بن چکی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ایک طرف جلا دقروں میں اپنے آلات ظلم و ستم کو اٹھائے آگے بڑھ رہی ہیں تو دوسری طرف چند زندہ درگور قومیں ان کے خوف سے تحت اثری کا رخ کیے نہایت تیزی سے آگے دوڑ رہی ہیں۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں ان خوف زدہ قوموں کے لیے ایک ایسی لگن کا سامان پیدا کر دینا جس میں ان کی بقا و حیات صاف نظر آجائے کوئی بے کار اور ناکار برابر عمل نہ ہوگا۔ ہم اس کتاب کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کو کتاب خدا کے حیرت انگیز انکشافات پیش کر رہے ہیں بلکہ ان کے لیے عمل و کردار کے لامتناہی اور وسیع و طویل میدان سامنے لارہے ہیں جن میں ان کی جو لانگاہ عمل کی حدود اور ان کے فہم و ادراک کی منزلیں ختم نہ ہوں گی حضرت لقمان علیہ السلام کی طرف سے اپنے بیٹے کو کلمات اللہ کے نہ ختم ہونے والے درس کو پیش نظر رکھ کر مسلمان قوم جب تک ایک صبر آزما مجاہد سے اور مسلسل اور پیہم علمی و عملی جدوجہد کے طلسم انگیز چٹھے سے اپنی پیاس نہیں بجھائیگی۔ خدا کی حکمتوں اور اس کی تجلیات کو اپنے آپ پر نہ چھوڑ کر لینے پر کیونکر قادر بن سکے گی؟

غرضیکہ ہمارا مدعا اس کتاب کو پیش کرنے سے خالصتاً یہی ہے کہ دنیائے اسلام میں نئے انداز سے ایک حیرت انگیز عمل کی چنگاری سلگا دی جائے۔ پھر اسے اور ہواد سے کر ایک شعلہ جو الہ بنا دیا جائے جو دنیائے کفر و شر، فتنہ و فساد اور انکار حق کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس شیطانی کردار کو قیامت سے پہلے پہلے بھسم کر دے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اسلام کی شراب ناب اور ایمان کا دلولہ انگیز حفظ و امن خوف زدہ اور بے آسرا اقوام عالم کو مل کر رہے اسی غرض کے لیے اس کارگاہ سعی و عمل میں لاکھوں انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اور یہی مقصد و حید ہر سچی قوم کا ہونا ضروری ہے۔

ہم نے قرآن عظیم کی چند آیات حکمت اور چند آیات متشابہات کی تفسیر جابجا اس کتاب میں پیش کی ہے۔ مثلاً معجزہ شق القمر کے ذریعے الامراض کی تخلیق، نفس کی ماہیت، روح کا اعجاز، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد۔ ایٹمی توانائیوں کی ترتیب اور ان کے راز۔ مغربی ایٹمی محاکمات کا ابھی تک نامکمل ہونا۔ عناصر کے حیرت انگیز علمی اعداد و شمار اور ان کے معجز نما کارنامے قاب قوسین اور مقام محمود کی حقیقت سَبْعًا مِّنَ الْمَثَلَاتِ کی حیرت انگیز تشریح اور حقیقت تَبٰرکَ تَبٰرکَ اور لیلۃ القدر کی مدت کی حیرت انگیز تشریح اور اس ارضی دنیا پر خدا کی پہلی وحی جو نوع انسانی پر نازل ہوئی اس کی میعاد۔ خدا کی دی ہوئی ارتقائی مدتوں کی تعیین و تشریح۔ سُورَةُ الطَّارِقِ اور سُورَةُ الشَّمْسِ کی حکمتی تفسیر، رنگ و آہنگ کی مماثلت اور ان کی تشریح۔ الفرقان، الانسان

اور الشیطان کی تین مزید حیرت انگیز توانائیاں اور ان کے دائرہ ہائے اعمال کی تشریح، ایسی نظریہ میں پروٹان، نیوٹرون اور الیکٹران کے بالمقابل خدائی یا اسلامی نام اور ان کے ساتھ ایک چوتھی قدرت سلطان جس کا نام انگریزی میں — SOULTRON (سولٹران) موزوں ہے کی حیرت انگیز تشریح۔ یہ ناقابل انکار محاکمہ نہ صرف علمائے فطرت کو حیرت میں ڈال سکتا ہے۔ بلکہ یقینی امر ہے کہ قرآن حکیم کے اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد ایسی تحقیقات کے تمام محاکمات و نظریات پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں وغیرہ وغیرہ۔

ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہمارے علمائے کرام اور علمائے فطرت یعنی سائنسدانوں کے لیے تحقیقات کے کئی میدان سامنے آجائیں گے۔ جو ان کی نگاہوں کو خیرہ اور مسلمانان عالم کے دلوں میں ایک نیا عزم ایک حیرت انگیز سرور اور عمل کی ایک نئی روح چھونکنے میں طلسماتی اثر پیدا کیے بغیر نہ رہیں گے۔ اس کتاب کی غرض و غایت مسلمانان عالم کو محض عمل اور تحقیق کی اسی منزل دکھا کر ایجادات کی نئی دنیا سے روشناس کرانا ہے۔ خدا کرے ہماری محنت ٹھکانے لگے۔ اور خداوند عالم کی نوازش اور کرم نوازی سے یہ قوم اس راستے پر گامزن ہو جائے۔

اس کتاب کی تحریر بظاہر بے ربط اور اخباری نظر آئے گی۔ اس میں ادبی غلطیاں بھی ہوں گی۔ لیکن اگر اس کا شروع سے لے کر آخر تک کامل غور و خوض سے مطالعہ کیا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ اس کی ہر سطر اور اس کے ہر عنوان میں کچھ نہ کچھ معانی خیز باتیں اور قرآن حکیم کی حکمتیں ضرور نظر آئیں گی۔ آفرینش سے انتہا تک فطرت خداوندی کی ایک حیرت انگیز ترتیب نظر آئے گی۔ ہم اپنی علمی بے مائیگی کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ اپنی علمی استعداد کے مطابق اور تحقیقاتی کاوش کے صلے میں قرآن عظیم و حکیم سے حاصل ہو سکا اسے قلم بند کر کے یہ اُمید وابستہ رکھی کہ مریض قوم کے لیے اس دور میں یہ پہلی خوراک (DOZE) ہے۔ ممکن ہے کہ اس میدان میں آنے والا دور اپنے قدم جمالے اور اس اجڑی ہوئی دنیا کو اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت سے نہال کر دے۔

وَقَاتِلْ فِئْتِيِ الْاِدِّ بِاللّٰهِ -

خاکسار

غزیرہ زینبی

سرگودھا

۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء



صغیر احمد خان شروانی
لاہیاں ضلع جہنگ۔

حكمة القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

باب اول

اللہ تعالیٰ نے کیا پیش کیا اور نوع انسانی کو کیا حاصل ہوا

خداوند تعالیٰ کا قرآنی نام اللہ ہے وہ فی الحقیقت اس لئے لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ ہے کہ وہ اشیاء یعنی عناصر کا خود خالق ہے۔ اور اس کا وجود ہر عنصر کی ابتدا سے ماورا ہے۔ لیکن کائنات اور اس کی ہر چیز خدا کی عظیم الشان عناصری صنعت سے معرض وجود میں آئی۔ اور چونکہ ہر ذی روح مخلوق عناصر سے بنی اس لئے کوئی باشعور سے باشعور نوع کسی عنصر کو از خود پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ خدا کی مثال کسی توانا سے تو انما عنصر کے ساتھ نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہ سب سے توانا اور اقدار توانائی میں سب پر غالب ہے لہذا وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اسی لئے ہے کہ ہائیڈروجن کے اولین عنصر سے لیکر یورانیم کے آخری پائیدار عنصر اور ان کے علاوہ تمام ناپائیدار عناصر تک یعنی اس کائنات کے تمام عناصر پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ دعویٰ اس لئے ہے کہ عناصر میں بذات خود بے پناہ طاقتیں موجود ہیں۔ لیکن خدا کی طاقتیں ان سب کی طاقتوں پر بے اندازہ قوت و قدرت رکھتی ہیں

اسی نے ہر عنصر کو ایک مقررہ اندازے کے ساتھ پیدا کیا۔ اِکُلُّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (نہیں بلکہ اسی نے خود ہر عنصر کو پیدا کر کے اس میں ایک حیرت انگیز مخصوص اندازہ قدرت بھی مقرر فرمایا۔ وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَعَدًّا سَاۗءًا تَقْدِیْرًا) اسی نے تمام عناصر کو کمال حکمت سے منبسط اور متحد الاصل بنا دیا (اَتَقْنٰ کُلَّ شَیْءٍ) نہیں بلکہ اسی نے ان عناصر کو پیدا کر کے اپنے علمی کمال کا مظاہرہ بھی کیا (اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ) اُس کے ہاں ہر عنصر کا وزن مخصوص اور مقدار کمیت بھی مقرر ہے۔ (کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَنَا بِمَقْدَارٍ) نہیں بلکہ اُن عناصر کے توانائی اعداد اور نمبر شمار کی درجہ بندی

بھی ان کی کیفیت اور وزن کے مطابق کمال حکمت و سائنس سے خود اسی نے مقرر کر رکھی ہے۔ (وَاحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا) لہذا اسی انداز سے وہ فی الحقیقت علیٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے۔

اس حیرت انگیز کائنات کی تخلیق محض عناصر اور ان کی پراسرار توانائیوں سے معرض وجود میں آئی۔ خدا کی لفظی ترتیب میں پہلے ظلمت اور پھر نور اور پہلے موت پھر حیات ثابت ہوتی ہے۔ عناصر اور ان کی تاریک دنیا میں نور اور توانائی کی کرنیں بھوٹ اٹھیں اور اجسام موت سے نکل کر حیات سے بنگلیہ ہوتے گئے۔ غیب۔ تحناتون مَقَالِيدُ - مِيرَاتُ - مَلَكُوتُ - بَدَائِعُ - جَنُودُ اور مُلُكُ اپنے اپنے مقام پر قائم ہوتے گئے۔ یہ تمام کمالات خدا عناصر اور ان کے مادوں کے طفیل معرض وجود میں آئے۔

وہی حقیقی معنوں میں اللہ ہے کائنات کی ہر نوع کی عبودیت نوکری چاکری اور سچی ملازمت اسی کے حضور میں جانز ہے کیونکہ وہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس قدر نگرانِ اعلیٰ اس قدر بیدار اور ہمیشہ کے لئے زندہ و پائندہ اس لئے ہے کہ اُس نے اس دلفریب کائنات کو بنا کر اس کی ہر لحظہ حفاظت اس کے رزق کا انتظام اُس کی پرورش اور بقا اس کے قیام اور نگہداشت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ (أَلْحَى الْقَيُّومُ) اسی لئے تو اسے غفلت چھو سکتی ہے۔ اور نہ نیند ہی آتی ہے۔ کیونکہ اُسے کائنات کی انتہائی طور پر نگہبانی مطلوب ہے۔ (لَا تَأْخُذُكَ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ) آسمانوں زمینوں اور ان کی تمام مخلوق اُس کے نظام قدرت کے تابع ہے۔ (لَا مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) مخلوق کی اس انتہائی عاجزی اور بے چارگی کی وجہ سے کسی ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ مخلوق کو یارا نہیں کہ اس کے دربارِ اعلیٰ میں استحقاق فیض کا دم مار سکے۔ ہاں جسے اُس کے حکم سے قربت و منزلت کا حق مل جائے تو اور بات ہے۔ (مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ اِلٰهٍ بِاِذْنِهٖ) اس کا رگاہ کسب و عمل میں کسی قربت و مرتبت کا علم فقط اسی کو ہو سکتا ہے۔ جس کے حق میں ایسا فیصلہ سرزد فرمادے۔ اور اس کائنات کا علم بھی جو ہمارے آگے چھے اور دائیں بائیں بے کنار و ستوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پورے طور پر عرض اللہ ہی کو ہے۔ (يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ) کسی کو اس قربت و منزلت کا دعویٰ اسی صورت میں بجا تصور ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسی کی رضا کے بعد خدا داد علم کے طفیل عناصر کے حیرت انگیز اعمال کو زیر نظر رکھنے ہوئے ان سے حیرت انگیز ایجادات و کمالات کو اپنے احاطہ میں کر لیا جائے۔ ایسی عنایات اور بخششیں اسی طالب حقیقت اور طلب گارِ قربت و منزلت کو حاصل ہو سکتی ہیں جسے احسن اعمال کے طفیل حقدار سمجھے۔ (وَلَا يَحِطُّونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ) اللہ اس لحاظ سے کوئی معمولی ہستی نہیں۔ بلکہ اس کی حد درجہ شناخت اور احاطہ حکومت تو آسمانوں اور زمین کی وسعتوں سے بھی وسیع تر ہے۔ (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ) ہاں تو جب اُس کی محدود سلطنت اور احاطہ حکومت اس قدر لا محدود ہے تو پھر اس کے لئے اس مختصر سی کائنات کی دیکھ بھال اور اس کی حفاظت کیونکر دشوار اور مشکل ہے۔ (وَلَوْ كُنُوْا دُوًّا حٰفِظٰهُمَا) اسی لحاظ سے بلند ترین اور عظیم ترین

ہستی فی الحقیقت اسی ذات باری تعالیٰ کی ہے (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ) (۱۳:۱) اَللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَّرَوْنَہَا..... لَعَلَّكُمْ يَلْتَقٰءَ رَبِّكُمْ تَوْقِنُوۡتَ) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر دیا جن کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو (گویا سات آسمان ہر نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں) پھر اس کے بعد وہ تخت سلطنت پر جم گیا۔ اور سورج اور چاند کو (بحیثیت جنس) (تمہاری سر بلندی کے لئے) تمہارے لئے مسخر کر دیا یہ سب چیزیں ایک وقت مقررہ تک چل رہی ہیں۔ (تاکہ تم اسی وقت مقررہ کے اندر انہیں مسخر کر لینے کے لئے جلد سے جلد تدارق تفتائی منزلیں ملے کرو اور وقت ضائع نہ ہونے دو) وہ خدا تو (قانونِ فطرت کے مطابق کسی ایجاد و تخلیق کی تدبیر کرتا ہے۔) اور یہ تدبیر امر یا نظام توانائی کی نمود اس کی قدسیہ قدرتوں کے طفیل ایک مدت مدید میں کہیں تکمیل کو پہنچتی ہے) یہ (حکمت و سائنس کے) عظیم اعجاز اس لئے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جا رہے ہیں کہ شاید تمہیں بالآخر اپنے پروردگار سے دو بد ملاقات کا یقین ہو جائے۔

(۳۰:۱) کیا ان لوگوں نے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر نہیں دیکھا کہ خدا نے ہی آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ سب کو پیدا کر دیا۔ ان کا وجود تو فی الحقیقت روشن حقائق پر مبنی ہے (اور ان حقائق کی تلاش محض حکمت اور علمِ فطرت کے طفیل ہی ممکن ہے) ان چیزوں کو ایک مقررہ ميعاد تک قائم رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ (تاکہ تم بھی اسی وقت مقررہ کے اندر ارتقائی منزلیں ملے کر کے نطائی کے میدان میں قدم رکھ لو اور اس طرح خود خالق بن کر اپنے خلاقِ عظیم تم کو فی الحقیقت احسن الخالقین ثابت کر دو) لیکن اس میں شک نہیں کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد خدا سے ملاقات کرنے کے (نسبِ العین) سے منکر ہو رہی ہے۔

وہ اس قدر بے مثال مصور ہے کہ ایک نوع کو دوسری نوع سے ادھر نوع کے ہر فرد کو جدا جدا شکل و صورت دے کر اپنی بے مثال مصوری کے کمال کو پیش کر رہا ہے۔ ایک بیج سے ایک درخت اور اس پر لاتعداد پتے اور پھل جدا جدا اشکال اور صورتوں میں پیدا کر کے اور ان کے رنگوں اور ذائقوں میں حیرت انگیز اختلافات اور اثر دکھا کر درطہ حیرت میں ڈال رہا ہے۔ نوعِ انسانی میں بھی یہی سنتِ خدا کا رفرما ہے۔ ایک سے ایک فرد شکل و صورت میں جدا ہے۔ آواز اور کردار میں مختلف ہے۔ کائنات کے شمسی اور قمری کرڈوں کو دیکھ لو۔ ان کے مداروں اور ان کی محوری گردشوں پر غور کرو۔ تو یقیناً حیرت سے کہہ دو گے کہ خدا جہاں مصور ہے وہاں عظیم انجینیر اور سائنسدان بھی ہے۔

غرضیکہ کہ وہ عظیم عظیم اور حکیم بھی ہے۔ اس کے جس قدر صفاتی نام ہیں فی الحقیقت انسانی سمع و بصر اور انڈہ کیلئے لامتناہی محاکمات اور حکمت و فطرت کے وسیع و طویل باب اور دفتر ہیں یہی وہ کلماتِ خدا ہیں جو ارضی سات سمندوں اور آسمانی سات سمندوں کو گریباں میں تبدیل کر لیا جائے اور تمام کائنات کے اشجار کو قلمیں بنا لیا جائے۔ اور خدا کی تمام مخلوق ان کے اعجازِ رقم کرنے میں لگ جائے تو ختم نہیں ہو سکتے۔ یہ ہے وہ خدائے عظیم و برتر جو اس تمام کائنات اور مادے کائنات کا

واحد خالق اور حکمران اعلیٰ ہے۔

تدبیر کائنات اور خدا کی الملائہ الاعلیٰ

خدا نے حکیم و برتر نے کائنات اور اس کی ہر چیز کی تدبیر و تعمیر کے لئے ایک حیرت انگیز حکمتی نظام قائم کر رکھا ہے۔ اس نظام میں دو چیزیں پیش پیش ہیں۔ یعنی اشیاء یا عناصر اور الاصران کے بعد کون کا حکم اور پھر فیکون میں حیرت انگیز تعبیل و تکمیل کے اعجاز سامنے آتے ہیں۔ یہ ارشاد خدا نے حکیم ہی کا ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ یعنی ہماری اولین بات تو فقط شیء یعنی عنصر سے ہوتی ہے۔ (جس کے ایٹم یا جوہر یا نفس تخلیقی کسی ایجاد و تخلیق کے ابتدائی مراحل میں داخل ہوتے ہیں) اور جب ہم اس کا (یعنی کسی تخلیق کا) ارادہ کر لیتے ہیں تو اس عنصر (یا اس کے جوہر یا ایٹم یا نفس) کو کہہ دیتے ہیں کہ (فلاں جنس یا فلاں تخلیق کیلئے تیار) ہو جا تو (وہی عنصر یا اس کا نفس یا ایٹم ایک حیرت انگیز خلیے یا سائلے میں بدل کر کئی کیمیائی اور طبیعیاتی مراحل سے گذر کر مدت مدید کے بعد ایک مخصوص تخلیق میں قائم ہو جاتی ہے۔

نیز یہ بھی اسی کے محاکماتِ فطرت سے ہے۔ کہ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (یہ محاکمہ قریباً چار بار قرآن عظیم میں پیش ہوا ہے) یعنی جب کسی تخلیق کے لئے مخصوص قدرتوں و طاقتوں کا اظہار (امرا) کیا جاتا ہے۔ تو ان طاقتوں یا قدرتوں کے مخصوص نظام کو کہہ دیتے ہیں کہ (فلاق تخلیق میں بطور روح کے داخل) ہو جاؤ تو وہ (اس تخلیق میں زندگی اور توانائی بن کر ایک مخصوص عرصے کے لئے نکلیں) ہو جاتا ہے۔ گویا جَسَدٌ بَرُّ الْاَمْرِ سے بھی مراد ہے کہ اس نظام توانائی یا تمام قدسیہ قدرتوں کے ایک مخصوص نظام کی تدبیر بھی خدا کی طرف سے ہی ہو رہی ہے۔ اس نظام توانائی میں خدا کی کون سی قدریں شامل ہیں۔ اور ان کے نیوکلس کا نام خدائی زبان میں کیا ہے؟ فی الحقیقت ایک حیرت انگیز تجربے جسے خدا کی مندرجہ ذیل وحی نے افشا فرما دیا ہے۔

الملائہ الاعلیٰ یعنی قدسیہ قدرتوں کا نیوکلس (مرکز اجتماع) (NU-CLEUS)

(ایک عظیم خبر کی نشان دہی)

۴۸: ۷۰۔ قُلْ هُوَ نَبَوُّا عَظِيْمُوهُ (اے محمد علم حکمت کے مثلاً شیوں کو) کہہ دیجئے کہ یہ تو ایک عظیم خبر ہے جسے تم ابھی تک غور و فکر میں نہیں لائے۔

اِنْتُمْ عِنْدَ مُعْرِضُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عِنْدِ الْمَلٰٓئِكِ الْاَعْلٰی

اِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝

(یا ان کے نیوکلس) کا (الملاء الاعلیٰ) کچھ علم نہیں تھا کہ جب وہ
(کسی بیرونی تخریب سے اپنے نیوکلس کی حدود کو توڑ کر) ایک تباہ کن
اور ہیبت ناک جنگ پر آمادہ ہو جاتی ہیں، (اِذْ يَخْتَصِمُونَ)
مجھے تو علم وحی سے یہی حکم ہوتا ہے کہ میں (اس الملاء الاعلیٰ کی قدسیہ
قدرتوں کے ہیبت ناک اعمال و کردار سے) آپ کو کھلم کھلا ڈراتا
رہوں۔

قسم ہے ان تو انائیوں (ملائکہ) کی جو ایک منظم اور حیرت انگیز ترتیب سے
صفوں میں رواں رہتی ہیں۔ پھر ان تو انائیوں (ملائکہ) کی قسم جو ہیبت ناک
انداز میں کڑکتی ہیں اور ڈانٹتی ہیں اور بادلوں میں نظام رزق پیدا
کرتی ہیں۔ پھر ان (غیر ذی عقل) تو انائیوں (ملائکہ) کی قسم جو ایک کے پیچھے
ایک ہو کر ذکر پڑھتی ہیں۔ (سنیے) تمہارا معبود تو یقیناً ایک ہی ہے جو
آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا مالک
ہے۔ اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا ان داتا ہے۔ بے شک
ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرمایا اور اُسے
مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والی ہر تخریبی قدرت یا طاقت سے بچا رکھا
ہے۔ (یوں تو) وہ بلند مرتبہ اور غالب قدسیہ قدرتوں کی مجلس
(یا ان کے نیوکلس یعنی الملاء الاعلیٰ) (جس میں بعینہ اسی نظام شمسی
و قمری کا نقشہ صاف نظر آتا ہے) ایسی محفوظ ہے کہ اس کی طرف کوئی

اِنَّ يُّوحٰى اِلٰى اِلٰهًا اَنَّا نَدْبِرُ
مُبِينٌ ۝

۳۷: ۱۰-۱ = وَالصَّفَاتِ

صَفَاةٌ فَالزُّجُرَاتِ زَجْرًاۙ فَالتَّلٰیٰتِ
ذِكْرًاۙ اِنَّ الْهٰکُمْ لَوَاحِدَةٌ
رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِۙ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمٰوٰتِ
لِلدُّنْيَا بَزِيْنَةٍ الْکَوٰکِبِۙ وَحِفْظًا
مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍۙ لَا يَسْتَعُوْنَ
اِلٰى السَّمٰوٰتِ اَعْلٰى وَاَلْاَرْضِ مِنْ
كُلِّ جَانِبٍۙ دُخُوْرًا وَّلَهُمْ عَذٰبٌ
وَاصِبٌۙ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الْخَطْفَةَ
فَاتَّبَعَهُۥ شِهَابًا ثَابِتًا ۝

تخریبی طاقت توجہ ہی نہیں کر سکتی (لَا یَسْتَعُوْنَ) (لیکن اگر کوئی تخریبی قدرت کسی جبر سے اس کی طرف پہنچنے کی کوشش
کرتی ہے) تو ان کو (یعنی نیوکلس کی ہیبت ناک قوتوں اور قدرتوں کو) ہر طرف سے ایک ایسے زور سے دور دراز پھینک
دیا جاتا ہے۔ (جیسے میزائل اور راکٹ) (لَقَدْ فُوْنٌ جَو صَیْفَةٍ مَّعِیْہِمْ) ہاں تو انہیں (یعنی نیوکلس کی طاقتوں اور قدرتوں
کو ایک نظام سے جدا کر کے) باہر نکال کر آزاد و خوار کر دیا جاتا ہے۔ (دُخُوْرًا) اور ان کے لئے (خلا میں منتشر
رہنے کا) ہمیشگی عذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (عَذٰبٌ وَاصِبٌ) مگر جو حکمتِ عملی اور مخصوص انداز میں (تخریب مزید
کے لئے) ان پر بھیجتا ہے۔ تو وہ بھی شہابِ ثاقب کی پیروی میں جلتا ہوا شعلہ بن جاتا ہے تو ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل
ہے یا اس ہیبت ناک تخلیق کا جو ہم نے بنا دی ہے۔ (فَاَسْتَفْتٰہُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مِّنْ خَلْقِنَا)

گویا خدا کی مندرجہ بالا اطلاعات کے مطابق جہاں ملا اعلیٰ یعنی قدسیہ قدرتوں کے نیوکلس میں کئی عجیب اور غالب قدرتی
 موجود ہیں وہاں ایک بیرونی قدرت جو ہر ان تخریب پر آمادہ رہتی ہے بھی موجود ہے اس تخریبی قدرت کا نام خدا نے شیطان
 رکھا ہے ان ہر دو قرآنی اطلاعات کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف قدرتوں کے اس نیوکلس میں کون کون سی قدرتی شامل
 ہیں ان کے اعمال کیا ہیں۔ ان کا احاطہ عمل کیونکر ہے۔ جو فی الحقیقت نفاذ اور لورا کا مبداء ہیں اللہ تعالیٰ کی ہر تدبیر امر میں کام
 کرتی ہیں۔ یوں تو کائنات کو نور بخش رہی ہیں۔ لیکن اگر جنگ پر اتر آئیں تو ان سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں کائنات عناصر
 کا مجموعہ ہے اس لئے ان کی تجلیات یقینی طور پر انہی عناصر اور ان کے نفسوں یا ایٹموں میں موجود ہیں۔ جہاں تک تحقیقات
 کام کرتی ہے ان کے نام حسب ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

اول۔ جبوییل۔ دوم۔ میکائیل۔ سوم۔ ایشدافیل۔ چہارم۔ عژوانیل

اگرچہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ ایک مختصر سے دیا ہے میں قبل ازیں دی جا چکی ہے لیکن ان کے اعمال کی مزید تشریح اظ
 مغربی حکمت و سائنس کی رو سے ان کے ناموں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہی وہ چار قدسیہ قدرتیں ہیں جن سے کائنات
 میں شمع حیات روشن ہے ایک ذرے سے لیکر بہت بڑی تخلیق میں انہی کا نور شامل ہے۔ **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ**
وَالْأَرْضِ کی آیت کریمہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اس کائنات سماوی وارضی میں محض اللہ ہی واحد نور دہندہ ذات ہے
اللَّهُ نُورٌ کے الفاظ سے اگر ہم اللہ کو ایک مجسم نور تصور کر لیں تو ان معنوں میں ایک عظیم نقص پیدا ہوگا کیونکہ کتاب خدا
 میں علم کو نور قرار دھیرے کے بالمقابل اُجالے کو نور اور شاید درنیبی طاقتوں کو بھی نور ہی کہا گیا ہے۔ اس لئے یہ
 ممکن نہیں کہ ان سب کو خدا سمجھ لیا جائے۔ اس انداز کی ایک اور مثال اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے کہ **كَتَبَ**
سُبْحَانَكَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَنُ یعنی خدا نے اپنے نفس پر نہیں بلکہ اپنے پیدا کردہ نفس پر رحمت فرض کر دی ہے الغرض
 نور فی الحقیقت روشنی اور قوت، حرارت اور حرکت، طاقت اور توانائی، شعور اور علم کا نام ہے جسے ہم سماعت و بصارت
 اور قلب و ذہن کی طاقتوں میں موجود پاتے ہیں۔ غرضیکہ نور اس قوت اور توانائی کا نام ہے جس سے اجسام کائنات میں
 فہم و ادراک، سوجھ بوجھ ارتقاء و نمود، علم و عرفان اور حکمت و سائنس کے حیرت انگیز مظاہر پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن پاک
 میں غور و فکر سے نوری سرچشموں کا جُدا جُدا دائرہ عمل حسب ذیل صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

- | | |
|--------|-------------------------------------|
| اول۔ | غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ |
| دوم۔ | مَقَالِيدِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ |
| سوم۔ | مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ |
| چہارم۔ | جُنُودِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ |
- میں۔ **نَحْوَاتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**
 میں۔ **مِثْرَاتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**
 میں۔ **بَدِيعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**
 میں۔ **مُلْكِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**

گویا خدا کی چاروں قدسیہ قدرتوں کے اعجاز الافرادی طور پر علی الترتیب ان چاروں حدود پر مشتمل ہیں یہی ملا اعلیٰ

یعنی نوری نیوکس سے منسلک ہیں اور یہی کون سے لیکر فیکون تک تدبیر امر میں شامل ہیں۔ ان چار قدسیہ قدرتوں سے جو توانائیاں براہ راست ظہور میں آتی ہیں۔ انہیں قرآن حکیم نے الْمَلٰئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ کا نام دیا ہے۔ اور ان سے جو مزید توانائیاں پیدا ہوتی ہیں انہیں محض ملائکہ کہا گیا ہے۔ ان کے بعد جبریل سے جبرئیل ملائکہ۔ میکائیل سے میکائیلی۔ اسرافیل سے اسرافیلی اور عزرائیل سے عزرائیلی ملائکہ کے لشکر کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی انفرادیت یا اجتماعیت ہی اجسام میں مختلف قدرتوں کے ساتھ مختلف حالات حیات اشکال اور اعمال پیدا کرتی ہے۔ یہی طاقتیں خدا کے بندوں کی اطاعت میں شامل ہیں اور یہی ملائکہ اصحاب النار کی صف میں بھی شامل ہیں۔ غرضیکہ اس کائنات میں مختلف قدرتوں طاقتوں قوتوں اور توانائیوں کا وجود انہی سے ہے۔ ہمارے ہاتھ کسی چیز کو پکڑنے یا ہمارے پاؤں آگے بڑھنے نیز کچھ سوچنے اور کرنے کی طرف کوئی عضو آگے نہیں ہو سکتا جب تک کہ انہی قدرتوں کی موجیں روئیں۔ شعاعیں اور کششیں ہمارے شامل حال نہ ہوں۔ مخلوق خدا کے لئے رزق زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جو گندم۔ پھل اور گوشت وغیرہ میں منور ہو جاتا ہے۔ جسے استعمال میں لاکر ہم بھی توانا ہو جاتے ہیں۔ چونکہ کائنات عناصر سے بنی ہے۔ اس لئے عناصر میں ان قوتوں اور قدرتوں کے بے شمار ذخائر موجود ہیں۔ جنہیں ہم کیمیائی یا طبیعی اعمال سے بخوبی دیکھ اور جانپ سکتے ہیں۔ غرضیکہ کائنات تعمیری طور پر ان چار قدرتوں سے زندہ و پائندہ ہے۔ اور ان کی ہیبت ناک جنگ سے دنیا ان واحد میں محسوس بھی ہو سکتی ہے۔ (اذیختصمون)

چار قدسیہ قدرتوں کے نام اور ان کے اعمال و صفات نیز ان کے حکمتی یا سائنسی نام

اول۔ جبریل۔ (الامر یعنی نظام قدرت کا اصل جو ہر اہم تمام قدسیہ قدرتوں کی روح الامین سمج و بصیر اور افکار کی طاقتوں میں سے خصوصاً قلب و ذہن کی طاقت کا ماخذ و منبع۔

۷۸: ۳ یَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰئِكَةُ صَفًّا

جس دن روح یعنی نظام قدرت و توانائی قائم کر دیا جائے گا۔ اور ملائکہ مخصوص صفوں میں ہو جائیں گے۔

يُنزِلُ الْمَلٰئِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِ عَلٰی مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اللہ ہی اپنے نظام قدرت سے ملائکہ کو قدسیہ قدرتوں کی روح یعنی مرکزی قدرت جبریل کے ساتھ نازل کرتا ہے۔

۱۹: ۲۲۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ رَّسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِشْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ اٰمِيْنٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاقْرَاْ بِالْاٰنْفِقِ الْمٰيْنِ ۝ وَمَا هُوَ عَلٰی الْغَيْبِ بِضَمِيْرٍ ۝

یہ عالی مقام قدرت سب سے زیادہ قوت کی مالک اونچا مقام رکھنے والی سردار اور امانت دار یعنی + کی صفت رکھنے والی غیبی طاقتوں کو افشا کرنے والی یعنی غیب کی ماخذ قدرت ہے۔ تمہارا صاحب محبوب نہیں بلکہ یقیناً اُس نے اُسے بالکل ظاہر اُنق سے دیکھ لیا ہے۔

۳) یہ قدرت تخریب پسند نہیں۔

۸۱ : ۲۵ - وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ مَّرْجِيمٍ ۝

۴) یہ بہت بڑی اور سب قدرتوں سے طاقتور اصل قدرت ہے نیز علم و عرفان بخشی اور عقل و دانش کی محرک ہے۔

۵۲ : ۵ - عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ۝ ذُو مِرَّةٍ ۝ ط

۵) یہ بہت بلند مقام اور قدر و منزلت رکھتی ہے۔

۵۲ : ۷ - وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى -

۶) غیب کی کنجیاں فی الحقیقت جبریل امین کے ملائکہ یا اس کی طاقتیں اور توانائیاں ہیں اور غیب اس کی صفت ہے۔

۶ : ۵۹ - مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ -

ترجمہ :- اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جن کو اس کے سوا مکمل طور پر کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی کو بحر و بر کی تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ چھڑتا نہیں مگر وہ اس کو جانتا ہے۔ اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہریا دل اور خشک و تر چیز ایسی نہیں جو صحیفہ کائنات میں موجود نہ ہو۔

الغرض یہ قدرت قدسیہ باقی تمام قدرتوں سے بلند مقام رکھنے والی شَدِيدُ الْقُوَى یعنی بہت بڑی طاقتور قدرت ہے۔ جو غیبی طاقتوں کو افشا کرتی ہے اور غیب اس کی صفت ہے۔ قلب و ذہن کو جلا بخشی ہے۔ گویا یہ تمام طاقتوں اور قوتوں کی ایک مرکزی قدرت اور تمام قدسیہ قدرتوں کی رُوح کا جزو اعظم ہے جو ہر خاص ہے جو ہر نیوکس کی مختار اور نوری محاکے کا جو ہر مخصوص ہے مثبت یعنی + جمع پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ یہ اس لئے ہم اسے غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ میں نَعَزَاتُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کا امین سمجھتے ہیں۔ اس کے مختلف نام یہ ہیں :-

۱) جَبْرِيْل ۲) جَبْرِيْل ۳) جَبْرِيْل ۴) جَبْرِيْل ۵) جَبْرِيْل

گویا جَبْرُ بمعنی غالب، زبردست طاقتور، باندھنے اور جمع رکھنے والی۔ مال و دولت سے بھرپور اور ایل بمعنی خدا کی پیدا کردہ خاص قدرت گویا دو لفظوں جَبْر اور ایل سے مشتق ہے۔ جَبْر عربی لفظ ہے۔ اور ایل بھی عربی لفظ تھا لیکن عبرانی میں داخل ہو کر عبرانی بن گیا ہے۔

حکمتی خاصیت :- ایط + طان - ایط بمعنی ایک مقام پر جمع رہنے والی ایک جگہ مقیم رہنے والی اور طان بمعنی

ذرات سے بھرا ہوا مقام گویا ایٹم اور طان میں سے ایک ط کے حذب ہونے سے ایٹم نام پایا یا دوسری صورت میں۔

فروط + طان - فروط بمعنی کسی عنصر کے جوہر کی اصل قدرت جو اس میں پیش قدمی کرتے ہوئے پہلے داخل ہوئی۔ اور طان کے معنی بتائے جا چکے ہیں۔ اس طرح یہ فروط طان کی ایک ط کے حذب ہو جانے سے لفظ فروطان بنا جسے مغربی سائنس دان پروٹان کہتے ہیں۔

————— "PROTON" —————

دوم۔ میکائیل۔

۱۔ یہ قدرت رزق کی تقسیم پر لگی ہے۔

۶۷ : ۱۹ = آمَنَ هَذَا الَّذِي يُؤْذِقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ.

ترجمہ۔ بھلا ایسی فوج (جُنْدٌ تَكْفُرُ) جو تمہارے لئے مخصوص ہے۔ (جو قدرت قدسیہ میکائیل کے ملائکہ یا توانائیاں ہیں) بغیر رحمان کے تمہاری امداد کر سکتی ہیں اور بھلاہ جو تمہیں رزق تقسیم کرتا ہے رزق بند کر دے تو کون ہے جو تم کو رزق دے گا۔

۲۔ زمین و آسمان میں رزق تقسیم کرنے والی کنجیاں۔ یعنی میکائیلی ملائکہ۔

۴۲ : ۱۲ - مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

۶۲ : ۳۹ - الْيَضَاءُ -

۳۔ ساعد اس کے ملائکہ میں سے ایک توانائی ہے کیونکہ وہ رزق کی افزائش کے لئے بادلوں کو چلاتی ہے۔ گویا یہ بھی میکائیلی توانائی ہے۔

۱۳ : ۱۳ - يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ -

۴۔ یہ قدرت زمین و آسمان کی برکتوں کو تقسیم کرتی ہے۔ گویا یہ خود موجب برکت ہے۔

۹۷ : ۷ - لَفْتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

۵۔ یہ قدرت زمین و آسمان کی میراث کو تقسیم کرتی ہے۔

۱۸ : ۳ - مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

۶۔ رزق اور سامان معیشت کی افزائش یا خاتمے کے لئے یہ قدرت بلند مقام رکھتی ہے۔ زمینی اور کائناتی زلزلے ہواؤں کے طوفان اور اولے اور بارش اسی کے طفیل وارد ہوتے ہیں۔

۵ : ۶۷ - وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اسکی راہوں میں چلو پھرو اور خدا کی طرف سے دیا ہوا رزق کھاؤ اور

یہ کہ طوفان لٹ کر جانا ہے۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں موجود ہے (یعنی قدرت قدسیہ میکائیل جو جبریل کے بعد دوسرا بلند مقام رکھتی ہے) بے خوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔ اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے (یعنی اُس سے طوفانِ لاکت اُٹھ کھڑا ہو) اور کیا تم اُس سے جو بہت بلند مرتبت قدرت قدسیہ ہے (میکائیل) ڈر ہو کہ تم پر کسک بھری ہوا چھوڑ دے۔ تم جان لو گے کہ اس قدرتِ عظیمہ کی کسی بیشی سے یا اس کے ساتھ تخریبی عمل کرنے سے جو فنا کا سماں پیدا ہوتا ہے اُس سے (میرا ڈرانا کیسے مفید ہے۔ گویا اس قدرتِ قدسیہ کے ساتھ کسی قسم کی تخریبی کارروائی سے ہلاکت اور فنا کا میدان گرم ہو جاتا ہے)

(۷) جبریل و میکائیل سے عداوت یا نفرت یا اُن کے ساتھ تخریبی عمل بہت بُرا فعل ہے۔ کیونکہ ان دونوں سے جو ہلاکت خیزیاں پیدا ہوتی ہیں وہ بے حد ہیبت ناک ہیں۔ ان کے ساتھ عداوت یا تخریب فی الحقیقت خدائے رحمن و حقیقت سے دشمنی ہے۔ نیز کتابِ خدا کی قائم کردہ ترتیب کے لحاظ سے (یعنی ہر جگہ جبریل و میکائیل کے ناموں کا یکجا وارد ہونا) ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں قدرتیں نوری محاکمہ کے نیوکس یعنی مرکزے میں یکجا منعم ہیں۔ ۹۷، ۱۲۔ جو شخص خدا کا اُس کے ملائکہ کا اور رسولوں کا نیز جبریل و میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے منکروں کا خدا دشمن ہے۔

(۸) الْمُقَسَّمَاتُ۔ اسی قدرت کے ملائکہ کا توصیفی نام ہے۔ گویا یہ قدرت تقسیم بن پر مقرر ہے۔
النَّجْمُ اور اَشْجَارٌ۔ اسی سے ظہور میں آتے ہیں۔ النجوم کے معنی روئیدگیاں بھی ہیں۔ جیسے وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (سورۃ الرحمن)

الغرض یہ قدرت میکائیل قدرتِ قدسیہ جبریل کے ساتھ شامل رہنے والی قدرت ہے۔ ان دونوں کی مقداریں مرکزے یا نیوکس یا ملائحہ اعلیٰ پر یکساں ہیں۔ یہ قدرت جبریل کو تقسیم کرتی ہے گویا اس کی توصیف بن تقسیم ہے۔ مہلک اس کا عمل ہے۔ جب ہی محاکمہ نور یعنی ملائحہ اعلیٰ میں اس کے ساتھ کسی بیشی اور کوئی جبری عمل کیا جاتا ہے۔ اپنے نیوکس کو پریشان کر دیتی ہے۔ اور فضاؤں میں ایک جنگ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ (انفِ يَخْتَصِمُونَ) اور ملائحہ اعلیٰ کی تمام قدرتیں مرکزے کو توڑ کر اُس پاس کی فضاؤں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں لہذا اس کے ساتھ کسی تخریبی یا شیطانی عمل کا کیا جانانا فی الحقیقت جبریل و میکائیل دونوں سے دشمنی ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں خدا کی بے مثال صنعت ہیں، اس لئے ان سے دشمنی فی الحقیقت خدا سے دشمنی کے مترادف ہے۔ ہم اس کا دائرہ عمل مَعَالِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تحت مِیْوَاتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تقسیم قرار دیتے ہیں۔
اس کے مختلف نام ہیں رَیْمِکَالٍ رَیْمِکَائِلٍ رَیْمِکَائِلِ رَیْمِکَائِلِ
جو مَلَکٌ بمعنی کم کرنا یا تقسیم کرتے رہنا اور ایل بمعنی خدا کی پیدا کردہ قدرت یعنی ان دو نقطوں سے مشتق ہے۔

گویا یہ ایک مخصوص انداز سے اور پیمانہ وزن سے تقسیم کرنے والی قدرت ہے۔

حکمتی خاصیت - قسط + طان یعنی دونوں نعتوں میں سے ایک ط کے حذف ہونے کے بعد قنسطان پر مشتمل ہے۔ قسط کے معنی پیمانہ ترازو۔ جمع شدہ مقدار کو تقسیم کرنے والا برتن اور قسطان کے معنی رزق برق رعد طوفانوں اور ہواؤں کو تقسیم کرنے والی طاقت کے ہیں۔ مغربی حکمت و سائنس میں اسی کا نام غالباً نیوٹران

ہے۔ —"NEUTRON"—

حصہ۔ اسرائیل۔

۱۔ یہ قدرت جبرلی قدرت کے تقسیم ہونے کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے الملائکہ الاعلیٰ یا نورانی حکاکہ کی مرکزی قدروں کو روشن ہو کر واشگاف کرتی ہے۔ گویا یہ آنکھوں سے صاف نظر آتی ہے۔ اس لئے عین حق ہے اور روشن کو اکب کی مانند ہے۔

۴: ۱۸۵۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی ملکوت (روشن طاقتوں اور بجلیوں) میں اور عناصر سے جو کچھ پیدا کر دیا گیا (یعنی نفوس یا عناصر کے ایٹموں) میں (وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ غُورٌ وَفَكَرَ فِيهِمْ كَيْدًا) اور اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ ان کی موت (یعنی ان کی حرکت و حرارت۔ تجلی اور زندگیوں کی چمک دمک کے اختتام کا) وقت قریب پہنچ گیا ہو۔ اور اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

آیت بالا سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ زندگی محض حرکت حرارت، چمک دمک اور فہم و ادراک کا نام ہے۔ اور یہ سب کچھ خدا کی قدسیہ قدرتوں کے طفیل ہے۔

۲۳: ۷۱۔ اگر حق (یعنی واضح روشن قدرت اسرائیل) ان کی خواہشوں پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں کار فرما ہے (یعنی یہ تمام روشن اور نظر آنے والی مخلوق) سب درہم برہم ہو جائے (گویا اس کی ہیبت گردش و رفتار کا نظام بے حد مستحکم رکھا گیا ہے)

۲ کائنات کے تمام کردوں کی نمود جو آسمان و زمین کے درمیان ایک مخصوص تنظیم کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ اسی قدرتِ حقہ کے طفیل ہے۔ نیز امر خدا کے احاطے میں اس کی چار قدسیہ قدرتیں شامل ہیں۔

۲۵: ۵۹۔ اے محمد اس زندہ و پائندہ خدا پر بھروسہ رکھ جو قطعاً نہ مرے گا۔ اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح بھی کرتے رہو۔ اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ (یعنی تمام کردوں اور ان کی مختلف مخلوقات کو) چھ دنوں میں پیدا کر دیا پھر تخت سلطنت پر جم گیا۔ وہی جس کا نام رحمان ہے۔ تو اس کائنات کے روشن ہو جانے اور پیدا ہو جانے کا علم اُس خبر رکھنے والی (قدرتِ قدسیہ اسرائیل) سے پوچھو (جو حق ہے اور جس سے یہ کائنات روشن ہوئی)

(فَأَسْئَلُ بِهِ خَبِيرًا)

نوٹ۔ آیت بلا میں خبیراً کا لفظ واضح کرتا ہے۔ کہ یہ خدا کی طرف منسوب نہیں اگر ایسا ہوتا تو العناظ
فَأَسْئَلُ بِهِ عَلِيمًا ہوتے۔ خبر محض تیسری طاقت ہی دیا کرتی ہے۔ یہ لفظ کسی انسان کی طرف بھی منسوب
نہیں کیونکہ جناب رسول خدا صلعم تو باقی تمام بنی نوع انسان سے زیادہ باخبر تھے۔
۱۱۶:۲۔ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

توجہ۔ آسمانوں اور زمین کو نئی ترتیب دینے والا (بِإِذْنِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) جب وہ امر (یعنی
نظام توانائی) کو کسی تخلیق کے لئے خبردار کرتا ہے تو ان قدرتوں کے مخصوص نظام کو کہہ دیتے ہیں کہ (فلاں تخلیق میں
بطور رُوح کے داخل) ہو جاؤ۔ تو وہ (اُس تخلیق میں زندگی اور توانائی بن کر ایک مخصوص عرصے کے لئے ملکیں) ہو
جاتا ہے۔

قدرتِ قدسیہ اسرائیلی اپنی حیرت انگیز شعاعوں سے کائنات کی ہر نوع کو دیکھ کر اُن کے اعمال کا عکس لے رہی
ہے۔ کرانا کا تبین یعنی وہ ملائکہ یا توانائیاں جو برقی لہروں یا اشعاع کی صورت میں پیدا ہو کر کائنات کی مخلوق
کے اعمال فلما رہی ہیں۔ وہ بھی اسی قدرت سے کار فرما ہیں۔

۴۳ : ۸۰۔ کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کی پوشیدہ باتوں کو سنتے ہی نہیں ہاں ہاں فرود سنتے ہیں اور
(قدرتِ قدسیہ اسرائیل سے) ہمارے بھیجے ہوئے اُن کے پاس پہنچ کر اُن کے اعمال چھاپ رہے ہیں۔ (بَلٰی
وَرُسُلًا كَذٰبًا يَكْتُبُوْنَ)

۸۲ : ۱۱۔ کرانا کا تبین (قدرتِ قدسیہ اسرائیل کی لہریں اور اشعاع) اعمال کے محافظ مقرر ہیں۔

یہ خطرے کے الارم کو آواز کی طاقت بخشنے والی قدرت بجلی کا آلہ ناقور اور صور جو آگاہ کرنے اور خوف پیدا کرنے
آواز پیدا کرنے اور جمع کرنے کے لئے بجاتا ہے۔ اور بجے گا وہ بھی قدرتِ قدسیہ اسرائیل کے طفیل آواز پیدا کرتا ہے
اور ہر لہنے والا جسم بھی اسی قدرت سے بولتا ہے۔

۶۱ : ۵۴۔ جس دن بلانے والا (یعنی قدرتِ قدسیہ اسرائیل) اُن کو ایک جنبی اور انوکھے عنصر کے بیبت ناک
ایٹمی اعجاز یعنی ایٹم بم کی ہلاکت کی طرف متوجہ کر دے گا۔ (يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكْرٍ)
مُطِيعِينَ إِلَى الدَّاعِ۔ اُس بلانے والے کی طرف دوڑتے جائیں گے۔ (یعنی قدرتِ قدسیہ اسرائیل
اُنہیں مجتمع کرنے پر مامور ہوگی۔

وَإِذَا نْفَرَ فِي النُّقُورِ۔ جس دن خطرے کے وقت الارم بجا شروع ہو جائے گا۔ (جو قدرتِ قدسیہ
اسرائیل سے بجے گا۔)

۲۴:۳۰۔ اور اسی کے اعجاز میں سے ہے کہ تم کو خوف اور بقا کی اُمید دلانے کے لئے برق دکھاتا ہے۔ (گویا قدرتِ قدسیہ اسرائیل کی صفت برقی پارے سے مماثل ہے) (۵) اسرائیل منفی پر دلالت کرتا ہے۔

۳۶ : ۸۳۔ وہ ذات پاک ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بجلیاں ہیں (جو قدرتِ قدسیہ اسرائیل سے جنم لیتی ہیں) ایک مقام پر پہنچ کر پھر مرکز کو واپس چلی جاتی ہیں۔ گویا یہ ایک مقام پر جمع نہیں رہتی بلکہ ایک جسم میں پہنچ کر پھر اُس سے نفی ہو جاتی ہے۔ اور اپنے پاور ہاؤس میں پہنچ کر جسم میں اپنا وجود باقی نہیں رکھتی۔ لہذا اس قدرت کا خاصہ نفی (-) ہے۔

الغرض یہ قدرتِ قدسیہ اسرائیل، جبریل و میکائیل کی قدرتوں سے ایک مخصوص اندازے سے جدا ہو کر مرکزی قدرتوں کی کیفیت اور وزنِ مخصوص کو پیش کرتی ہے۔ نیز مرکزی قدرتوں اور جوہری عظیم قدرتِ متحفظہ کے درمیان رہ کر اُن میں تفریق کا مظہر بنتی ہے۔ اسی لئے یہ قدرت منفی کے نشان پر دلالت کرتی ہے۔ (-) یہ قدرت عین حق ہونے کی وجہ سے بے حد روشن اور تجلیاتی قدرت ہے۔ اس کی صفت برقی پاروں میں مخصوص ہے اور کواکب کی تخلیق میں اسی کا حصہ ہے۔ کائناتی اعمال و کردار کو اپنی حق ناطقت سے نقش کرتی یا فلما لیتی ہے اسی وجہ سے قرآن حکیم میں اسے حق کا لقب دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ لوری مرکز سے کے ارد گرد کواکب کی طرح محو گردش اور چھائی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم اس کا احاطہ عمل۔

هَلَكُوتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي بَدِيْعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ تَمَكُّمٌ قَرَارٌ دِيْتَةٌ هِيَ۔ اور اس کے اعمال میں منفی کا اہم خاصہ موجود پاتے ہیں۔

اسرائیل کا لفظ اسرات اور ایل سے مشتق ہے اسرات بمعنی گھٹانا خراج کرتے رہنا۔ منفی کرنا اور ایل بمعنی خدا کی پیدا کردہ قدرت اسی لئے یہ منفی پر دلالت کرتی ہے۔

حکمتی خاصیت :- اقل - حَیْطُ + طَان - یعنی حَیْطَانِ ایک ط مشترک کے حذف ہونے سے یہ لفظ بنتا ہے۔ محیط کے معنی گھیرے میں رکھنے والے اور طَان بمعنی عناصر کے عبار سے بھرا ہوا مقام۔

دوم - حَطَّ + طَان - یعنی حَطَّان - حَطَّ کے معنی کسی یا منفی۔ طاقت یا قوت کو کم کرنا اور طَان کے معنی عناصر کے عبار سے بھرا ہوا مقام۔

سوم - لَقَطَّ + طَان - یعنی لَقَطَّان - لَقَطَّ کے معنی سونے جیسے ذرات سے بھری ہوئی جگہ جو اوپر چھائے ہوئے ہوں۔ اور طَان کے معنی عناصر کے عبار سے بھرا ہوا مقام۔

مغربی حکمت میں اس کا نام ایکٹران ہے۔ ————— "ELECTRON" —————

چہارم۔ عزرائیل

۱۔ اس قدرتِ عظیمہ کا کائنات میں بے شمار طاقتوں کے لشکروں پر تسلط ہے۔ جو امن و سلامتی یعنی ایمان کے طلب گاروں کی حفاظت اور تخریب و فتنہ پرور طاقتوں کے بالمقابل دفاع کا کام سرانجام دیتی ہے۔
۴۸ : ۴۔ جُنُودِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

۳۲ : ۹۔ مومنو! خدا کی اُس مہربانی کو یاد کرو۔ جو اُس نے تم پر کی ہے۔ جب دشمن کی فوجیں تم پر حملہ کرنے والی تھیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی (از قدرتِ قدسیہ میکائیل) اور اُس کے ساتھ اور ملائکہ بھی بھیجے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ تم جو کچھ کہتے ہو خدا اُسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

گویا یہ ملائکہ عزرائیلی قدرت کی توانائیاں تھیں۔ اور خدا کی طرف سے اعمال کو دیکھنے یا فلہانے کے لئے قدرتِ اِزرائیلی کی توانائیاں مخصوص ہیں۔ نیز مومنوں کی قوتِ جنگِ جبریلی قدرت سے منسلک ہے۔

۲۶ : ۹۔ پھر خدا نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (یعنی قدرتِ جبریلی جو مومنوں سے آراستہ ہے) اور تمہاری مدد اور حفاظت کے لئے لشکر (از قدرتِ عزرائیلی) اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے۔ (چونکہ وہ مختلف کششوں سے آراستہ ہیں) تاکہ کافروں کو عذاب دیا جائے (اور مومنوں کی حفاظت از قدرتِ قدسیہ عزرائیلی کی جائے)

۲۔ اس قدرتِ قدسیہ سے ایک ایسی قوت متحفظہ پیدا ہوتی ہے۔ جو انبیاء کو اکثر عطا ہوتی نیز خدا کے کئی صالح اعمال انسان بھی اُس سے نوازے جاتے ہیں۔

۵۱ : ۳۸۔ وَ فِیْ مُوسٰی اِذَا رَزَقْنٰہُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔

اور موسیٰ کو ہم نے فرعون کی طرف ایک واضح قوتِ متحفظہ (سُلطان) دیکر بھیجا۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ۔ اے معشر جن وانس اگر تم چاہو کہ زمین کے کناروں سے نکل کر کہیں باہر بھاگ جاؤ تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ہاں مگر ایک قوتِ متحفظہ (سُلطان) کے ذریعے تم ایسا کر سکتے ہو (اَلْوَلِیُّ السُّلْطٰنِ)۔

۳۔ اس قدرتِ قدسیہ سے پیدا ہونے والے ملائکہ یعنی توانائیاں ہر جاندار کی وفات کا باعث بھی بنتی ہیں۔

۱ : ۴۹۔ النَّٰزِعٰتُ۔ ڈوب ڈوب کر جانیں کھینچنے والی (کششیں)

النَّٰشِطٰتُ۔ آسانی سے جان کھینچنے والی برعکس (کششیں)

۳۲ : ۱۱۔ کہدو کہ موت کو قبضہ میں کرنے والی قدرت (مَلٰئِکَةُ الْمَوْتِ) جو تم پر مقرر کی گئی ہے۔ تمہارے

جانوں کو قبضہ میں کر لیتی ہے۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۲۶ : ۲۶۔ تَوَفَّیْہُمْ الْمَلٰئِکَةُ۔ یعنی جانوں کو قبضہ میں لے لینے والی توانائیاں اور طاقتیں۔

۲۲ : ۳۹ - اللہ (اپنی مقرر کی ہوئی قدرت عزرائیل کے ذریعے) موت کے وقت نفسوں کو قبضے میں کر لیتا ہے اور جو مرتے نہیں ان کے نفسوں کو ایک عرصہ کیلئے قبضے میں کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم وارد کر چکتا ہے انہیں پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔

قدرتِ قدسیہ عزرائیل ضرب (X) کے نشان پر دلالت کرتی ہے۔

۵ : ۸ - ملائکہ یعنی قدرتِ عزرائیل کی توانائیاں (کافروں کی جانیں نکالتے وقت ان کے مونہوں پر زور سے مارتے ہیں)۔ (یعنی ضربات پہنچاتے ہیں)

۳ : ۱۲۴ - جنگ بدر میں خدا نے تین ہزار ملائکہ کے لشکر (از قدرتِ عزرائیل) نازل کئے جو کفار کو مارا کر سیٹ رہے تھے۔ اور زمینوں کے حوصلوں میں اغنا فہ کر رہے تھے۔ (گویا غیر صالح افراد کے بالمقابل صالح افراد کے حوصلوں میں اضافہ کر کے ان کا تحفظ کر رہے تھے)۔

۶ : ۶۱ - اللہ اپنے صالح انسانوں پر نگاہ بان بھیجے رکھتا ہے۔

(۵) اس قدرتِ قدسیہ میں کششِ ثقل - کششِ مقناطیسی - کششِ برقی نیز دیگر لاتعداد کششیں پائی جاتی ہیں ان کششوں کے نظام کا نام خدا نے المیزان رکھا ہے نیز شدید بآس یعنی زور اور خوفناک موافق و متضاد کششِ مقناطیسی موجود ہے۔ جو صالح انواع کے تحفظ اور غیر صالح انواع کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

۳۵ : ۶۱ - خدا ہی زمینوں اور آسمانوں کو تھامے رکھتا ہے۔ کہ ٹل نہ جائیں۔ اور اگر وہ ٹلنے لگیں تو اس کے سوا ایسا کون ہے جو پھر ان کو تھام لے وہ فی الحقیقت بڑا بردبار اور بخشش والا ہے۔

۲۱ : ۳۰ - زمین میں توازن کے لئے پہاڑ بنا دئے (جن میں قدرتِ عزرائیل کی وجہ سے کششِ مقناطیسی اور برقی کششوں کے عناصر موجود ہیں) اور آسمانوں کو محفوظ چھت بنایا (جس کی حفاظت وہی میزانِ کششیں کر رہی ہیں) ۵۷ : ۲۷ - بآس شدید - الحدید یعنی خالص فولاد میں (قدرتِ عزرائیل کی وجہ سے) ایک خوفناک متضاد و موافق کششِ مقناطیسی موجود ہے۔

۵۷ : ۲۵ - ہم نے اپنے پیغمبروں کو بینات یعنی واضح حکمتی اعجاز دے کر بھیجا اور ان پر صحیفہ فطرت یعنی کائنات (کا علم فطرت) نازل کیا اور یہ الکتاب اور المیزان (یعنی کائنات اور اس میں پھیلی ہوئی کششوں کا حیرت انگیز جال جو قدرتِ عزرائیل سے قائم ہے) نازل کیا تاکہ لوگ بھی (ان کششوں کے وجود سے) اپنا توازن قائم رکھ سکیں۔

۵۵ : ۷ - وَالسَّمَاءَ مَرْفَعًا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ - اُس نے آسمان بلند کیا اور (اس میں) میزان

قدرت یعنی یہ نام بھی دو لفظوں سے مشتق ہے۔

حکمتی خاصیت، اس کی حکمتی خاصیت سلطان پر مشتمل ہے۔ یعنی سُلط + طان۔ ایک ط کے حذف ہونے سے سلطان کا لفظ بنتا ہے۔ سُلط کے معنی محافظ طاقت اور تسلطی قوت کے ہیں۔ مغربی سائنس میں اس کا نام ابھی تک مقرر نہیں ہوا۔ لیکن ہماری دانست میں اس کا صحیح انگریزی نام سولٹران موزوں ہوگا جو سلطان کے لفظ سے بنا جلتا ہے۔ — SOULTRON —

اللاء الاعلیٰ یعنی ان قدسیہ قدرتوں کے مرکز اجتماع یا ایک نیوکلس پر مجتمع ہونے والی قدرتوں کی تشریح حتی الامکان قرآن حکیم سے کی گئی ہے۔ ان قدرتوں سے جو حیرت انگیز حکمتی نتائج اور محاکمات قائم ہو سکتے ہیں حسب ذیل ہیں۔ اول: ان قدسیہ قدرتوں میں فطری حکمتوں کے ماتحت علم ریاضی کی بنیادی اکائیاں ظہور میں آتی ہیں۔ یعنی سب سے پہلے جبریل کی فطری اکائی جمع (+) پر مشتمل ہے۔ پھر میکائیل کی تقسیم (÷) ظاہر کرتی ہے۔ یہ دونوں ایک مقام یعنی نوری محلکے کے مرکز سے یا نیوکلس میں مقیم ہیں اور ان کی اشکالی ہیئت بھی ایک دوسرے سے حیرت انگیز طور پر مماثلت رکھتی ہے۔ ان کے باہر نفی (-) اسرافیل منظر سے قائم ہے۔ پھر ضرب × کی اکائی ہے جو عزرائیل قدرت سے ظہور میں آتی ہے۔ ان ہر دو میں بھی حیرت انگیز مماثلت ہے۔ یعنی نفی کی ایک لکیر پر دوسری ترچھی لکیر جو قریباً $\frac{1}{4}$ کا زاویہ بناتی ہو اس ضربی نشان کو ظاہر کرتی ہے۔ ضرب کا مروجہ نشان جو دونوں ترچھی لکیروں پر مشتمل ہے۔ فی الحقیقت غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا صحیح نشان یوں ہے۔

اگر ہم اپنے ارضی قطب شمالی کا زاویہ شمسی مدار میں قطبی سارے سے قائم کریں تو $\frac{1}{4}$ نکلیگا۔ اس سٹے ارض کی متحفظہ قدرت املین ان کے اسی زاویے پر قائم ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ثابت اور منفی کے ملنے سے تجلیات اور انوار کا ظہور ممکن ہے۔ لیکن ÷ اور × کے ملنے سے انوار کی بجائے ظلمت و تاریکی کا مظہر پیدا ہوتا ہے اس لئے ریاضی کے ان ابتدائی کلیوں کی ترتیب جو فطرتی طور پر قائم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت + کے بعد ÷ پھر - کے بعد × ہے۔ یہی چار کلیے فی الحقیقت تمام علم ریاضی کی جان ہیں۔ یہی وہ فطرتی اکائیاں ہیں جو اپنے مختلف اندازوں اور قدرتوں پر مشتمل ہو کر کائنات میں عناصر کی ہر نوع کو کسی نہ کسی مختلف شکل و صورت اور مختلف اثرات اور ان میں مختلف حیاتی اعمال کو نمود بخش رہی ہیں۔ نہیں بلکہ فطرت کے یہی کلیات کائنات کے ہر عنصر اس کے جوہروں اور نفسوں یعنی ایٹموں کو ایک مخصوص کمی بیشی کے ساتھ جداگانہ شکل و صورت جداگانہ خواص اور مختلف انداز اور کمیتوں میں پیش کرتے ہیں۔ ایٹمی توانائی جسے آج ارتقائے انسانی نے کسی حد تک بھانپ لیا ہے ہر عنصر میں جدا جدا ہے۔ لیکن ہر عنصر اور اس کے نفس یا ایٹم میں اس کا وجود یقینی ہے۔ یہی وہ نوری محاکمہ ہے۔ جس کی تشریح خدا نے حیرت انگیز طور پر آیات ۲۲ : ۳۵ میں **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** کے ضمن میں فرمائی ہے۔ جس کے

معنی صحیح طور پر یہی ہو سکتے ہیں کہ کائنات سماوی وارضی کی ہر ذرہ میں ان کے عناصر کے ہر نفس یا ایٹم میں فی الحقیقت نور و ہندہ محض اللہ ہی کی ذات ہے۔ یہ نور اس کی تخلیق ہے۔ نہ کہ خود خدا ہے جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ خدا کے اس تشبیلی نوری محاکے کی تشریح آگے اپنے مقام پر دی جائے گی یہاں صرف اس قدر واضح کر دینا مقصود ہے کہ نوری نظام فی الحقیقت وہی الملاء الاعلیٰ ہے۔ جس میں خدا کی چار قدرتیہ قدرتیں جلوہ فرما ہیں۔ یعنی

جبویل جسے مغرب نے پروٹان کا نام دے رکھا ہے۔

میکائیل جسے مغرب نے نیوٹران کا نام دے رکھا ہے۔

اسرافیل جسے مغرب نے الیکٹران کا نام دے رکھا ہے۔

اور عزرائیل جس کا نام ہم نے سولٹران لفظ سلطان کے مترادف منتخب کیا ہے۔

جیسا کہ تدبیر کائنات اور الملاء الاعلیٰ کے ضمن میں قبل ازیں قرآنی نظریات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ قدرتیہ قدرتیں ہر عنصر (شیء) میں خدا کے ارادے سے ہی داخل ہیں اور کسی تخلیق کے وقت عنصر سے ہی خدا کی اولیں بات ہوتی ہے (قَوْلُنَا الشَّيْءِ) پھر کون کے حکم سے وہی تخلیق معرض وجود میں آجاتی ہے۔ الْمَلَكِ الْاَعْلٰی میں اِذْ يَخْتَصِمُونَ کے ہیبت ناک الفاظ صاف صاف اشارات پیش کرتے ہیں۔ کہ جب ان قدرتوں پر کسی تخریب کا عمل ہوتا ہے تو وہ ہیبت ناک جنگ پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ جس کا ظہور صاف طور پر آج ارتقائے انسانی نے ایٹم بم کی صورت میں دیکھ لیا ہے۔ الْمَلَكِ الْاَعْلٰی کی دوسری آیت سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ جب ان قدرتوں سے شیطانی تخریب ٹکرا جاتی ہے۔ تو یہ قدرتیں وَيَقْضِ فُؤَادَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ کی صورت میں موجودہ دور کے راکٹوں اور میزائلوں کی طرح کائنات میں ایک ہیبت ناک ٹکرائڈ پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر وہی قدرتیں کائنات کی خلاؤں میں اپنے تباہ کن اثرات کے شکارے مارے پھرتی ہیں۔ اور جو عنصر ان کے ساتھ ٹکرا جاتا ہے۔ وہ بھی شہاب ثاقب کی طرح جلتا ہوا شعلہ بن جاتا ہے۔ یعنی یہی ہیبت قدرتیں ایک تباہ کن آتشی عمل پر اتر آتی ہیں۔ اور ہر چیز کو ہضم کر دیتی ہیں۔

متقدمین نے الْمَلَكِ الْاَعْلٰی کی ان دو عظیم الشان آیات کی جو تفسیریں کی ہیں۔ انہیں قارئین خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ہر تشریح سے اختلاف ممکن ہے۔ اور اگر یہ اختلاف کسی خدائی حکمت کی صحیح ترجمانی کر دے تو ہر عقل سلیم کو اس کے سامنے جھک جانا ہی بہتر ہوگا۔ بہر حال قرآن حکیم و عظیم کی آیات محکمت اور آیات تشابہات میں کامل غور و فکر کے بعد ہی صحیح حکمتی اعجاز (محکمت) عقل انسانی پر منکشف ہونے ممکن ہیں۔ چونکہ ہر انسان کسی نہ کسی ایک زاویے سے کسی آیت کی تشریح کرتا ہے۔ اس لئے ان آیات کے متعلق ہماری تشریح بھی یقیناً قابل غور و فکر ہوگی۔ آیات کے معانی اور کسی لفظ کے صحیح ترجمہ پر بحث کے نظریات کا ذکر انشاء اللہ اپنے مقام پر ہوگا۔

یہ اشیاء یعنی عناصر۔ ان کے نفوس یعنی ائیم اُن میں نور یعنی توانائی اور

یہ الامر یا روح یعنی نظام توانائی بھی

خدا کی عظیم بخششیں اور آیات یعنی اعجاز ہیں

یہ لاتعداد کائناتی مخلوق شب و روز اس دُھن میں سرگرداں ہے کہ کسی نہ کسی طرح خدا کو دیکھ لیا جائے۔ اس کی ہیئت کیا ہے۔ اس کی شکل و صورت کیونکر ہے۔ وہ کہاں کہیں ہے۔ لیکن خدا کی اس اطلاع کے مطابق کہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" تمہاری یہ کائناتی آنکھیں اُسے دیکھنے سے عاجز ہیں اس کائنات کی ہر نوع ابھی تک درطہ حیرت میں ہے۔ اور اُسے دیکھنے سے اس لئے بے بس ہے۔ کہ خدا کی ذات یَسَّ كَيْدُ شَيْءٍ شَيْءٍ ہے۔ اس کے وجود کا رشتہ ناٹھ کسی شے سے نہیں وہ کسی کی مثال میں نہیں۔ بلکہ وہ ایک بالکل جداگانہ ذات ہے۔ اور باقی جو کچھ ہے۔ وہ یا تو محض اشیاء ہیں یا اشیاء سے تقویم میں آئی ہوئی انواع ہیں۔ اسی لئے نہ تو اشیاء خدا کی مثال میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور نہ اشیاء سے تقویم میں آئی ہوئی انواع کو خدا کہا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا کی برتر ذات کے بعد اشیاء کا وجود ہی اُس کی بے مثال صنعت و تخلیق کا غماز ہے۔ نوع انسانی کی عقل و فکر اور اس کا دائرہ حکمت و عمل محض اشیاء اور اُن کے اعمال و کردار تک محدود ہے۔ انہی اشیاء میں علم و خبر انہی میں حکمت و فطرت انہی میں وہ تجلیات و مظاہر قصاں ہیں۔ انہی میں خدا کے عظیم و برتر وجود کی خبر نہ صرف پنہاں ہے۔ بلکہ خدا کی خلقتی اور ایجادات عالم میں یہی اشیاء کائنات کی بے مثال تعمیر کی نخست اول کا پتہ دیتی ہیں۔ جن سے یہ زمین و آسمان بقعہ نور اس کے شمس و قمر میں تجلیات اور ان میں پھیلی ہوئی بے شمار مخلوق کی توانائیاں صاف صاف دکھائی دے رہی ہیں۔ یہ اشیاء کیا ہیں؟ یہ خدا کی امانت کیا ہے؟ آئیے خدا کا قرآن دیکھئے اور اس بے مثال صنعت خدا کے اعجازات کا بنظر غور مطالعہ کیجئے۔ انسان بذات خود ایک قدرت کا نام ہے جو عناصر میں مستور ہو کر اپنے پتلے کو انسان کا نام دیتی ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ شئی بے شمار مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ اور ترجمہ میں اُس عظیم الشان لفظ کے معانی کہیں کچھ اور کہیں کچھ کئے ہیں۔ ہم مشتے از خروارے خدا قرآنی آیات آپ کے غور و فکر کے لئے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ۵۲ : ۳۵۔ اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمْ لِحَالِقُونَ ۝

کیا یہ کسی عنصر کے ماسوا سے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ (اُن عناصر کو) از خود پیدا کرنے والے ہیں۔ گویا انسانی تقویم محض عناصر سے ہوئی اور انسان عناصر کی تخلیق میں کلبیتہ بے بس ہے۔ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقْتُمْ۔ وہ کس عنصر

سے پیدا کیا گیا۔

۲ : ۲۵۵ - وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۝

انسانوں کی کیا مجال ہے کہ وہ کسی عنصر کے علم پر از خود دسترس حاصل کر سکیں یاں مگر خدا ہی جیسا چاہے یا جس کو یہ علم بخشنا چاہے دیا کرتا ہے۔

۳ : ۵۴ - یہ باتیں اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ اہل کتاب بھی (خدا کے علم سے) جان لیں کہ وہ خدا واد فضل و کرم سے ہی کسی عنصر کے استعمال پر قدرت رکھتے ہیں۔ (آلَافُ يُقَدِّمُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ)

۴ : ۲۸ - وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَخْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عِنْدَ دَاہ

اور جو کچھ آئے سامنے ہے اس پر تو خدا نے ہی احاطہ کر رکھا ہے۔ اور اسی نے تمام عناصر کو پوری طرح شمار کر رکھا ہے۔ اور ان کے مخصوص اعداد مقرر کر رکھے ہیں۔

(گویا ہر عنصر کا ایک نہ ایک عدد مخصوص ہے جو اس کے وزن اور کمیت کو پیش کرتا ہے۔)

۵ : ۱۱ - إِنَّ سَائِئِي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيفٌ ۝

یہ عناصر اس قدر ہیبت ناک ہیں کہ محض خدا ہی ان تمام عناصر پر پوری حفاظت رکھتا ہے۔

۶ : ۱۱ - وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور وہی خدا ہی تمام عناصر پر (جنہیں بذات خود ہیبت ناک قدرت موجود ہے) بے پناہ قدرت رکھتا ہے۔

۷ : ۲ - یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی عنصر پر اپنی حکمت نہیں رکھتے۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی عنصر پر اپنی حکمت کا وار ودار نہیں رکھتے۔ حالانکہ دونوں کتاب خدا پڑھتے ہیں (جن میں عناصر کی حیرت انگیز حکمت و سائنس کا علم موجود ہے) (عَلَىٰ شَيْءٍ)

۸ : ۱۳ - وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ كَابِعِقْدًا بِرُؤْيُ

اور خدا کے ہاں ہر عنصر کی مقدار یا اس کا وزن مخصوص یا اس کی کمیت کا اندازہ ضرور مقرر ہے۔

۹ : ۳۸ - خدا سے کوئی عنصر مخفی نہیں خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں۔

(گویا زمین و آسمان میں ہر جگہ عناصر کا ہی حیرت انگیز اعجاز موجود ہے۔)

۱۰ : ۵۱ - وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا نَسْرًا وَجَعَلْنَا لَكُمُ قَدْرًا كَرُون ۝

اور ہم نے تمام عناصر میں جوڑے یا سمجھا کا نظام قائم کر رکھا ہے۔ تاکہ تم (خدا کی حکمت سے) سبق حاصل کرو۔

۱۱ : ۵۲ - وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝

اور ہر عنصر جس پر انہوں نے (حکمت و سائنس سے) عمل کیا (یعنی کیمیائی اور طبیعی تجربات کئے) وہ ان کے اعمال

میں درج کر لیا جاتا ہے۔

۱۳ ۲۵ : ۲ - وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ سَاءَ ثَقَدِيرًا ۝

اور اُس نے تمام عناصر کو پیدا کیا پھر (توانائی وزن - کمیت یا کیمیائی اور طبیعی لحاظ سے) اُن میں حیرت انگیز مخصوص اندازے مقرر کر دئے۔

۱۴ ۱۶ : ۸۹ - الْكِتَابُ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ ط

الکتاب یعنی کائنات ایسی ہے جو تمام عناصر کو پوری طرح واضح اور بیان کرنے والی ہے اور اُس سے ہدایت رحمت اور بشارت کے عظیم اُشان سرچشمے پھوٹ رہے ہیں۔

۱۵ ۱۶ : ۴ - إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَادْنَا أَن نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

کسی تخلیق کے سلسلے میں ہماری ابتدائی بات تو محض عنصر سے ہوتی ہے۔ جب ہی ہم (کسی تخلیق کا) ارادہ کر لیتے ہیں تو (عنصر کو) کہہ دیا کرتے ہیں کہ (فلاں تخلیق ہیں) ہو جا تو وہ (طویل مدتوں اور کئی مرحلوں کے بعد) ہو جاتی ہے۔

۱۵ ۱۶ : ۲ - لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝

اور جن کو وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کوئی عنصر از خود بنا ہی نہیں سکتے بلکہ وہ تو خود بھی (اُن عناصر سے ہی) بنائے جاتے ہیں۔

۱۶ ۱۷ : ۱۶ - كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۝

ہر عنصر ہلاک ہونے والا ہے مگر اس کی اصل ذات (وَجْهَهُ) (یعنی اس کی توانائی جو محض خدا کی طرف سے بخشی ہوئی ہے) ہلاک نہ ہوگی۔

(نوٹ: یہاں لا کی ضمیر خدا کی طرف منسوب کی جائے تو بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں جو ترجمہ اوپر کیا گیا ہے وہی صحیح اور درست ہے۔)

۱۷ ۵۲ : ۲۹ - إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ط

اور ہم نے ہر عنصر کو ایک مقررہ اندازے یا مقدار وزن کے ساتھ پیدا کیا۔

۱۸ ۵۲ : ۲۱ - اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ارتقائی

مراحل تک پہنچا دیں گے اور ان کے لئے کسی عنصر کے عمل سے اُن کی ارتقا میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

۱۹ ۲۴ : ۵۵ - لَا يَشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۝

۲۴ ۵۵ : ۵۵ - لَا يَشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۝

وہ میرے ساتھ کسی عنصر کو شریک نہیں ٹھہراتے (کیونکہ خدا کسی عنصر سے تقویم میں نہیں آیا اور وہ لیس گمشدہ شئی کے مصداق ہے)

۲۱ : ۲۷ - صُنِعَ اللّٰهُ الَّذِي اَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط

یہ فی الحقیقت خدا کی ہی حیرت انگیز کاریگری ہے جس نے ہر عنصر کو (باوجود اس کے کہ وہ محض ایشیوں یا ذروں کا مجموعہ تھا) بے حد مضبوط اور وحدت میں متحد الاصل بنا دیا۔

۲۲ : ۳۲ - اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْتَهُ -

جس نے تمام عناصر کو بہترین اسلوب، خواص اور اعمال و اشکال میں بنا دیا۔ اور انسان کی پیدائش کو بھی مٹی (کے عناصر سے) شروع کیا پھر اس کی نسل خلا سے (یا خلیے) سے یعنی حقیر پانی سے پیدا کر دی پھر اُسے (سالہ بنا کر) شکل و صورت میں مکمل بنا دیا۔ تب کہیں اُس میں اپنی طرف سے اپنے نظامِ توانائی کی ایک کرن بھونک دی (روح) پس اُس کے اعجاز سے تمہارے کان سماعت والے اور آنکھیں بصارت والی اور قلب و ذہن کی تمام حیرت انگیز قدرتیں بنا دکھائیں مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

۲۳ : ۷۶ - لَهْوٰنِكُمْ شَيْئًا مِّنْ دُوْرًا -

بے شک انسان پر زمینے میں ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے۔ جبکہ وہ کسی قابل ذکر عنصر میں شمار نہیں ہوتا تھا۔
۲۴ : ۱۶ - اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (گویا انسان بذاتِ خود ایک قدرت کا نام ہے جو عناصر سے ملتی ہوئی) کیا انہوں نے خدا کی مخلوق کو نہیں دیکھا۔ جو خدا نے محض عناصر سے پیدا کر دی (مِنْ شَيْءٍ کے الفاظ یہاں بے حد معنی خیز ہیں)

۲۵ : ۱۵ - وَهَ اَنْزَلْنٰهُ اِلَّا بِقَدْرٍ مَّعْلُوْمٍ

اور ایسا کوئی عنصر نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ اور ہم نے ہی ان کو مناسب سمت و راہ یا اندازے سے اتارا ہے۔ (یا بنایا ہے)

(نوٹ ۱۔ یہاں نزل کا لفظ بے حد معنی خیز ہے اور یہ انہی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ جس طرح اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ کے الفاظ سے واضح ہے۔ اس آیت سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ عناصر خدا کی قدرتیہ قدرتوں کے ذریعے بدلتے بھی رہتے ہیں۔ یعنی نئے عناصر میں ارتقاء بھی کرتے ہیں)

۲۵ : ۲۵ - وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهَا وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط

عناصر میں (بھی نطق موجود ہے) اور ان میں سے کوئی بھی عنصر ایسا نہیں جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ کرتا ہو۔ لیکن اُسے بنی نوع انسان یہ اور بات ہے کہ تم اُن کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

(نوٹ ۲۔ گویا انسان بھی اگر بذاتِ خود کسی واحد اور منفرد عنصر کی پیدائش ہوتا تو ایک فرد دوسرے فرد کی تسبیح کو

قطعاً نہ سمجھ سکتا۔ اس لئے یہاں بھی شے سے مراد وہ انفرادی عنصر ہے جس کی آواز تک ہم سن نہیں سکتے۔ اگر تیسرے آواز کے ساتھ لازم ہے تو جانوروں کی آواز بھی ہم سن سکتے ہیں۔ اور اسے پہچان بھی سکتے ہیں لہذا وہ بھی بذاتِ خود کوئی واحد عنصر نہیں۔ ہاں ہم اور دیگر حیوان وغیرہ بے شک اشیاء کی پیداوار میں اور یہ حکمتِ خدا کا حیرت انگیز اعجاز ہے۔ کہ عناصر پر کئی طبیعی اور کیمیائی اعمال نے ان کے خواص کو اس طرح بدل دیا ہے کہ اب انہی سے بنا ہوا انسان اپنی بنیادی اشیاء کی گفتار سے محروم ہے۔

۲۶) الْحَجَرُ ۱۵، ۱۹ = وَابْتَنَّا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ۵

اور زمین کو ہم نے ہی پھیلا یا پیدا کیا اور اس پر پہاڑ کھڑے کر دیئے اور پہاڑوں میں تمام ایسے عناصر پیدا کر دیئے جو انتہائی طور پر ان کے لئے موزوں نظر آئے۔ اور ہم نے ہی تمہارے لئے اور ایسی مخلوق کے لئے جس کے تم روزی رسان نہیں ہو۔ ان میں معاش کا سامان بھی پیدا کر دیا۔

(نوٹ۔ اگرچہ انسان تمام حیوانوں درندوں اور پرندوں کا روزی رسان بن سکتا ہے۔ اور اپنی قدرت سے انہیں اپنے زیر اثر لانے پر قادر ہے۔ لیکن دقیق سلب یہ ہے کہ کوئی ایسی مخلوق بھی پہاڑوں میں مستور ہے۔ جن کا روزی رسان انسان نہیں بن سکتا۔ ہمارے خیال میں یہ وہی تابکار عناصر ہیں جن کی موجوں، زووں، شعاعوں اور کششوں میں حیرت انگیز اعجاز موجود ہیں۔ اگرچہ یہ انسان کے قبضہ قدرت میں آسکتے ہیں لیکن انسان کی طرف سے روزی رسانی سے مستغنی ہیں۔)

۲۷) ۸۲ : ۱۹ - يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ سَعِيْدًا وَّالْاَمْرُ لِيَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ ۵

جس دن کسی عنصر کا کوئی نفس دوسرے کے نفس کی ملکیت میں نہ رہے گا (یعنی عنصر کا ہر نفس اپنی توانائی کھو دیگا) اور اظہارِ توانائی (الامر) اُس دن محض خدا کے ہی قبضہ قدرت میں ہوگا۔

نوٹ۔ متعدد میں نے شیئاً کے معنی یہاں کچھ بھی یا ذرہ بھر کئے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو شیئاً کے معنی جب فی الواقع عنصر کے ہیں تو یہاں بھی وہی معنی کیوں نہ کئے جائیں جیسا کہ مندرجہ بالا ترجمے میں کر دیئے گئے ہیں)

۲۸) فَالْيَوْمَ لَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

قیامت کے دن کسی عنصری نفس پر قطعاً ظلم نہ ہوگا۔

(نوٹ۔ یہاں بھی معنی سابقہ انداز میں کئے گئے ہیں۔ عَلِيٌّ شَيْئًا سے کسی عنصر سے بہرہ ور ہونے کے ہیں نیز

۳۳ : ۵۴ - اِنَّ تَبْدُوْا شَيْئًا سَے مراد بھی کسی عنصر کا ظاہر یا پیش کرنا ہی ہے۔

۲۹) ۲۱ : ۲۱ - الَّذِي اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

اللہ نے ہی ہر عنصر میں حیرت انگیز طریق سے (جداگانہ انداز میں) قوتِ لفظِ نجشی۔
(نوٹ۔ اس آیت کا تطابق آیت مندرجہ نمبر ۲۵ کے ساتھ حیرت انگیز طور پر ہے)

۳۰. اِنَّ تَرٰ لَذٰلَةَ السَّاعَةِ شَيْئًا عَظِيْمًا۔

نفاکی گھڑی کے زلزلے کا باعث بھی کوئی عظیم عنصری مادہ ہی ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات کے معانی میں اگر ہم سے کوئی غلطی سزد نہیں ہوئی (کیونکہ حقائق کی بنا پر یہ معانی کئے گئے ہیں) تو یقین سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ شئی کا لفظ فی الحقیقت عنصر کے لفظ کے مترادف ہے۔ اگرچہ عنصر ہی عربی کا لفظ ہے لیکن جس طرح کتاب کے دیباچے میں اس امر کی مفصل تشریح کر دی گئی ہے۔ شئی کے معنی کے لئے ہمارے پاس کوئی اور ایسا لفظ موجود نہیں جو موجودہ دور کے حکمتی لفظ عنصر کے قریب تر ہو اور بالکل وہی معنی آشکار کرتا ہو جس کا دعویدار خدا ہے۔

نفس کی ماہیت

نفس قرآنی لفظ ہے۔ جو کتاب اللہ میں بے شمار مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ متقدمین اور مفسرین نے اس کے معنی کہیں رُوح کہیں فرد یا شخصیت کہیں جان اور ذات کہیں اپنے تئیں (MY-SELF - HIMSELF) کہیں سانس وغیرہ وغیرہ کئے ہیں۔ گویا کسی ایک مفسر نے بھی اس کا معنی یا ترجمہ ایک لفظی نہیں کیا۔ مزید تعجب چیز بات یہ ہے۔ کہ کئی مترجمین نے قرآن حکیم کی تین چار آیات میں نفسی اور نفسہ کی ضمیریں خدا کی طرف منسوب فرما کر یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ خدا کے وجود میں بھی اس کا کوئی ذاتی نفس موجود ہے۔ اور اس طرح معاذ اللہ خدا کی ہیئت کا ایک جزو انسانوں اور دیگر اجسام کے ایک جزو سے مشابہ یا مماثل ہے۔ اور خدا کی اس آیت عظیمہ کے مطابق کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ کُلُّ جو خدا کی نگاہ میں ہر نفسی نوع پر حاوی ہے۔ یعنی ہر قسم کا نفس یا اس کی نوع جس میں وہ کہیں ہے ذائقہ موت سے دوچار ہونے والی ہے۔ خدا کے نفس کو بھی ثابت کر کے اس آیت کا مصداق بنا دیا ہے جو فی الحقیقت کفر سے کم نہیں کیونکہ خدا کی ذات حقیقیہ ہے۔ خدا نے عبادی۔ ذکری وغیرہ الفاظ بھی قرآن میں استعمال فرمائے ہیں۔ جن کا مطلب صاف طور پر یہی ہے۔ کہ خدا کے پیدا شدہ بندے۔ اور خدا کا بختا ہوا ذکر گویا نہ تو خدا اس کے ذاتی وجود کا کوئی حصہ ہے۔ اور نہ ہی ذکر۔ اس لحاظ سے اگر خدا نفسی کا لفظ کہیں استعمال فرما دے تو مطلب یہی ہوگا کہ خدا کا پیدا کر وہ نفس۔

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ لفظ بے حد حیرت انگیز ہے۔ اور جہاں تک اس کے قرآنی معنی ہم سمجھ سکے

ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ :-

- ۱۰ نفس ایک حیرت انگیز مخلوق ہے۔
- ۱۱ نفس اشیاء میں مستور ہے۔ یعنی عناصر کے ابراہے ہے۔
- ۱۲ نفس پیدا کیا گیا ہے اور وہ ارتقاء کرتا ہے۔
- ۱۳ نفس کسی تخلیق کی خشت اول ہے۔
- ۱۴ نفس میں نور و ظلمت مستور ہے۔
- ۱۵ نفس میں روح یعنی الاہر یا نظام قدرت کا حیرت انگیز محاکمہ قائم ہے۔
- ۱۶ نفس جزا یا تجزی ہے۔ یکتائی میں ہے۔ دو نہیں ہو سکتا البتہ اس کا انشقاق ممکن ہے۔ جس سے عظیم توانائی یا عظیم ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔
- ۱۷ نفس میں بھی نرد مادہ یا زوجین کا محاکمہ قائم ہے۔
- ۱۸ نفس کی توانائی ہی روح کے مصداق اور حیات کا موجب ہے۔
- ۱۹ نفس کی مزید صفات کا ذکر انشاء اللہ آگے تفصیل کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔
- ان فرض کسی سابقہ مفسر اور کسی مترجم نے اس لفظ کا ایک لفظی نام معنوی لحاظ سے آج تک قائم نہیں کیا۔ ہر مقام پر ہر ایک کے متضاد معانی نہ تو مربوط اور نہ ہی بین السطور معنی قرار دئے جا سکتے ہیں۔ اُدھر قرآن میں تضاد اور اختلاف کا شائبہ تک موجود نہیں۔ خدا کا یہ اعلان ہماری توجہ کو مرکوز کرنے کیلئے کچھ کم نہیں۔
- أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَكَوْكَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوْ جَدُّوا فِيهِ إِحْتِلَافًا كَثِيرًا
- یعنی بھلا وہ قرآن کے معانی اور مطالب پر تدبر اور غور کیوں نہیں کرتے اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور غیر اللہ کی ایک تحریر یا کلام ہوتی تو یقیناً انہیں اس میں کثیر اختلافات معانی اور متضاد مطالب صاف صاف نظر آتے، گویا قرآن حکیم و عظیم کی سچائی کی واضح دلیل ہی ہے کہ اس میں کوئی معنوی اختلاف اور مطالب میں تضاد قطعاً نہیں بلکہ ہر لفظ کا تمام مقامات پر استعمال ایک عظیم الشان معنوی اتحاد رکھتا ہے۔ ایک لفظ ہر جگہ یکساں ماہیت کا حامل اور واحد حقیقت افشا کرتا ہے۔ یہی قرآن کا اعجاز ہے۔ جس سے یہ کلام خدا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ قرآن ایک مختصر سا صحیفہ نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا دعویٰ اپنے متعلق تبیاناً بکلی شئی ہے یعنی اس صحیفہ قدسی میں تمام عناصر کا بیان یقیناً موجود ہے۔ اُسے یَسْرُهُ بِلِسَانِكَ بنا دیا گیا ہے۔ وہ فی الحقیقت الْكِتَابُ مُفَعَّلًا ہے نہیں بلکہ اس میں ہر عنصر کی تفصیل بھی موجود ہے۔ (رَفَعِصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ) ان دعاوی کے بعد اس کا یہ اعلان بھی انسانیت کے روبرو کچھ کم نصیحت آمیز نہیں۔ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ (تم قرآن کے معنی اور مطالب میں کیوں تدبر سے کام نہیں لیتے) اس کے ہر لفظ کے صحیح معانی کی تلاش کیلئے غور و فکر کی دعوت اس لئے دی

گنتی ہے۔ تاکہ کوئی فرد اس کے کسی لفظ کے معنی کہیں کچھ اور کہیں کچھ کر کے اس کتاب خدا کو تضاد اور اختلاف کا پلندہ نہ بنا دے۔ اس لئے انسان کا یہ اولین فرض ہے۔ کہ وہ کتاب خدا کے ہر لفظ کے منفرد معنی جو ہر مقام پر ہیں اسطور اور مربوط و یکساں مطلب ثابت کریں تلاش کرے (لَعَلَّہُمْ یَتَفَكَّرُونَ) اور اس عظیم کام کے لئے ہر وقت اسی غور و فکر میں گھلتا رہے کیا یہ حیرت انگیز امر نہیں کہ آج کل کی انسانیت اسے عام لوگوں کی بناٹی ہوتی لغت کا محتاج سمجھتی ہے۔ حالانکہ اس کے بڑے بڑے سمجھنے والے اور اس کے معانی کو سمجھا کر اس پر عمل کرنے والی عظیم ہستیاں دو سو برس تک لغت کے عدم وجود کے باوجود اسے حتی الامکان خوب سمجھتی رہیں۔ ایک مقام پر حضرت علامہ المشرقی نے خوب کہا تھا۔

”جو یقینی بات قرآن حکیم کے لغز اور پیہم مطالعے کے بعد اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ فی الحقیقت ایک نہایت عمیق اور بلیغ کتاب ہے۔ اس کے اندر انسانی نسل کی اجتماعی مرفہ الحالی کا پورا اور دائمی سامان موجود ہے۔ اس میں کمال تدبیر اور انتہائی غور و فکر کی پوری گنجائش ہے۔ وہ اپنے دائرے کے اندر مکمل ہے۔ قیاسات اور آرا کے سبب انسانی مجموعوں سے بے نیاز ہے۔ وہ آپ صحیح معنوں میں اپنی تفسیر ہے۔ وہ سب انسانوں کی اپنی بناتی ہوتی اور قابل بدل لغات سے مستغنی ہے۔ اس کی اپنی اور ناقابل تغیر لغت خود اسی کے اندر ہے۔ اس کا داخلی طریق تسمیہ اس کے اپنے مقرر کئے ہوئے معبود ذہنی کو لدا کرنے کے لئے اسقدر کافی ہے۔ کہ کسی خارجی مدد کی اس کو محتاج ضرورت نہیں۔ اس کی سب قانونی مصطلحات اور آئینی متعارفات خود اس کے ضمن میں اس صحت اور وقت اس سلامتی اور استقلال سے واضح کر دی گئی ہیں۔ کہ اس کے بعد کسی ایک حصے کے مطالب کی صحیح تعبیر میں شک و اشتباہ کا گمان تک نہیں گزر سکتا۔ اس کے ہر لفظ کے صحیح مطلب اور صاحب القرآن کے اس لفظ کے متعلق صحیح عندیے میں وہ حیرت انگیز استقلال ہے۔ کہ اول سے آخر تک اس کا وہی ایک پیش نباد ہے۔ اجماع امت یا تاویل یا انسان کا نفسانی گمراہی کے مقصود کو قطعاً نہیں بدل سکتا۔ اس کی ایک آیت کے صرف ایک معانی ہیں۔ اس کے متعلق طرز عمل ایک ہے۔ اسی بنا پر قرآن حکیم اختلاف یا حشو کے بدنام انسانی عیب سے قطعاً تبرا ہے۔ جہاں کہیں اس کی آیتوں کے اندر تناقص کا گمان یا تکرار و تخالف کا شائبہ نظر آتا ہے۔ وہیں ان کے الہی مطالب سمجھنے میں کسر رہ گئی ہے۔ وہیں کوئی داماندگی ضرور ہے۔ وہیں کچھ نہ کچھ نقص یقیناً واقع ہوا ہے۔ نہیں بلکہ بعض اوقات قرآن عمداً و بظاہر تقیض یا ہم معنی باتوں کو ایک ہی سیاق کلام میں اور ایک ہی بحث کے ضمن میں پاس پاس جمع کر دیتا ہے۔ اور تدبیر کے سست قدم بہ ہوا کہ ہمیز لگا کر انسان کو اپنے اندر اختلاف یا بے نتیجہ تکرار کے نہ ہونے کا فی البدیہہ ثبوت دے دیتا ہے۔ وہ مجمل ہے مگر یہی اجمال اس کے مطالب کی صحت اور وحدت کا بالواسطہ ثبوت ہے وہ ایک قانونی کتاب ہے۔ مگر اس کا قانون ہونا ہی اس کے واحد فی اللطاب ایک نکتہ ہے اور مربوط ہونے کی قطعی شہادت ہے۔ الخ“

لہذا ہم بھی اسی نظریہ تدبیر کے تحت نفس کے لفظ کی ماہیت کا علم قرآن حکیم سے اخذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن سب سے پہلے ہم لغت انسانی کے ان دو حیرت انگیز معانی کو پیش کریں گے۔ یعنی نفس الشیء اور عین الشیء۔ ہمارے خیال میں نفس کے صحیح قرآنی معنی یہی ہیں۔ اور ان کا مطلب صاف طور پر یہی ہے۔ کہ "نفس (شیء) یعنی عنصر ہے اور نفس الشیء" کا اصل جوہر عنصر کا چشمہ۔ عنصر کا سورج۔ کسی عنصر کا وہ جوہر جو سورج کی سی اشعاع اور حرارت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اپنی توانائیوں کو ایک مخصوص تجلیات کی صورت میں نگاہ کے سامنے لاتا ہو۔ نیز اس کا یہ منظر خالص سونے کی سی جھلک بھی رکھتا ہو۔

گویا نفس ایسی توانائیوں کا مظہر ہے جن سے ایک وجود میں تمیز کی صلاحیت یا شعور و احساس کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ عقلی اور فکری صلاحیتوں کا مبداء ہے لیکن نفس بذات خود عقل و فکر اور شعور نہیں۔ بلکہ ان حسیات کی آماجگاہ ضرور ہے۔ اس کی موت ان حسیات کے عنقا ہو جانے کے مترادف ہے۔ یہی وہ حیرت انگیز جوہر ہے جو عنقا سے ہر تخلیق شدہ نوع میں موجودہ کر اس کی عظمت بڑائی بہت۔ غیرت ارادہ اور عقربت کو پوری طرح پیش کرنے پر قادر ہے۔ نفس خون کے اجزاء میں شامل ہے قرآن نے اسی لئے اسے نفاس سے تشبیہ دی ہے۔ نفس ہی کسی ایجاد کا باعث اول ہے۔ ہر سانس کے اجزاء نفس سے ہیں جو بے حد ہلکے اور نرم ہیں نفس کا حلقہ نمود بے حد کشادہ اور دستگیر ہے۔ نفس بے حد چمکدار اور روشن ہے۔ اسی لئے بے حد چمکدار اور روشن چیزوں کو نفیس کہا جاتا ہے۔ وَالصُّبْحُ إِذَا تَنَفَّسَ كَمَا مَعْنَى بھئی ہی ہیں کہ جب صبح اپنے نفسوں سے چمک و مک پھیلاتی ہے۔ اور کائنات ارضی کے ایک مخصوص خطے کو روشن کر دیتی ہے۔ نفس بذات خود بے حد مرعوب ہے اور مرعوب اس کی صفت اس لئے ہے کہ ہر نوع کے وجود کا باعث اول اور ہر تخلیق کا جزو اولیں وہی ہے۔ لغت عرب بھی جو محض انسانی فکر کی پیداوار ہے یہی معانی پیش کرتی ہے۔ آئیے اب مفسرین مابین کی چند تشریحات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حوالہ اول۔ نیشاپوری ص ۲۲ جزو ۲۲

قال حکماء الاسلام النفس الانسانية جوہر مشرق نورانی اذا تعلق بالبدن حصل ضوءاً کافى جميع الاجزاء ظاهراً و باطنها و هو الحیوة و الیقظة و آمافی وقت النوم فان ضوءاً لا ینفع الا باطن البدن و ینقطع عن ظاهراً فتبقى عن ظاهراً فتبقى نفس الحیوة التي بها النفس و عمل القوى البدنية فی الباطن و ینفی ما به التميز و العقل و اذا انقطع هذا الضوء بالکلیه عن البدن فهو الموت۔

یعنی اسلامی سائنسدانوں نے کہا ہے۔ کہ انسانی نفس فی الحقیقت ایک جوہر نورانی ہے جب ہی بدن سے اس کا تعلق ہوا تو اس کی نورنشانی اور جلوہ آرائی تمام ظاہری اور باطنی اجزاء بدن میں پہنچ گئی وہ تو زندہ اور جاندار

ہے اور نیند میں اس کا یہ اعجاز ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن نفس حیات باقی رہتا ہے۔ ہاں عقل و تمیز باقی نہیں رہتی اور جب اس نفس کی ضوفشانی اور حرارت و بجلی من کل الوجوه ختم ہو جاتی ہے۔ اور بدن میں نہیں رہتی تو وہی بدن کی موت ہے۔

حوالہ دوم۔ بیضاوی

قوله الله يَتَوَفَىٰ أُولَٰئِكَ حِينَ مَوْتِهِمْ أَي يَقْبِضُهَا عَنِ الْإِبْدَانِ بَانَ يَقَطَعُ تَعْلُقَهَا عَنْهَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفسوں کو قبضے میں کر لیتا ہے۔ اور ان کا نورانی اور ضوفشانی تعلق بدن کے ظاہر و باطن سے منقطع ہو جاتا ہے۔

حوالہ سوم۔ مظہری

قوله ثُمَّ يُحْيِيكُمْ وَعِنْدَ الْمَوْتِ يُنْتِزِعُ النَّفْسَ عَنِ الْبَدَانِ فَيَنْتِزِعُ يَنْقَطِعُ تَعْلُقُ الرُّوحِ عَنِ الْبَدَانِ۔

یعنی پھر تمہیں زندہ کیا جاتا ہے۔ اور موت کے وقت نفس کو بدن سے خارج کر دیتا ہے۔ پھر اس وقت روح یعنی نظام توانائی کا تعلق بھی بدن سے منقطع ہو جاتا ہے۔

حوالہ چہارم۔ معالم التنزیل ص ۲۲۶

وَيَكُنَّ السَّابِقَ نَفْسَانِ أَحَدٍ هُمَا نَفْسُ الْحَيَاةِ وَهِيَ الَّتِي تَفَارِقُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَتَنْوَلُ بِذَوَالِهَا النَّفْسَ..... وَالْآخِرَىٰ۔ نفس التميز وهي التي تفارقه اذا نام وهو بعد النوم يتنفس یعنی ہر انسان میں دو قسم کے نفس موجود ہیں ان میں سے ایک زندگی کا نفس ہے جو موت کے وقت جدا ہو کر ضوفشانی ختم کر دیتا ہے۔ وہی اس کے زوال کا باعث ہے اور دوسری قسم نفس تمیزی ہے جو نیند کے وقت اپنی ضوفشانی ختم کر دیتا ہے۔ پھر نیند کے بعد ان نفسوں میں نظام توانائی واپس آجاتی ہے۔

حوالہ پنجم۔ کتاب الروح ص ۵

انما ذات قائمه بنفسها تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل تخرج وتذهب وتجي وتتحرك وتسكن وعلى هذا اكثر من مائة دليل۔

نفس کی ذات سے ہی قیام ہے وہ اُپر جاتا ہے اور اترتا ہے۔ ملتا اور جدا ہوتا ہے جاتا اور آتا ہے حرکت کرتا اور آرام کرتا ہے اُس پر ایک سو سے زائد دلائل ہیں۔ (اُترنے اور چڑھنے سے مراد تخیل میں پرواز کرنا اور نیچے اترنا ہے۔)

حوالہ ششم - حقیقت رُوح انسانی (تصنیف امام غزالیؒ)

نفس میں ہی رُوح ہے۔ وہ ایک جوہر ہے جو ایک چیز غیر منقسم ہے سب عقلا کے نزدیک جزو لایتجزئی ہے یعنی ایک چیز ہے کہ تقسیم قبول نہیں کرتی۔ اگر تمام موجودات یا تمام اشیاء جن سے انسان کا توام ہے اعتبار کی جائیں انہیں جملہ ایک رُوح بھی ہوگی۔ رُوح ایک شے سے ہے جو ایک غیر منقسم ہے۔ رُوح کا ایک اپنا جسم ہے اخلاط اربعہ سے عبارت ہے۔ جو مجتمع اور کم و کیف میں معتدل ہیں۔ جسم مرکب ہے اجزاء لایتجزئی سے اور نفس اور رُوح عبارتاً وجود ان اجزائے لایتجزئی سے ہے جن کو اجزاء اصلی کہتے ہیں۔ (گویا جن کا نام آج مغرب نے ایٹم یا اُکس کی تو انائیاں رکھا ہے) نفس ایک جوہر غیر منقسم بواسطہ رُوح حیوانی مدبر بدن و حافظ ترکیب بدن ہے۔ مکان اور جہت سے پاک نہ بدن میں داخل نہ خارج نہ متصل نہ منفصل وغیرہ وغیرہ۔

حاشیہ صفحہ ۳۔ نفس کا لفظ لغت عرب میں کئی معنوں میں مشترک ہے چنانچہ چشم اور ذات اور خون اور وجود کو بھی نفس کہتے ہیں۔ جس پر اصابتہ نفس کا اطلاق اور قولہ تعلق حتی تسلّموا علی انفسکم و قول فقہاء مالا نفس له سائلہ معفو و قول قائل نفس الشیء فی اللغة وجوداً شاہد ہے اور رنگ و باغت چرم و عقوبہ وغیرہ پر بھی نفس بولتے ہیں ایسا ہی نفس ناطقہ پر جو مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب ہے نفس کا اطلاق آتا ہے۔

نوٹ۔ یہ معانی شارح کے درج کئے ہیں جن کی تشریح ہم قبل ازین کر چکے ہیں۔

الغرض مندرجہ بالا چند متقدمین کی تشریحات سے بھی یہی کچھ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نفس فی الحقیقت کسی نہ کسی عنصر کا ایک جوہری ذرہ ہے۔ جو جزو لایتجزئی کے وصف میں جاندار بھی ہے۔ اس میں عظیم توانائی جو اخلاط اربعہ سے عبارت ہے۔ موجود ہے۔ نیز کائنات کی ہر نوع فی الحقیقت ان نادیدنی قذات سے توام پذیر ہے۔ حوالہ اول میں نیشاپوری نے جس انداز میں نفس کی تشریح کی ہے۔ وہ اس قدر حیرت انگیز ہے۔ کہ آج کل کا ارتقاء یافتہ مغربی سائنسدان بھی درطہ حیرت میں پڑ سکتا ہے۔

موجودہ ذرہ چونکہ ایٹمی توانائی کا دور مشہور ہو چکا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت بھی ہے۔ کہ اسی ذرہ میں انسان نے ایٹم کو امن کا دیوتا اور اسی کو جنگ کا ہیب دیو بھی ثابت کر دکھایا ہے۔ تو ہمارے لئے الملاء الاعلیٰ کی قدسیہ قدرتوں یعنی ایٹمی مرکز توانائی کی تشریح اور ان چار قدرتوں کی حیرت انگیز تشریح سے اعراض ممکن نہیں رہا۔ مغربی حکمت و سائنس میں ایٹم کے معنی آج ہر تعلیم یافتہ بخوبی سمجھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ ایٹم یا جوہر نہایت ہی لطیف اور مختصر ترین ذرہ ہے۔ جوہر عنصر میں مستور ہے۔ لیکن آج تک اُسے کسی نے نہیں دیکھا۔ مغرب نے اس کی تحقیقات کائنات کے ہیب سودج اور اس کے ستاروں کے نظریات سے کی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اربوں کھربوں جوہر بھی ذن میں بال کے

ایک عنصر کے برابر نہیں ہوتے۔ کچھ ذرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایٹم یا جوہر سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں اور ایسے ذرات سے ایک عنصر کو دوسرے عنصر میں تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی کو کیمیا کہا گیا ہے۔ جوہری ذرہ جاندار ہے اور خدا کی ہر تخلیق اسی کی مرہون منت ہے۔ البتہ مغرب نے ہر جوہری ذرہ پر تین قدرتوں یا توانائیوں کا یقین دلایا ہے۔ لیکن قرآنی اور اسلامی تحقیقات میں ہر جوہری ذرے پر کم از کم چار قدرتیں یا چار مختلف توانائیاں ثابت ہوتی ہیں جن کی تشریح اپنے مقام پر آرہی ہے۔

لہذا ہم اس واضح تحقیقات کی روشنی میں نفس کے واحد معانی جوہری ذرہ یا زندہ ایٹم قرار دیتے ہیں۔

نفس کی شرانی تشریح

۱۔ مِنْ آيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ۔ تباؤ بھلا تمہیں کس عنصر سے بنایا گیا ہے۔
 ۲۔ خَلَقَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ۔ تمہیں تو عناصر سے ہی بنایا گیا۔
 ۳۔ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ تمہیں ایک نفس سے بنایا گیا جو وحدت دیکھائی میں تھا نیز خواص میں ٹونٹ تھا۔ (دعا) تائیت کی ہے۔

۱۔ ہر نوع کی تخلیق عناصر اور ان کے نفوس سے ہوئی۔ لہذا نفس ہی ہر نوع کی تخلیق کا باعث اول ہے گویا نفس عنصری جوہر ہے جو یکتائی اور وحدت کی فطرت و جبلت رکھتا ہے۔

۲۔ مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كُنُفُسٍ وَاحِدَةً۔ اسے نوع انسانی تمہاری تخلیق اور ارتقا بھی بالکل اور بعینہ ایک ایٹم کی تخلیق اور ارتقاء کی مانند ہو رہی ہے۔
 ۳۔ فَلَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ نَجْدٍ لَأَنزَلْنَا بِهَا۔

۲۔ ہر عنصری نفس مقررہ میعاد کے بعد ارتقا کر رہا ہے نیز چونکہ انسان کی تخلیق کا باعث اول بھی نفس ہی ہے۔ اس لئے وہ بھی پیدائش کے بعد ارتقا کرتا ہے۔ ہر نفس یا عنصری جوہر انسانی تحقیقات میں آکر رہے گا۔

کسی عنصری جوہر یا ایٹم پر ظلم نہ ہوگا کہ وہ ظاہر ہو کر ارتقا سے سرفراز نہ ہو بلکہ اگر ایسا کوئی ذرہ کہیں بھی موجود ہوگا تو اسے عنصر سے باہر نکال کر صاف صاف دکھا دیا جائے گا۔ (تا کہ اس کے مخفی رہنے میں اس پر ظلم نہ ہو۔)

۳۔ تخریبی قدرت عناصر اور ان کے ایٹموں کی تخلیق کے بعد ظہور میں آتی۔

۱۸: ۱۵۔ وَلَا تَخْلُقُ الْفُجُورَ... یعنی تخریبی قدرت شیطان کو نہ تو آسمانوں اور

یا سالمہ ایک حقیر بانی میں تھا۔ پھر اُسے کئی مرحلوں سے گزرا کر صحیح شکل و صورت میں نواز دیا گیا۔ (یعنی مکمل انسانی ڈھانچہ بنا دیا گیا جس میں کان آنکھیں اور قلب و ذہن کے جملہ اعضاء پوری شکل و صورت میں موجود تھے، ثُمَّ سَوَّاهُ) (یہ تمام جسمانی ارتقاء اُس نے اُسی نفسِ تخلیقی کی حیاتِ انگیز صفات سے حاصل کی) تب خدا نے اُس میں (یعنی نفسِ تخلیقی میں) اُسی (کا ایک نظام تو انائی) پھونک دیا (فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ مِّنْ رُّوحِنَا) اور (یہ روح کا اعجاز تھا کہ ایک نفس کو متنفس بنا کر اُس کے خاموش ادبے شعور ڈھانچے میں) سماعت و بصارت کی تمام قدرتیں پیدا کر دی گئیں (فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا) (گویا نہ جان نفس سے ماسوا ہوئی اور نہ روح نفس سے ماورئی بلکہ یہ تمام صورتیں محض نفس کے ارتقاء کے ماسوا تھے)

۹ - مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ -

جس نے ایک نفس کو کسی دوسرے مخالف الاثر نفس کے ساتھ قتل کیا۔ (ب + غیو)

۱۸: ۶۴ - قَالَ اَقْتُلْتَنَفْسًا تَرَكِيَتْ بِغَيْرِ نَفْسٍ ط

اُس نے کہا آپ نے تو ایک ایسے نفس کو جو ابھی ربوبیت عامہ کے تحت تھا کسی دوسرے مخالف الاثر نفس کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا مُّكْرًا

آپ تو یقیناً ایک انوکھے عنصر کو کام میں لائے۔

۱۳ - وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ه

اور ایسے ایٹم کو قتل نہ کرو جسے خدا نے (بوجہ اس کے کہ وہ اپنی ایٹمی آگ سے جہنم برپا کر سکتا ہے) روک رکھا ہے مگر (اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ کیلئے جو حق کے ساتھ کیا جائے۔ تو

دوم۔ جان جو اُس کے نفسِ تخلیقی سے داخل ہوتی ہے۔

سوم۔ روح نفس کی جان سے ہے جب نفس ارتقا اور تجلی ریز ہونے کے بعد ایک حیرت انگیز نظام تو انائی کے ظہور کا باعث بنا ہے۔ تو اس نظام کی وجہ سے روح بن جاتا ہے جس سے عقل و شعور اور دیگر تمام تخلیقی حیات ظہور میں آتی ہیں۔

۱۰۔ قتل نفس سے مراد عنصر کو کشتہ کر کے ایٹم بنانا یا ایٹم کو مصدوب کرنا یا سلنا۔ سحق کرنا یا کشتہ کرنا ہے۔ نفس کے قتل کو بعض اوقات تمثیلاً متنفس کے قتل کے مترادف بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اُس کا قتل درحقیقت نفس کا قتل ہی ہوتا ہے۔

اس طرح اجازت ہے۔

نوٹ ۱۔ اس ضمن میں نمبر شمار ۱۷ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ ۲۔ لغت میں قتل کے معنی ہر جگہ حقیقی طور پر مار ڈالنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ سیاق و سباق کے اعتبار سے اس کے معنی متعین کئے جاتے ہیں۔ کہیں مار ڈالنا کہیں ذلیل و خقیق کرنا۔ کچل اور مسل کر۔ شکل بگاڑ دینا تباہ و برباد کر دینا۔ مضروب کرنا۔ نفسیاتی خواہشات سے روکے رکھنا یعنی بچوں کو علم و تربیت سے بوجہ کم مائیگی محروم رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ قرآنی آیات بھی ان معنوں کی پوری پوری تائید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں تاج۔ محیط اور راغب کی کتب لغات۔

۱۲۔ بَغْيٍ دُو لَفْظُوں کا مجموعہ ہے یعنی ب + غیو۔ ب کے معنی ساتھ اور غیر کے معنی دوسرے مخالف الاثر غیو کی جمع اغیار ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ قَاسَ الشَّيْءَ بَغْيٍ۔ کسی عنصر کا کسی دوسرے مخالف عنصر کے ساتھ موازنہ کرنا۔

۹۔ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا چونکہ بنی اسرائیل (کی سرشت میں ایٹم بم کی بہلک ایجاد) لکھ دی گئی تھی کہ جس نے ایک ایٹم کو اس کے مخالف الاثر ایٹم سے (بے سوچے سمجھے) قتل کر ڈالا یا جان بوجھ کر زمین میں فساد برپا کرنے کیلئے ایسا کیا، اس نے تو گویا تمام دکھائی دینے والی مخلوقات کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن جس نے ایٹم کو حیات کیلئے استعمال کرنے کی تگ و دو کی اس نے گویا تمام نظر آنے والی مخلوق کو حیات بخش دی۔

نوٹ ۱۰۔ متقدمین نے نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ کے معنی بغیر حق کے یا بغیر قصاص کے قتل کرنا مراد لئے ہیں حالانکہ حق اور قصاص دونوں

دی ایٹم برائے ہلاکت اور ایٹم برائے حیات
ان نظریہ قرآنی گویا اسی سے ایٹم بم کی
ایجاد ہوتی ہے اور اسی سے حیات کے
چشمے بھی چھوٹتے ہیں۔

عربی لفظ ہیں۔ اس لئے اگر خدا کا مفہوم فی الحقیقت یہی ہوتا تو خدا
اس آیت کو یوں ارشاد فرماتا۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ قَصَاصٍ
يَا بَغْيٍ حَقٍّ لِّكِن مَّعَالِمَهُ نَفْسٌ كَا دَوْرِهِ نَفْسٌ كَمَا سَاوَهُ
قتل کرنے کا ہے۔ پھر معاملہ صریح طور پر کسی تفسیر کا بھی نہیں
بلکہ محض نفس کا ہے۔ مزید برآں اگر متقدمین کا مفہوم صحیح تصور
کیا جائے۔ تو ناحق اور بغیر قصاص کے قتل روزانہ واقعہ ہو رہے
ہیں۔ لیکن ان سے قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا کا مشاہدہ آج
تک ظہور میں نہیں آیا اور خود ہمارے علمائے کرام بھی بدستور
زندہ موجود نظر آتے ہیں۔

مغرب کی حکمت و سائنس نے آج ثابت کر دکھایا ہے کہ ایٹم جہاں
شدید مہلک اثرات رکھتا ہے وہاں حیرت انگیز طور پر حیات بخش
نعمت بھی ہے۔ اس سے بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات اور
نباتات کی انواع بھی حیات اور توانائی سے سرفراز ہو رہی ہیں پھر
یہ کس قدر حیرت انگیز اطلاع ہے کہ ایٹم کے ان خواص کو معلوم
کرنے یا اس کی اس طرح ریسرچ کرنے میں بنی اسرائیل کے
سائنسدان ہی پیش پیش ہوں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ
ایٹم بم بنانے والا پہلا شخص اور ایٹم سے حیات تلاش کرنے والا
اولین شخص بھی بنی اسرائیل سے ہی تھا۔ گویا کتبنا علی بنی
اسرائیل کی حیرت انگیز اطلاع دو اور دوچار کی طرح صحیح
ثابت ہوئی ہے۔

۱۶۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ قَصَاصٍ أَوْ
بِلَغْوٍ أَوْ قِسَافٍ أَوْ قَتَلَ نَفْسًا

یعنی دو دروازہ ممالک میں جہاں تمہارے گھوڑے اور دیگر
بوجھ اٹھانے والے جانور تمہارے بوجھوں کو اٹھا کر نہیں
لے جا سکتے وہاں انشفاق ایٹم سے تمہارا اور تمہارے بوجھوں

انشقاق ایٹم سے عظیم توانائی پیدا ہو سکتی
ہے۔ جو ہوائی اور سمندری جہازوں، ریلوں
اور موٹروں میں کام آتی ہے اور انسان
دو دروازہ ملکوں تک پہنچنے میں متاثر
ہو سکتا ہے۔

کا پہنچنا آسان کر دیا گیا ہے۔

۳۰ : ۲۸ - ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنَ انْفُسِكُمْ ذَهَبًا لَّحْمًا
مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَارَزَقْتَا
كُمْ فَانْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُوهُمْ كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ
كَذٰلِكَ نَفِّصِلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝

اللہ تمہارے لئے تمہارے ہی نفسوں کی ایک حیرت انگیز مثال
بیان فرماتا ہے کہ دیکھو تمہارے ذاتی جسمانی نفس اور جن نفسوں
کے تم اس لحاظ سے مالک ہو کہ وہ تمہارے شریک کار اور
تمہیں رزق کے طور پر دے گئے ہیں۔ کیا وہ سب تم ہیں کیا
خواص کے مالک ہیں؟ تم تو ان سے اس طرح خوف زدہ ہو
رہے ہو جیسے تم اپنے ذاتی نفسوں کی بھی ہیبت ناکوں سے
ڈرتے ہو۔ اس عظیم الشان مثال سے تو خدا کے اعجازات کو محض
عقل و شعور رکھنے والی قوم کیلئے ہی بالتفصیل پیش کیا جانا ضرور
ہو سکتا ہے۔

۱۸ : ۶ - حَتّٰى اِذَا قِيَا عُنْدَ مَا نَفْسُهُ لَا قَالِ اَقْتَلْتَا
نَفْسًا تَا كَيْتًا بَغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ حِثَّتَا شَيْئًا نَّكَرًا ۝
یہاں تک کہ وہ ایک کم سن متنفس کو بلے پس اُسے قتل کر دیا۔ تو
(حضرت موسیٰ نے خضرؑ سے) کہا آپ نے تو ایک ایسے نفس کو
جو ابھی ربوبیت عامہ کے تحت تھا کسی دوسرے مخالف الاثر
نفس کے ساتھ قتل کر دیا ہے آپ تو یقیناً ایک انوکھے عنصر کو
کام میں لانے ہیں۔

نوٹ :- اس آیت کے حقائق اور تشریح بیان کرنے سے پہلے اس
داستان علم و حکمت کا بیان کر دینا از بس ضروری ہے جو
حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کے مابین ظہور میں آئی۔ انبیا قبل
از حصول نبوت ہی سے اپنی صالح فطرت کے طفیل کائنات

۹ یہ کائناتی نفوس یعنی ایٹم جن پر انسان ملکیت
رکھتا ہے بہت حد تک ہیبت ناک ہیں
کیونکہ تمام ایٹم یکساں خواص نہیں رکھتے۔

۹۱ کسی نفس کو اُس کے دوسرے مخالف الاثر
نفس کے ساتھ قتل کرنا اگرچہ نساو فی الارض
کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا عمل
طغیان و کفر کے خاتمے کیلئے کیا جائے تو
کچھ مضائقہ نہیں۔

نیز اگر نفس پوری طرح نشوونما یافتہ نہ
ہو تو اُسے اس کے مخالف الاثر یا دوسرے
غیر ایٹم سے قتل کرنے میں ہلاکت کے
اثرات کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

میں غور و فکر کے عادی رہے ہیں۔ قرآن حکیم جا بجا اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی مطالعہ قدرت کے کمال کے بعد نبوت اور وحی سے سرفراز ہوتے رہے ہیں۔ حق کی تلاش ہی انہیں خدا سے قریب تر لانے میں مدد ثابت ہوئی چنانچہ حضرت موسیٰؑ جو ابھی وحی خدا سے سرفراز نہیں ہوئے تھے علم فطرت میں غور و خوض کے لئے گھر سے باہر اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ دو دریاؤں کے سنگم کی جانب روانہ ہوئے (یعنی اسی طرح جیسے وحی کی عطائگی سے پہلے حضرت ابراہیمؑ پہاڑوں اور جنگلوں میں پہنچ کر کائنات کی موجودات، شمس و قمر، فضاؤں اور خلاؤں ستاروں اور پہاڑوں کے عناصر کے متعلق علمی مطالعہ کیلئے گھر چھوڑ دیا کرتے تھے) چنانچہ اس سفر میں حضرت موسیٰؑ کی ایک عالم حکمت و سائنس اور صاحب علم ربانی سے اتفاقاً (جو خدا کے ارادے سے تھی) ملاقات ہو گئی۔ اُن سے باتوں باتوں میں حکمت کے معارف کو بھانپ کر حضرت خضرؑ سے التماس کی کہ جس علم کے وہ ماہر ہیں انہیں بھی اُس سے آشنا کر دیں (اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ابھی وحی خدا سے سرفراز نہیں ہوئے تھے کیونکہ کوئی نبی خدا کے سوا کسی دوسری شخصیت سے علم کا منتہی نہیں ہو سکتا) تو اُس عالم ربانی نے کہا اگرچہ مجھے آپ کو ساتھی بنانے میں کوئی عار نہیں لیکن ڈر ہے کہ آپ عناصری علم کے حیرت انگیز اعجازات کو کامل صبر آزمائی سے دیکھ نہ سکیں گے اور اس طرح عجلت میں اشیاء کی حیرت انگیز فطرت کو کا حقہ سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ (غالباً یہ بات اس لئے کی گئی کہ حضرت خضرؑ اُن کے اُستاد بننا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ اُن کی خواہش کے مطابق محض حقائق اشیاء کو پیش کر کے اُن کے مطالعہ قدرت کے عشق میں مزید جلا پیدا کرنے کی تمنا رکھتے تھے) اس لئے انہوں نے حضرت

موسیٰؑ پر واضح کیا کہ آپ میرے علم کمالات دیکھ کر مجھ سے کوئی استفسار نہ کریں اور محض اپنے غور و فکر کو ہی زیر نظر رکھیں نیز جب تک میں خود کسی عنصر کی حکمت و سائنس کے راز کو افشا نہ کروں آپ مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کریں (فَلَمَّا تَسْتَلْنِي عَنْ نَسِيٍّ) چنانچہ اس علامہ فطرت نے پہلے ایک کشتی کو داغدار کر دیا انہیں حکمت کی رو سے معلوم تھا کہ اس کشتی کو داغدار کرنے میں اس کے مالک کو ہی فائدہ ہو گا لیکن موسیٰؑ نے اس کی علت غائی کی طرف فوراً توجہ دلائی اور کہہ دیا کہ بتلائیں آپ نے اس کشتی پر لگے ہوئے عناصر کو کیوں جدا کیا اور اس طرح کشتی کو توڑ پھوڑ بھی دیا۔ یعنی کسی عنصر پر آپ نے یہ انوکھا فعل کیا (لَقَدْ جِئْتَنَّا شَيْئًا اٰمْرًا) اس پر حضرتؑ نے انہیں طے شدہ وعدے کے مطابق خبردار کیا پھر آگے چلے تو حضرتؑ نے ایک اجنبی عنصر پر بظاہر فطری قوانین کے خلاف عمل کیا (لَقَدْ جِئْتَنَّا نٰكِرًا) یعنی ایک کم سن لڑکے کو جو ابھی ربوبیت عامہ کے تحت زیر پرورش تھا قتل کر ڈالا اس پر موسیٰؑ نے پھر سوال کیا کہ آپ نے تو ایک ایسا فعل کیا جس سے فساد فی الارض ممکن ہے یعنی وہ اس طرح کہ آپ نے ایک زیر پرورش یا کم سن متنفس کے نفس کو اس کے مخالف الاثر یا غیر نفس کے ساتھ کچل دیا ہے۔ (قَالَ اَقْتَلْتَنَفْسًا تَرَكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ) جو بظاہر من قتل نفساً بِغَيْرِ نَفْسٍ کے محاکے کے مطابق فساد اور تخریب کا باعث بن سکتا ہے لہذا یہ خلاف امن عمل آپ سے کیوں سرزد ہوا۔ چنانچہ حضرتؑ نے پھر سختی سے انہیں خاموش رہنے کو کہا۔ اس کے بعد ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔ آخر الامر جب حضرتؑ نے خود ہی تمام رازوں سے پردہ چاک کیا تو اس کم سن متنفس کے قتل کے ضمن میں فرمایا کہ اس میں طغیان و کفر کا نفس ابھی پرورش

پارہا تھا جس سے تعین پیدا ہوتا تھا کہ وہ کامل ارتقاء کے بعد اپنے والدین کے حق میں برفی الحقیقت امن و آتشی کے دیوتا ہیں۔ (مومنین) طغیان و کفر کا باعث بن جائے گا۔ لہذا میں عملاً لاشیاً اور ان کے ایموں میں کامل علمی مہارت رکھنے کی وجہ سے اُسے اُس کی ارتقاء سے پہلے ہی مسل ڈالا ہے۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طغیان اور کفر کو مٹانے کے لئے کسی ارتقاء یافتہ ایٹم کا اُس کے مخالف الاثر دوسرے نفس کے ساتھ عملِ قتلِ حکمتِ اسلام میں جائز ہے۔ یعنی ایٹم بم محض طغیان و کفر کے مٹانے کیلئے اگر تیار کیا جائے تو عین حق اور جائز ہے۔ اور یہ عمل تَتَّالِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مِمَّا شَاءَ اللّٰهُ۔

۱۶: ۷۲ - وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدًا وَرَبَّكُمْ قَوْمًا مِّنَ الطّٰیِبٰتِ ط

اللہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے مؤنث دند کر نفس بنا دیتا ہے۔ پھر ان دونوں سے تمہارے لئے لڑکے اور پوتے بنا دیتا ہے۔ اور (انہی نفسوں کے جوڑوں سے) تمہیں پاکیزہ رزق بھی عطا کرتا ہے۔

۳۲: ۲۷ - فَخُذُوْهُم بِرَبِّعَاتٍ مِّنْ عَاثِمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وَالْاَنْفُسُ هُمْ وَاَفَلَا يَنْصُرُوْنَ ۝

اور ہم پانی کے دو عناصر یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن (کے ایٹموں سے) نباتات کی کھیتیاں پیدا کر رہے ہیں جس میں سے انکے چوپائے اور ان کے نفس کھاتے ہیں۔ کیا تم اس حیرت انگیز اعجاز کو دیکھتے نہیں؟

۳۰: ۲۱ - وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

۱۱۔ نفس اپنی مکمل نشوونما اور ارتقاء میں اُس وقت پہنچتا ہے جب وہ اپنے بھجانفس کو پیدا کرنے پر قادر ہو جائے نیز پہلے مؤنث نفس پیدا ہوتا ہے۔ پھر مذکر یعنی اُس کا بھجا یا زوج۔ نباتات میں بھی نفسوں کا کھیل برپا ہے۔ نیز ایک نفس دوسرے نفس کو یا ایک متنفس دوسرے متنفس کو کھاتا ہے۔

مزید براں ایٹموں کے درمیان آپس میں کششِ جاذبہ بھی موجود ہے۔

اور یہ بھی خدا کے اعجاز سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے (یعنی نفس اور مجا نفس) خلق کئے تاکہ وہ تمہارے لئے وجہ سکون بنیں اور اُن میں باہمی مودت اور رحمت بھی پیدا کر دی۔ بے شک اس حیرت انگیز عمل کے میں غور و فکر اور تجربات اور مشاہدات سے کام لینے والوں کے لئے کئی اعجاز مضمحل ہیں۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا
شہادت کے ساتھ قسم ہے کہ ایٹم میں الشقاق اور عدم الشقاق دونوں قسم کے خواص موجود ہیں یا اس میں داخل شدہ ہیں۔
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ نَرَاهُ لَدَىٰ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا
وہ شخص فلاح پا گیا جس نے ایٹم کو ربوبیت عامہ کی خاطر استعمال کیا اور وہ شخص گھاٹے میں رہا جس نے ایٹم کو ناکارہ سمجھ کر خاک میں ملا دیا۔

وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ
جس نے نفس کو ربوبیت عامہ کے فیض کیلئے استعمال کیا اُس نے گویا ایسا حکمتی عمل اپنے نفس کو ربوبیت عامہ کے فیض سے ہمکنار کرنے کے لئے کیا۔

فَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ عَلَىٰ نَفْسِهِ
توانائی کو ضائع کیا اُس نے گویا اپنے ذاتی ایٹموں کی توانائی کو ضائع کیا۔

نوٹ۔ نَفَسٌ کے اصل معنی کسی مضبوط رسی کے بٹ کو کھول کر اُسے تار تار کر کے بے طاقت بنا دینے کے ہیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

خدا کسی ایٹم کو اس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا

۲۱ ایٹموں میں الشقاق اور عدم الشقاق دونوں قسم کے خواص داخل ہیں۔

۳۱ انسان کے تجربات اور حکمتی اعمال پر دار و مدار ہے کہ وہ ایٹموں کو ربوبیت عامہ کے فیض پر لگا دے اور اپنی فصلوں کو کئی گنا زیادہ پیدا کرے یا انہیں خاک میں ملا کر اٹیگاں بنا دے اور انہیں اس طرح ربوبیت عامہ کے ضمن میں صرف کرنا خود انسان کے لئے۔ اپنے نفسوں میں ربوبیت عامہ کے خصائل پیدا کرنے کے مترادف ہے۔
ایٹمی طاقت کو ضائع کرنا خود اپنے ذاتی ایٹموں کی طاقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

۳۲ مختلف عناصر کے ایٹموں میں ان کی اپنی اپنی مخصوص استعداد قدرت موجود ہے۔
اللہ ہر ایٹم اپنی وسعت کردار و تجلی کے

خدا کسی نفس کو اسی حد تک مکلف کرتا ہے جو اس میں عطا شدہ ہے۔
 ۴۷:۲۱ - وَ تَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ ۝
 اور قیامت کے روز کائنات کی تمام وزنی کششوں اور ان کی طاقتوں کو عدل و انصاف کے راستوں پر گامزن کر دیا جائیگا (جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ) کوئی عنصری ایٹم زیادتی یا بے راہ روی (ظلم) کا شکار نہ ہو گا اور کسی عنصر کا بار ایک سے بار ایک ترین قدر یعنی ایٹم ایسا نہ رہے گا جو حساب و کتاب کے لئے حاضر نہ کر لیا جائے۔

نوٹ:- نَفْسٌ شَيْئًا کے معنی متقدمین نے کچھ نفس یا کوئی نفس کہتے ہیں۔ حالانکہ اس کے صحیح معنی عنصری نفس موزوں قرار دیئے جاسکتے ہیں جو نَفْسٌ الشَّيْءِ کے مترادف ہیں مزید برآں مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ کے الفاظ مزید ایٹم کی تعریف میں ہی وارد ہوئے ہیں۔ جن سے تمام آیت کی تشریح آسان تر ہو گئی ہے۔

۷۱:۷ - وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝
 جب سب دریا آگ ہو جائیں گے اور جب ایٹم آپس میں ملا دئے جائیں گے۔

نوٹ:- ایٹم چونکہ متضاد خواص رکھتے ہیں۔ اگر وہ حکمت خداوندی سے تمام ملا دئے جائیں تو حکمت و سائنس کے نظریات کے تحت ان سے شدید آگ پیدا ہونا عین ممکن ہے۔ جیسا کہ سورج میں بہت سے عناصر کے ایٹم خود بخود پھٹ رہے ہیں۔ اور ایک شدید آگ پیدا کر رہے ہیں۔

دوسری صورت جو ان الفاظ سے پیدا ہوتی ہے اس پر

مطابق ہی مکلف ہے۔

(۱۵) ایٹم کسی عنصر کے ٹکڑوں میں سے بار ایک ترین ٹکڑا ہے اور کائنات کی وزنی کششوں اور طاقتوں کی عدم انصافی سے اپنے صحیح راستے سے بھٹک سکتا ہے اور اگر کائناتی کششوں کا وزن یکسانیت اور عدل و انصاف کے مطابق ہو جاتے تو کوئی عنصری ایٹم اپنی صحیح راہ سے بھٹک نہیں سکتا۔

(۱۶) نفوس یعنی ایٹم آپس میں مل کر اور یکجان ہو کر پھر شے یعنی عنصر بن جاتے ہیں اور یہ عمل شدید حرارت سے ممکن ہے۔

یا

متضاد اٹموں کے آپس میں مل جانے سے ایسی شدید آگ پیدا ہوتی ہے۔ جو دریاؤں کو بھی آگ میں بدل سکتی ہے۔

دلالت کرتی ہے کہ چونکہ ہر عنصر ایٹموں کا ہی مجموعہ ہے اس لئے
اگر ایٹم بستہ کر دئے جائیں تو پھر وہ ایٹم کی شکل میں نہ ہوں گے۔
بلکہ موت زدہ عنصر میں تبدیل ہو جائیں گے۔

۸۲ : ۱۹ - يَوْمَ لَا تَمَلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَاُولَٰئِكَ
يَوْمَئِذٍ يَلْبَسُوهُ

یعنی حساب و کتاب کے دن کسی عنصر کا کوئی نفس کسی اور نفس
کی ملکیت نہ رہے گا۔ (اس لئے وہ اظہار توانائی کے قابل نہ رہے
گا) یعنی اُسے آزاد صورت میں جدا کر دیا جائے گا۔ اور اُس دن
اُولَٰئِكَ یعنی اظہار توانائی پر راہِ راست طور پر محض اللہ کی طرف
سے ہی ممکن ہوگا۔

۲۰ : ۶۷ - فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ -

یعنی موسیٰ نے اپنے وجود کے پراسرار نفس میں خون و حواس
محسوس کیا۔

۳۳ : ۳۷ - وَتَخَفَىٰ فِي نَفْسِكَ

جو تو اپنے نفس میں چھپاتا ہے۔

۱۳ : ۱۱ - إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا لِنَفْسِهِمْ

خدا تو کسی قوم میں اُس وقت تک تغیر پیدا نہیں کرتا جب تک
کہ وہ قوم حکمتِ کاملہ سے اپنے ذاتی ایٹموں میں خود تغیر پیدا
کرنے کے قابل نہیں بن جاتی۔

۲ : ۵۴ - فَتَوَلَّوْا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَلْفُسُكُمْ ذَٰلِكُمْ

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

تو اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے توبہ کرو (اور ایٹموں کو اُن
کے متبادل یا دوسرے خلافت اثر غیر ایٹموں کے ساتھ فساد اور
ہلاکت کیلئے قتل نہ کیا کرو) بلکہ متفق الاثر یا ہم قبیل ایٹموں کو
(محض حیات کی غرض سے) ضرور کشتہ کرو۔ اسی میں تمہاری

۱۶) متفقہ خواص کے ایٹموں کو اگر ملا دیا جائے

یا انہیں ایک دوسرے کی ملکیت بنا دیا
جائے تو اُن میں توانائی کا پیدا ہونا ممکن
ہے اور اگر انہیں جدا جدا کر دیا جائے تو
اُن سے نظام توانائی کا اظہار ممکن نہ ہوگا۔

۱۸) نفس کسی وجود کا انتہائی طور پر پراسرار

حقتہ ہے جس میں خوشی و مسرت اور خون
کے جذبات بھی پرورش پاتے ہیں۔

۱۹) انسان اپنے ذاتی ایٹموں میں حکمتِ کاملہ

سے تغیرات پیدا کر سکتا ہے۔

۲۰) حیات کیلئے قتل نفس یا عنصری ایٹموں

کا جو متفقہ خواص رکھتے ہوں کشتہ کرنا
بے حد باعث خیر و برکت ہے نیز نوع
انسانی کی حیات کیلئے ایسا کرنا بے حد
ضروری ہے۔

بہتری ہے۔ اور تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک اسی (صالح لائحہ عمل) میں تمہیں معافی بھی نصیب ہوگی۔

ر۱ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔

ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔

ر۲ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اور نفس جب اپنی اجل کو پہنچتا ہے۔ تو خدا اُسے تاخیر کی مہلت نہیں دیتا (اُسے انسانوں اور جنات نفس یعنی ایٹم سے متعلق تم اپنی موت و حیات کے سلسلے میں کر رہے ہو) خدا اُن سب سے خبردار ہے۔ اور انہیں جاننے والا بھی ہے۔

۵۷ : ۲۲۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأََهَا ۚ

اور زمین میں اور تمہارے نفسوں میں پہنچنے والی ہر مصیبت کے عوارضات پہلے سے ہی کائنات میں موجود ہوتے ہیں (اور جب ہی زمین میں یا اُس کے ایٹموں میں کسی تخریب کے باعث مصیبت کے اثرات قبول کرنے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں مصیبت خود بخود آ موجود ہوتی ہے)

نوٹ۔ یہاں کتاب کا مطلب اگر قبل از وقت خدا کے ہاں لکھا

ہوا "تسلیم کیا جائے تو پھر علاج معالجہ کرنا صریح طور پر خلاف طرت ہوگا۔ مزید برآں زمین پر یا کسی نفس پر مصیبت کا آنا ہماری تخریب کے باعث نہ ہوگا بلکہ ہم پر ظلم تصور ہوگا۔

ر۱ ۵۷ : ۲۱۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعِنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ

ہم عنقریب اُن کو اطراف عالم میں اور خود اُن کے نفسوں میں بھی اپنے اعجازات کا ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ

ر۱ خدا وحدت میں ہے اور نفس بھی وحدت

میں ہے۔ لیکن خدا کو موت نہیں اور نفس

یعنی ایٹم کے لئے موت مقدر ہے۔

ر۲ زمین میں یا ایٹموں میں مہلک عوارضات

کا نمودار ہونا کائنات میں تخریبی اثرات

اور عوارضات سے ہے۔

ر۳ ارتقائے انسانی اپنے تخلیقی نفس کو پہچانتے

اور پوری طرح سمجھ لینے پر قادر ہے۔

نیز ارتقائے انسانی کے ساتھ ساتھ ایٹمی

اعجازات بھی بتدریج سامنے آتے جائیں گے۔

(نفس کا تمام ماجرا) اُن پر عیاں ہو جائے گا۔ کہ وہ فی الحقیقت حق ہی تھا۔ کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر عنصر سے پوری طرح خبردار ہے۔

بَلِ الْإِنْسَانِ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ وَ كُوِّنَ الْفُلُكَ مَعَانِزِيرَةً ۚ
بلکہ انسان تو اپنے تخلیقی نفس کو چشم خود ایک نہ ایک دن ضرور دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ مزید کئی دن اس کی تحقیقات میں اپنی بے علمی اور عدم تجربات کے بہانے تراشتا رہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسْمًى ۚ
تو انہوں نے اپنے ہی نفسوں پر غور و فکر کیوں نہیں کیا اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو خدا نے کس حیرت انگیز حکمت سے پیدا کر دیا اور یہی حکمت بالغہ حق ہے اور یہ سب کچھ ایک مقررہ اور معینہ مدت تک برقرار ہے۔
وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۚ وَ فِي أَنفُسِكُمْ
أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۚ

اور یقین پیدا کرنے والوں کے لئے تو زمین کے عناصری ایٹموں میں اور خود اُن کے ذاتی ایٹموں میں بھی بے شمار اعجاز ہیں تم انہیں دیکھتے کیوں نہیں۔

الغرض! ان تمام آیات سے جو قرآن حکیم و عظیم سے مشتے از خردوارے پیش کی گئی ہیں صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نفس فی الحقیقت خدائے بے مثال کی ایک عظیم الشان صنعت و تخلیق ہے جس میں جان ہے اور روح بھی۔ اسی لئے ہر زندہ وجود میں زندہ نفس موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا بعض مقامات پر مثلاً کسی متنفس کو محض نفس سے ہی پکارتا ہے اسی نفس سے "إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ" کا محاکمہ قائم ہے۔ کسی عنصر کے مکمل طور پر پس جانے کے بعد اُس کے ذرات جوہروں یا ایٹموں میں تبدیل ہو جاتے ہیں انہی کو خدائی زبان میں نفس پکارا گیا ہے۔ پھر ایسے ہی ایٹم ہر تخلیق جدید کا باعث بنتے ہیں۔ (مُرِقْتُمْ كُلَّ مَرْقَةٍ لِّفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ) (وَقَالُوا لَآ إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ إِذْنَا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ) (عِ إِذَا كُنَّا تَرَابًا إِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ) (تراب کے معنی قرآنی

انمازیں ایٹوں میں تبدیل ہوئے ہوئے ارضی عناصر ہیں) جہاں نفس میں فنا و استہلاک کی قدرتیں موجود ہیں وہاں حیات کے چشمے بھی اسی سے پھوٹتے ہیں۔ کسی ایک قبیلے کے نفس کو اُس کے غیر یا مخالف الاثر و ردِ نفس کے ساتھ کشتہ کرنا مسلنا یا مضروب کرنا تمام انواعِ انسی کے قتل کے مترادف ہے۔ مزید برآں کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ متفق الاثرات عناصر یا ہم اثرات عناصر کے نفوس کا کشتہ کرنا باعثِ حیات بن سکتا ہے۔ نفس ہی جرم و ثواب کا تحمل ہے (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ سَاهِيَةٌ) (وَدَفِئَتْ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا عَمِلَتْ) (اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنَّا وَاِنْ اَسْفَيْتُمْ اَسْفَيْنَا) (كُلُّ نَفْسٍ بِنَفْسِهَا الْيَوْمَ عَلَيْكَ حِسَابُهَا) ہر عنصر میں نر و مادہ و ہجما نفوس کا اجتماع ہے اور ان میں کمال رشتہ مؤدت یا کششِ جاذبہ اور سکون و رحمت موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس اعمالی حساب کے سلسلے میں ہر نفس اپنے ہجما نفس سے بیزار بھی ہوگا۔ کیونکہ گناہ اور جرم بھی نفس اور اُس کے ہجما نفس کے باہمی غلط رجحان سے ممکن ہے۔ (يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوْفَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ) مختلف عناصر کے نفسوں میں اُن کی اپنی مخصوص اور جداگانہ استعدادِ قدرت اور کثرتِ موجود ہے۔ انسانی ذات کی نشوونما اور پرورش و ارتقاء اُن چیزوں سے ممکن ہے جو نفس کی پیدائش ہیں۔ انسان انہیں استعمال کر کے توانائی حاصل کرتا ہے لہذا حلال و حرام الواع کی تحقیقات بھی محض عناصر اور اُن کے جوہروں کی تحقیقات سے ممکن ہے۔ کوئی نفس یہ علم نہیں رکھتا کہ کل کیا ہوگا یا کس مقام پر اس کی موت وارد ہوگی۔ (وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا... وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ) نفس میں تجلیات کو پوشیدہ رکھنے کا خاصہ ہے۔ (وَتَخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ) رنج و الم کی صورت میں نفس جسم سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ (فَلَا تَدْرِي هَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ) (لَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِنَفْسِكَ اَوْ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ) ہر عمل نفس سے تعلق رکھتا ہے اور آگے چل کر انسانی جسم نہیں بلکہ اس کے نفوس ہی حساب دینے والے ہیں۔ (فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِا) (الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ) (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا) (وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ) لہذا جب نفس کی توانائیاں قلب و ذہن پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ تو انسانی تخیل کو دار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی کردار نفس کو بہتر یا بدتر بنانے میں کام آتا ہے۔ جسم انسانی کا کوئی عضو یہ حق ملکیت نہیں رکھتا کہ وہ براہِ راست نفس کو نفع و نقصان پہنچا سکے یا اُسے موت و حیات پر قادر بنا سکے۔ اس لئے محض تخیل سے اُبھرے ہوئے اچھے یا بُرے اعمال ہی نفس کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ (لَا يَمْلِكُونَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوَةً وَّلَا شَيْئًا) حساب کے دن ہر نفس اپنے اعمال نامے کو پوری طرح دیکھ لیکر (عَمِلَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ) (عَمِلَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ) نفس میں ہی ضمیر و تخیل کا اعجاز پرورش پاتا ہے۔ اور اسی تخیل سے وہ لالچ اور کجوسی کا شکار ہو جاتا

ہے۔ (وَمَنْ يُؤْتِ شَيْئًا نَفْسِهِ) (قَالَ هِيَ مَرَاوِدُ شَيْئِي عَنْ نَفْسِي) (فَأَسْرَرَهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ)
(۲۶: ۱۲) (۲۶: ۱۲) (۲۶: ۱۲)

جس طرح خدا مثیلاً لفظ شئی کا استعمال عنصری جسم پر کرتا ہے اسی طرح نفس کا اطلاق بھی مثیلاً نہیں کسی
نفس پر ہوتا ہے۔ لہذا حقائق کے لحاظ سے کوئی مثیل اصل کا درجہ نہیں رکھتی اس لئے نفس بذاتِ خود ایک حیرت انگیز
صنعتِ خداوندی ہے اور اپنے اندر لاتعداد اعجازات رکھتی ہے۔

ان تمام آیاتِ خدا سے نفس کا جو مفہوم ہم سمجھ سکتے تھے پیش کر دیا گیا ہے۔ آیات کے جو معانی فروداً فروداً
بیان کئے گئے ہیں ہماری نگاہ میں ابھی حتمی نہیں۔ انسانی ارتقاء اور علمی اور حکمتی ریسرچ کے کمال کے بعد ہی ان
پیچیدہ اصطلاحات کی ماہیت کا علم ہوتا ممکن ہے۔ اس قسم کی آیات کا ذخیرہ ابھی قرآنِ عظیم و حکیم میں اور بھی موجود
ہے۔ ممکن ہے کہ ان آیات سے نفس یعنی ایٹم کے کئی مزید نظریات یا اشارات سامنے آجائیں۔ بہر حال قرآنِ حکیم و عظیم
سے ہم ایک مزید مثال ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

ایٹم کا نام عربی زبان میں کیا ہے؟ اور ایٹم بم کا منظر کیونکر ہے

سُورَةُ هَمَزَةٍ ۱۱۱ میں حُطْمَةٌ کا لفظ موجود ہے مفسرین مابقی نے اس کی تشریح روندنے والی آگ کی
ہے۔ لیکن قرآنی اطلاع اور حُطْمَةٌ کی تشریح کو اگر مد نظر رکھا جائے۔ تو اس کے معنی صاف طور پر تباہ کن ایٹمی
ایجاد جسے آج کل ایٹم بم کا نام دیا جا رہا ہے۔ ثابت ہوتے ہیں۔ قرآنی الفاظ کو ہم فارمین کے غور و فکر کے لئے پیش
کرتے ہیں۔

ہر ہَمَزَةٌ اور لُحْمَةٌ کے لئے برباد ہونا یقینی ہے۔ (ان میں
سے) جس نے بھی مال (یعنی وہ چیزیں اور ایجادیں جن کو انہوں
نے اپنی تباہ کن خواہشات کے مطابق پسند کیا) پھر انہیں گن گن کر
(مخفوظ) رکھا (اس لئے کہ) وہ اس خیال میں ہے کہ اُس کا یہ
(سب کچھ جمع کیا ہوا) مال اس کی ہمیشہ زندگی کا موجب ہوگا۔ (یعنی
وہ اس کی ہیبت سے اپنے دشمنوں سے محفوظ رہ کر ہمیشہ کی
غالب زندگی کی آس لگائے ہوئے ہے) ہرگز نہیں وہ تو یقیناً
حُطْمَةٌ میں ڈالا جائے گا۔ اور تم (اسے) کیا سمجھ سکتے ہو کہ
حُطْمَةٌ کیا ہے۔ (وہ تو) اللہ کی (خاص حکمت سے) جلائی

وَيْلٌ لِّكُلِّ هَمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۱۱۱
جَمْعَ مَالٍ وَعَدَدًا ۱۱۱ يَحْتَسِبُ أَنْ مَالَهُ
أَخْلَدَهُ ۱۱۱ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطْمَةِ ۱۱۱
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطْمَةُ ۱۱۱ نَسِئُ اللَّهِ
الْمُوقَدَةَ ۱۱۱ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْوَالِدَةِ ۱۱۱
إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۱۱۱ فِي عَمَدٍ
مُّمَدَّدَةٍ ۱۱۱

ہوتی تیز آگ ہے۔ (جسے انسان کسی دیا سلائی سے نہیں جلاتا بلکہ خود بخود ایک خاص حکمتِ عملی سے بھڑک اُٹھتی ہے) جو تمام ذہنی و قلبی قواء پر چا لپٹے گی اور وہ سب (عَلَيْهِمْ) پھتری کی مانند اُس سے ڈھانپ لئے جائیں گے۔ اور وہ پھتری لمبے لمبے ستون پر ہوگی۔

هُمَزَةٌ کے معنے۔ جو قوم سینہ زوری اور تکبرانہ انداز میں دوسری قوم کی عیب جوئی کرتی ہے۔

لُؤْمَةٌ کے معنے۔ پس پشت اور دبی زبان میں اپنی مخالف قوم کی عیب جوئی میں لگی رہتی ہے۔

مَال کے معنے۔ ایسی ملکیت جس پر ہوس اقتدار چھائی ہوئی ہے اور دلی خواہشات کے مطابق جمع کی گئی ہو۔

حُطْمَةٌ کے معنے۔ اس کا مادہ ح ط م ہے یعنی حَطْمَ ریزہ

حُطَامٌ۔ خشک عنصر کا ریزہ۔ ذرّہ

حَطْمٌ۔ ٹوڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ کچل کر عنصر کو ذرات میں تبدیل کرنا۔

حُطْمَةٌ۔ ایسی ایجاد جو ریزے اور ذرّے سے تیار ہو اور اُس میں تیز آگ پیدا کرنے کے خواص موجود ہوں۔

حُطَامُ الْبَيْضِ۔ انڈے کا خول اور حُطَامُ الْحَطْمِ کے معنے ذرّے یا ریزے کا خول جیسے ایٹم بم کے اندرونی مواد

پر سخت ترین خول تیار کیا جاتا ہے۔

أَخْطَمٌ۔ ذرّہ جو جزلاً بیجزی میں داخل ہو جائے۔ گویا عربی میں ا ح ط م کا لفظ موجود ہے۔ عربی زبان میں ٹ

کا لفظ موجود نہیں اُس کی جگہ ط استعمال ہوتا ہے۔ غالباً عبرانی اور طبرانی زبان میں بھی ط کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے لیکن

مغرب میں اس لفظ کو قدرے بگاڑ کر اور ط کو ت میں تبدیل کر کے ایٹم بنا دیا گیا ہے۔ جسے اگر صحیح اُردو میں لکھا جائے

تو ا ح ط م لکھا جانا چاہیے۔ لیکن اُردو میں انگریزی کے لفظوں کو لکھنے میں اکثر کسی قاعدے کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

اب آیات بالا کی تشریح کو سامنے رکھتے۔ دو قومیں اگرچہ ایک ہی صفات کی مالک ہیں۔ لیکن ایک قوم اپنی

قوت و اقتدار کے نشے میں بر ملا اور دوسری ذبی زبان میں پس پشت دوسری قوموں کو کمزوری اور عدم قوت کے طعنے دے کر

عیب جوئی میں لگی رہتی ہے۔ خدا کی اطلاع کے مطابق ان دونوں کے لئے تباہی اور بربادی لکھی جا چکی ہے۔ اور جو کچھ

وہ قومیں بنا بنا کر جمع کر رہی ہیں اور انہیں گن گن کر محفوظ کر رہی ہیں۔ انہیں ایسا کرنے میں اپنا دائمی قیام اور غلبہ پیش نظر

ہے۔ لیکن یقین رکھئے کہ یہ جمع کیا ہوا اور محفوظ کیا ہوا تمام ساز و سامان ایٹم بم کے نظر ہو جائے گا۔ اسے محمد تو اس لئے حطمة

کو سمجھ نہیں سکتا کہ وہ تیرے سامنے موجود نہیں۔ یہ حُطْمَةٌ تو فی الحقیقت ایک ایٹم بم ہو گا جس سے اللہ کی شدید اور

تیز آگ بھڑک اُٹھے گی اور ایک محدود خطہ ارض پر پھتری کی طرح چھا جائے گی اور اس کے نیچے آگ کا ہی ستون ہوگا۔ اس

آگ کے خاص یہ ہیں کہ وہ ہر ذی حیات کے شعوبی قواء کو ان واحد میں سلب کر لے گی۔ یا انہیں پیٹ میں سلنے لے گی۔
 آئیے اب ذرا ایٹیم کے مظاہر کا مطالعہ کیجئے۔ ہم نے بیرو شیا اور ناگا ساکی کے جاپانی جزائر پر ۱۹۴۵ء میں اس کی
 تباہ کاریوں کو چشم خود دیکھ لیا ہے۔ جن کی تصاویر آٹے دن اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بلند ستون
 پر چھتر جی نما آگ کا بادل چھایا ہوا ہے۔ اس کی شکل خدا کی مندر جہ بالا اطلاع سے اس قدر مماثلت اور مطابقت رکھتی ہے۔ کہ
 قرآن عظیم و حکیم کے من جانب اللہ ہونے کی ایک بین دلیل اور شہادت ثابت ہو جاتی ہے۔ **سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا
 إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ** ۰

احطم اور نفس میں فرق صرف اتنا ہے کہ احطم ایک ایٹم ہے جو جاندار نہ ہو۔ اور نفس ایسے ایٹم کو کہا جاتا ہے جس میں
 جان ہو اور اس میں نبات خود حرارت، حرکت اور روشنی موجود ہو۔ گویا احطم کو عمل سے تابکار کیا جاتا ہے لیکن نفس پہلے
 سے ہی تابکار اور جاندار ہوتا ہے۔

قرآن قرین بشر نہیں بلکہ اس کا نزول خدا کی طرف سے ہوا۔ جو دقائق اور اہم نکالات اس سے قبل گذر چکے ہیں اور
 جو نزول کے بعد آنے والے تھے ان کی نشان دہی اس کتاب میں اکثر مل رہی ہے۔ جوں جوں غور و فکر سے کام لیا جا رہا ہے
 خدا تعالیٰ کی یہ کتاب حیرت انگیز انکشافات پیش کر رہی ہے۔ اور کرتی جائے گی۔ موجودہ دور میں ایٹم اور ایٹمی توانائی کا حیرت انگیز
 انکشاف انسانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ خدا کی کتاب کے من جانب اللہ ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ہم ایک
 مزید اہم آیت پیش ناظرین کرتے ہیں۔

ایٹم جہاں حیات کا باعث ہے وہاں اس کے ساتھ استہزاؤ نہ صرف

عذاب کو قریب تر لا سکتا ہے۔ بلکہ کائنات کو بھسم کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ہر ایٹم سے پیدا
 ہونے والی آگ کو زندانے سقر کہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سقر انیس قسم کے عناصر کے ایٹموں سے پیدا ہوتی ہے
 اور ایسے ایٹموں میں محض آئینہ توانا نیاں اور طاقتیں کام کرتی ہیں۔ گویا انسانی ایجادات سے صرف ۱۹ قسم کے ایٹم ہی تیار کیے
 جاسکتے ہیں۔ یہ شمار اس قدر حیرت انگیز ہے کہ اسے محض تجربات اور آزمائش سے ہی منکرین پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 کی عظیم الشان پیشگوئی مندرجہ ذیل آیات سے صاف ثابت ہوتی ہے۔

۴۴: ۳۱-۳۲۔ **سَأُصَلِّيهِ سَقَرًا ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۚ لَا تُبْقَىٰ وَلَا يُذَرُّ ۚ تَوَاحُّدًا لِلْبَشَرِ ۚ
 عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۚ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۚ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّةَ لَهُمْ إِلَّا فَتْنَةً لِّلَّذِينَ
 كَفَرُوا ۗ وَالْحَمْدُ لِلْبَشَرِ ۚ**

(جو منکر کہتے ہیں کہ قرآن ایک بشر کا قول ہے غور سے سن لیں) کہ ہم ہر ایسے شخص کو عنقریب سقر سے دوچار کریں گے۔ اور
 (اے محمد) آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے (وہ تو تیرے بعد آنے والے دور میں ظہور میں آنے والی ہے) وہ ایک (ایٹمی) آگ ہے

کہ نہ کچھ باقی رکھے گی اور نہ کچھ چھوڑے گی۔ اور آن واحد میں آدمی اور اس کی کھال اور چمڑے کو بھون کر سیاہ کر دے گی۔ اس پر (کام میں لائے جانے والے عناصر) انیس^{۱۹} ہیں۔ اور (ان کی) آگ کے ساختی اور مددگار محض آتشی ملائکہ (یعنی توانائیاں اور طاقتیں بنائے ہیں۔ اور ان کا (یہ حیرت انگیز) شمار (فی الحقیقت حکمتی ہے جو حقائق سے) انکار کرنے والوں کے لئے (طالب تجربات و باہر آزمائش ہے۔ اور اس لئے کہ اہل کتاب (جو قرآن کو ابھی تک ایک قول (بشر) سمجھتے ہیں) یقین کر لیں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے کہ واقعی یہ عظیم و حکیم قرآن فی الحقیقت ایسی عظیم ترین پیشگوئی کو افشا فرما کر اپنے من جانب اللہ ہونے کا یقین ثبوت بہم پہنچا رہا ہے) اس طرح اہل کتاب اور یہ مومن دونوں اس سے سرتابی نہ کر سکیں۔ اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نہ ماننے کا) مرض ہے۔ اور جو (یہ سب کچھ اپنی آنکھوں اور تجربات سے دیکھنے کے بعد بھی) انکار کر رہے ہیں (بر ملا اور بے شک) کہہ دیں کہ اس مثال سے خدا کا مقصود کیا ہے؟ اسی طرح خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے اور تمہارے پروردگار (کی پیدا کردہ طاقتوں اور ملائکہ کے) لشکروں کو اس کے سوا (کما حقہ) کوئی نہیں جانتا اور تو بنی آدم کے لئے ایک عظیم سبق ہے۔ ہاں ہاں ہمیں چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرنے لگے اور صبح کی جب روشن ہو کہ وہ (ایٹمی) آگ فی الحقیقت ایک بہت بڑی بلا اور آفت ہے (إِنَّهَا أَوْحَدَى الْكَبْرِ) اور زندہ آدمیوں کے لئے ایک ہیبت ناک خوف کا موجب ہے۔

سَقَسَ کے لغوی معنی۔ جھپٹ کر شکار کرنے والا پرندہ۔ شکار وغیرہ۔ چہروں کو آن واحد میں متغیر کر دینے والی آگ متغیرین نے اسے غروی جہنم بھی کہا ہے۔

صَقَسَ۔ ہر جھپٹ کر شکار کرنے والا پرندہ (شکار وغیرہ) توڑنا۔ آگ بھڑکانا۔ سورج نما ہونا۔
صَقَسَ۔ جہنم۔ دوزخ۔

گویا مندرجہ بالا ہر دو الفاظ جوتس سے اور ص سے عربی میں استعمال ہوئے ہیں فی الحقیقت ہم معنی نظر آتے ہیں۔ اور ہر دو سے یہ صاف مترشح ہوتا ہے کہ سَقَسَ فی الحقیقت تیز ترین جھپٹ میں لے لینے والی ایک ہیبت ناک آگ ہے۔ اور آن واحد میں ہبسم کر سکتی ہے عناصر کو توڑ کر پیدا کی جاتی ہے۔ جو سورج کی آتش کی طرح ہوتی ہے۔

اس مختصر سی توضیح کے بعد ہم انشاء اللہ ایٹمی باب میں کئی اور حیرت انگیز محاکمات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے جو قارئین کے لئے نئے علمی ابواب کا باعث ہوں گے۔ الغرض قرآن حکیم و عظیم میں جہاں جہاں مَا آذُرُکَ مَا کے الفاظ آئے ہیں وہ کسی نہ کسی انتہائی عظیم خبر کو پیش کرتے ہیں۔ اس لئے ہم قارئین کرام کی خدمت میں پُر زور التماس کریں گے کہ ان آیات پر پورے تعمق سے غور و خوض کیا جائے۔ اور کتاب خدا کی ان آیات متشابہات کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے انشاء اللہ اس کتاب کے باب سوم و چہارم میں اپنے اپنے مقامات پر ان آیات کی تشریح پیش کریں گے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیَ إِلَّا بِاللّٰهِ

نور یعنی توانائی

لغتِ انسانی میں نور کے معانی روشنی۔ روشنی کی کرن۔ قدرت جو اشیاء کو آشکار کر دے۔ قرآن حکیم اور حضور رسالت مآب صلعم کے متعلق بھی یہ لفظ استعمال شدہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

گویا ان تمام معانی میں سے کوئی ایک لفظی معنی اس لفظ کے ترجمہ کے لئے مخصوص کرنا محال نظر آتا ہے۔ ہمارے نقطہ نظر سے جب تک اس کا ایک لفظی اور بین السطور معنی قائم نہ کر لیا جائے اس لفظ کی صحیح تشریح محال ہے۔ لغت نے نور کو روشنی یا روشن کرنا کہا ہے۔ جبکہ روشنی بذاتِ خود کوئی شے نہیں۔ اور عناصر کا محض عمل ہے۔ اگر غود سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جس قدرت سے عناصر میں روشنی کی نمود قائم ہے۔ وہ بذاتِ خود ایک مہیب ظلمت اور تاریکی میں اپنا وجود رکھتی ہے جب کوئی عنصر اس کی تاریکی زد میں آتا ہے تو وہی تاریکی قدرت اُسے روشن کر دیتی ہے۔ چاند کو دیکھتے خدا نے اُسے نور اور قمرًا مَنِيئًا کہا ہے۔ لیکن یہ کہہ بذاتِ خود روشن نہیں بلکہ تاریک ترین اور ٹھنڈا کرہ ہے۔ اور محض سورج کی ضیا پاشی سے روشن ہو جاتا ہے۔ آپ جوں جوں خلاؤں میں بلند ہوتے جائیں اور سورج کے نزدیک ہوتے جائیں آپ کو شدید اندھیروں اور مہیب تاریکی فضاؤں سے واسطہ پڑے گا۔ یہ اس لئے کہ اُن فضاؤں میں عناصر کا کوئی ذرہ موجود نہیں جو سورج کی کرنوں سے روشن ہو سکے یا فضاؤں کو روشن کر سکے۔ زمین کے چاروں طرف چونکہ ذرات کی دنیا آباد ہے۔ اس لئے جب ان ذرات پر سورج کی تاریکی گزریں نچھاور ہوتی ہیں تو وہ روشن ہو جاتے ہیں۔ اور وَالصَّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ كَالسَّمَاءِ پید ہو جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ نور بذاتِ خود کوئی روشن وجود نہیں بلکہ روشنی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یا اشیاء کو روشن کر دینے والی ایک قدرت یا توانائی ہے۔ کوئی توانائی ہمیں نظر نہیں آسکتی۔ اُسے عقل و خرد سے ٹٹول بھی نہیں سکتے البتہ اُس کے مظاہر دیکھ سکتے ہیں۔ یہی مظاہر حرکت۔ عقل و شعور ضمیر اور تخیل کو جنم دیتے ہیں۔ اُدھر خدا کی اس اطلاع کے مطابق کہ قمر کو نور اور شمس کو ضیا بنا یا اگرچہ شمس بذاتِ خود روشن نظر آتا ہے۔ لیکن اگر حکمت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو شمس میں بھی ایک عظیم ظلمت اور تاریکی موجود ہے۔ اُسی تاریکی سے اُس کے عناصر حریت انگیز حکمتِ عملی سے روشن ہو رہے ہیں۔ اُس کے جوہروں میں انشقاق کا پیہم عمل ہی اس کے ذرات کو روشن کر رہا ہے۔ اگرچہ لغت والوں نے ضیا کے معنی بھی محض روشنی لکھے ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ضیا بھی نور ہی کی پیداوار ہے۔ جس میں چمک کے ساتھ ساتھ حرارت بھی موجود ہے الغرض

ضیاء نہ ہو تو نور ثابت نہیں اور نور نہ ہو تو ضیاء کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ اس لئے کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ نور اور ضیاء میں ایک چیز انگیز باہمی تعلق ہے۔ نور سے شعاع کا وجود اور شعاع کے منعکس عمل سے پھر نور کا وجود یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ نور کم از کم دو حیرت انگیز اعجاز دکھا رہا ہے۔ یعنی براہ راست عمل سے ضیاء اور حرارت اور منعکس عمل سے سکون آمیز اور خوشگوار چمک۔ اس لئے یقین کیجئے کہ انسانی نفوس میں بھی براہ راست نور سے ضیاء اور حرارت اور منعکس نور سے سکون اور خوشگوار حسیات نمودار ہو رہی ہیں۔ یہ مشاہدے کی بات ہے کہ چاند کی روشنی نیند اور سورج کی روشنی بیداری پیدا کرتی ہے۔ اب ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ نور اور ضیاء ایک ہی توانائی کے دو نام یا اُس کے لازم و ملزوم دو اجزاء ہیں۔ جن سے کائنات کے ایک معمولی اور لطیف ذرے یا جوہر سے لیکر سورج جیسے عظیم کرے میں چمک و دمک، حرکت و حرارت شعور اور اعمال کی تمام حسیات کمال التزام سے موجود ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اسی کا نام حیات ہے۔ اور کُلّ شئی حیتی کا اعجاز بھی اسی رواں نور سے قائم ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ نور کا سراغ اشیاء یعنی عناصر کی حکمتوں میں تلاش کیا جائے۔

قرآن حکیم و عظیم میں اگر تدبر سے کام لیا جائے تو صاف نظر آئے گا۔ کہ نور اور کائنات (نُورٌ و کِتَابٌ مُّبِیْنٌ) دونوں سے خدا کے انعامات کی بے شمار اور بے مثال راہیں اور امن و سلامتی کے لاتعداد خزانے حاصل کئے جاسکتے ہیں (۱۶: ۵) ظلمت موجود نہ ہو تو نور کا وجود ثابت نہیں (۱۶: ۵) گویا اصل نور ظلمت سے خارج ہوتا ہے۔ پھر مختلف عنصری اجسام پر اس کا پرتو انہیں چمک و دمک سے مالا مال اور حیات سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ (يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ) یہی نور جب دوبارہ ظلمت میں داخل ہوتا ہے۔ تو انواع میں حیات کے اجزا ختم ہو جاتے ہیں (۱۶: ۲) یاں اگر اس توانائی کو صداقت اور قرینے کے ساتھ قائم رکھا جائے تو اس سے ایک فیض المرام اور دائمی حیات کی نمود ممکن ہے۔ لیکن اس میں ذہ بھر عدم ترتیب یا عدم توازن حیات کو جنم میں تبدیل کر دیتا ہے۔ (۱۳: ۵۷) اسی نور سے بہترین شعور و تخیل اور بہترین شعور سے بہترین اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ انسان کے بہترین اعمال و کردار کو ہر جانب اسی نور سے جگمگا حاصل ہے۔ یاں نور کا اصل مبدعہ عناصر ہی ہیں جن پر خدا کی عظیم قدرت محیط ہے۔ (۸: ۶۶) ہر عنصر ابتدا میں موت سے ہمکنار تھا۔ خدا نے نور پیدا کر کے ہر عنصر میں حیات پیدا کر دی اب یہی توانائی ہے کہ عناصر سے توام میں آئی ہوئی ہر نوع میں حرکت و حرارت جلوت اور نمود پیدا کر رہی ہے۔ ظلمت اور موت توئی الحقیقت ایک ہی مثال میں ہیں (سپارہ ۲ رکوع ۸) اس کائنات ارضی میں ہماری حرکت و نمود محض نور سے ہے (۲۸: ۵۷) اس نور کی تلاش کے لئے عناصر میں تحقیقات درکار ہے۔ لیکن یہ تحقیقات اللہ کے فضل سے ہی ممکن ہے۔ (۲۸: ۵۷) بے شک کتاب خدا کے علم سے ہی کوئی شخص اندھیروں سے پھوٹنے والے نور سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ (۱۱: ۱۲) ہر شخص کے لئے نور ہی سلامتی کی راہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہی ایک عظیم سبق ہے (۲۲: ۳۹) خدا کے پیدا کردہ نور سے ہی کائنات کا ہر ذرہ چمکدار اور روشن ہوتا ہے۔ (۲۹: ۲۹)

الغرض مندرجہ بالا حقائق سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ہر وہ طاقت اور قوت جو اجسام میں چمک و دمک شعور و تخیل

حرکت و حارت اور حیات کے جملہ وسائل مہیا کرتی ہے۔ اسی کا نام قرآنی علم کے تحت نور ہے۔ اور ہم اپنی زبان میں اس کا ایک لفظی نام توانائی یا انگریزی میں "ENERGY" رکھتے ہیں۔

الْأَمْرُ یعنی روح

یا نظام توانائی

انسانی لغت میں الْأَمْرُ کے معنی دو طرح آئے ہیں۔

اول۔ اَمْرٌ۔ حکم۔ فرمان فتویٰ۔ طاقت کا مبدا یا اظہار۔ جمع اوامر
دوم۔ اَمْرٌ۔ معاملہ۔ بات قضیہ۔ کام۔ دھندا
جمع امور
نیز رُوح کے معنی حسب ذیل کئے گئے ہیں۔

اول۔ رُوح جان۔ قرآن۔ خداوند تعالیٰ کا پیغام۔ جبریل۔ حضرت عیسیٰ۔ مجت۔
دوم۔ رُوح القدس۔ جبریل۔

روح الامین۔ جبریل

ان کے علاوہ اَمْرٌ کے معنی نفس۔ وحی۔ امر الہی اور متقدین حکماء کے نزدیک معدنیات کی قسم ہے۔ نیز دواؤں کے ست یا جوہر پر بھی بولا گیا ہے۔ اَلرَّوْحُ الخَبِيثَةُ یعنی شیطانی روح یا خریسی طاقتیں وغیرہ وغیرہ
آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کائنات میں عربی زبان ہی ایک ایسی زبان ہے جس کے ہر لفظ کے پیچھے ایک سہ حرفی مادہ یقیناً موجود ہے۔ یہ مادہ کیا اور کیوں ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو فقط یہی زبان ایک کامل زبان تصور کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ مادہ ہی ہر لفظ کی اصل جڑ یا بیج کو ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بیج سے ایک درخت پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ اُس کا پودا بیج کی مانند نہیں ہوتا۔ لیکن ہر دیکھنے والی انفرادی صورت دیتا ہے۔ کہ یہ فلاں بیج کا درخت ہے۔ اس کا تنہ اُس کی شاخیں اُس کے پھول اور پتے اُسی بیج سے منسوب کئے جاتے ہیں جب وہی درخت عمر کو پہنچتا ہے۔ اور پھل لاتا ہے۔ تو اُس میں پھر وہی بیج پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا ایک بیج اپنی مختلف اشکال میں پھر پھر کر وہی کچھ بن جاتا ہے۔ جو پہلے تھا۔ چنانچہ عربی زبان کا بھی یہی اعجاز ہے۔ کہ اس کے ہر لفظ کا مادہ جو معنی پیش کرتا ہے اپنی جزئیات میں پھر پھر کر انجام کار پھر اپنی معنوں پر مشتمل ہو جاتا ہے۔ جو اُس کے مادے کے لئے مختص تھے۔ گویا اس عربی قرآن کا یہی ایک عظیم معجزہ ہے۔ کہ اس کا ہر لفظ اپنے مادے سے رنگ و بو اور شکل و صورت لیکر پھلتا پھولتا ہے۔ اور اپنے مادے کے معانی سے سرسبز اور ادھر ادھر نہیں جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں کہیں معنوی تفادوت کہیں تضاد اور کہیں کوئی معمولی سا

اختلاف بھی موجود نہیں۔ (وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا) اس کا ہر لفظ اپنے مانے کے گرد گھومتا ہے۔ ہاں تشبیل کے طور پر اگر کسی خاص لفظ کو تو صیفا کسی اور لفظ کے مترادف کہہ دیا جائے تو اور بات ہے۔ یہاں انسان کو بھی شیر کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی قاعدہ کلیہ کے تحت ہم سب سے پہلے آنصر کو لیتے ہیں۔

قرآن میں اطلاع دی گئی ہے کہ چند شخصوں نے رسالت مآب کے حضور یہ سوال پیش کیا کہ روح کی حقیقت کیا ہے۔ تو وحی کا ارشاد ہوا۔ کہ اے رسول خدا صلعم! انہیں کہہ دیں۔ کہ رُوحُ تو خدا کے امر سے ہے! (وَمَا أَوْتِيَتْهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا) لیکن یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ارتقاء کے بعد آگے چل کر رُوح کے اس تلبیل علم سے اپنے تجربات اور مشاہدات کے طفیل رُوح کے متعلق نوع انسانی کچھ مزید علم بھی حاصل کر لے۔ اس لئے فی الحال تمہیں اس کا علم کم ہی دیا جا رہا ہے۔ یہی مناسب حال تھا غرض سوال کرنے والوں کی استطاعت عقل و فہم کے مطابق اور اَوْتِيَتْهُمْ کے لفظ کے تحت یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے یہی جواب موزوں تھا۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا رسالت مآب صلعم خود بھی رُوح یا امر کی حقیقت سے واقف تھے یا نہیں۔ تو اس کا جواب خدا نے اس آیت میں دے دیا ہے۔ ۱۴ اِذَا قَضَى اللَّهُ قَوْلَهُ أَمْرًا إِنَّ تَكْوِينَ لَهُمْ الْخَيْرَةَ مِنْ أَمْرِهِمْ (۳۳: ۳۶) یعنی کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے یہ ممکن نہیں (وَمَا كَانَ لِيُؤْمِنُوا وَلَا مَوْهِنَةً) کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کی تدبیر کا فیصلہ کر لیں تو وہ بھی اپنے آپ کو ان کے امر میں باختیار سمجھنے لگیں!

گویا جناب رسالت مآب صلعم الامر سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ وہ اللہ کے اذن اور ارادہ سے کسی امر یعنی قدرت و طاقت کا کما حقہ اظہار بھی کر سکتے تھے۔

اب جو چیز غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ اَلْأَمْرُ کے صحیح قرآنی معنی کیا ہیں۔ ہم اس ضمن میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی پیش کر کے اس کے مربوط اور بین السطور معانی صرف اظہار قدرت و طاقت کرتے ہیں۔

۱۴ اِذَا قَضَى اللَّهُ قَوْلَهُ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳) جب قدرت و طاقت کے اظہار کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو وہ اُسے (یعنی کسی تخلیق کے لئے جملہ قدرتوں کے نظام کو) کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۱۵ وَلَٰكِن يَفْقِضِي اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا۔

لیکن خدا تو اظہار قدرت و طاقت کا فیصلہ کر ہی چکا تھا۔ سو وہ ہو کر رہا۔

۱۶ غرض جب (یوسف کے بھائی) اُسے لے گئے تو اس پر اتفاق کر لیا کہ اسے گہرے کنوئیں میں ڈال دیں۔ تو ہم نے

یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (فکر نہ کرو ایک نہ ایک دن) تم انہیں ان کی اس (ناجاثر) طاقت آزمائی سے ضرور آگاہ کر دو گے

(کیونکہ یہ تمہیں مار نہیں سکتے) اور وہ اُس وقت بے شعور ہوں گے۔ (وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَهُمْ بِأَمْرِهِمْ

هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ)

۴ - قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبِرُوا جَبِيلًا ط

(یعقوب نے) کہا کہ بلکہ (یوسف نے) تمہارے لئے تمہارے نفسوں (یعنی طاقتور ایموں) کی (پرانی) طاقت آزمائی پر ایک معنی خیز بات کہہ دی ہے۔ (جسے تم بے شعور ہو کر سمجھ نہیں سکتے) پس صبر ہی بہتر ہے۔

(نوٹ: اس آیت میں امر کے معنی کسی صورت میں فرمان یا حکم نہیں ہو سکتے)

۵ - ۲۱ - قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا (۱۸: ۶۹)

موسیٰ نے حضرت کو کہا کہ اب (اس کے بعد) آپ مجھے مستقل مزاج پائیں گے۔ اور آپ کی طرف سے اظہارِ طاقت کے پیش کردہ مسائل میں آئندہ میرا کوئی فیصلہ سامنے نہ آئے گا۔

(نوٹ: چونکہ حضرت طاقت و قدرت کے علمی محاکمات حضرت موسیٰ کے سامنے پیش کر رہے تھے! اور وہ ناموشی کا وعدہ بھی کر چکے تھے اس لئے کئی بار عہد توڑنے کے بعد موسیٰ کا یہ عہد اسی صورت میں ممکن تھا۔)

۶ - ۱۹ - ۲۴: ۳۲ - قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَءُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي جَمَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ -

(شہزادی بلقیس حضرت سلیمان کا خط درباریوں کو سنا کر کہنے لگی) اے درباریو! اب مشورہ دو کہ کیا میں بھی (سلیمان کے بالمقابل) اپنی طاقت آزمائی کا فیصلہ کروں؟ جب تک تم سب (اس مشورہ پر متفقہ طور پر) گواہ نہ بن جاؤ۔ میں خود طاقت آزمائی کا کوئی ایسا ویسا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ وہ بولے کہ ہم بڑے طاقتور ہیں اور ہم میں بآسائش شدید بھی ہے۔

(نوٹ: اس آیت میں بھی محض فوجوں کے ٹکراؤ اور طاقت آزمائی کا معاملہ ہی درپیش تھا۔)

۷ - ۲۵ - ۱۳۰ - أَمْ أَنْزَلْنَاهُمْ مَوْتًا مَمْرًا فَمَا نَأْمُرُ مَمْرًا (۲۳: ۷۹)

کیا انہوں نے طاقت آزمائی یا قدرت کے اظہار کا ارادہ از خود بنا رکھا ہے۔ پس ہم ہی ایسا ارادہ کرنے پر قادر ہیں۔ (یہاں بھی امر کے معنی حکم یا فرمان قطعاً نہیں۔)

۸ - ۲۵ - ۱۴ - فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ه أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا وَإِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ه (۲۳: ۷۹)

اسی رات کے اندھیروں میں ہی اظہارِ قدرت کے تمام مناظر کو جو حکمت و سائنس سے پر ہوتے ہیں علیحدہ علیحدہ نمایاں اور ترتیب دیا جاتا ہے۔ یہ اظہارِ قدرت و طاقت محض ہماری طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اور ہم ہی اُسے بھیجئے والے ہوتے

ہیں۔ (نوٹ: یہاں امر کے معنی بالکل صاف ہیں۔)

۹ - ۲۶ - ۱۸ - قَالِ الْمُقْسِمَاتِ أَمْرًا ه (۲۹: ۷۹)

پس قدرت و طاقت کو تقسیم کرنے والے ملائکہ تقسیم کرتے ہیں۔ (یہاں بھی امر کے معنی حکم نہیں کیونکہ حکم تقسیم نہیں کئے جاتے)

۱۰ - ۲۸ - ۱۶ - وَكَأَيُّنَ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ ه (۲۵: ۷۹)

اور بہت سی بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کی طاقت و قدرت کے بالمقابل تخریب و شرارت کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا۔

۱۱۔ فَالْمَدَّ يَرَاتِ أَمْرًا ۝ (۹، ۵)

پس طاقت و قدرت کے انہار کے متعلق تدبیر کرنے والی توانائیاں یعنی ملائکہ۔

۱۲۔ يَنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِ ۝

اسی کی طاقت و قدرت کے مظہر ملائکہ رُوح یعنی مخصوص نظام توانائی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

ان آیات بالاسات یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ امر فی الحقیقت اظہار قدرت و طاقت کا ایک عمل ہے جو کسی کام یا تخلیق کے مرحلہ پر منشائے الہی ظہور میں آتا ہے۔ اولوالامر سے بھی یہی مراد ہے کہ طاقت و قدرت رکھنے والا امیر کا مطلب بھی اجتماعی طاقت رکھنے والا حکم بھی اسی صورت میں امر پر منطبق ہو سکتا ہے کہ حکم حکومت سے اور حکومت علم حکمت و سائنس سے اور علم حکمت و سائنس سے ہی اظہار طاقت و قوت ممکن ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب حقیقت رُوح انسانی میں لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۸) (صفحہ ۲۲) رسول خدا صلعم نے نااہل انسانوں کے سامنے رُوح (اور الامر) کے مجید کو ظاہر کرنا مناسب ہی نہ سمجھا کہ اذن نہیں تھا۔ نیز یہ کہ ان لوگوں کے فہم اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور نااہل تھے۔ امام صاحب نے عالم امر کی تشریح یوں فرمائی ہے۔ یعنی عالم امر سے وہ موجودات مراد ہیں جو جس اور خیال اور جہات اور مکان اور چیز سے خارج ہوں اور بسبب نہ ہونے مقدار کے مساحت اور اندازہ میں داخل نہ ہوں؟ گویا اس کا مطلب بھی یہ ہوا کہ قدرت کے محض اظہار میں مقدار اور مساحت و اندازہ کا نہ تو کوئی تعین ہو سکتا ہے اور نہ کسی غیر ذمہ کو یہ پتہ چل سکتا ہے۔ کہ آئندہ جا کر کیا ہوگا۔ لہذا ہماری تحقیقات کے تحت آؤ امر کے معنی ہوں گے طاقت و قدرت کا اظہار یا جس انداز میں قدرت و طاقت آشکار ہوتی ہے۔ یہی معنی قرین حقیقت ثابت ہوتے ہیں۔

رُوح بھی اسی الامر سے ہے۔ اسی قدرت و طاقت کے ایک ترتیب وار نظام کو کہتے ہیں۔ رُوح بھی مخلوق ہے جس طرح نفس مخلوق ہے۔ روحی کے معنی خدا کا رُوح نہیں بلکہ نفسی کی طرح رُوحی کے معنی بھی خدا کی پیدا کردہ رُوح ہے۔ کیونکہ خدا کی رُوح نفس امارہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام غزالی کے نزدیک رُوح ایک چیز غیر منقسم ہے۔ سب عقلا کے نزدیک جزو لا یتجزئ سے ہے۔ یعنی ایک چیز ہے۔ کہ تقسیم قبول نہیں کرتی۔ اس کو جزو بھی کہنا نہ چاہیے۔ اس لئے کہ جزو تو کل کی نسبت ہوتا ہے۔ یہاں تو کل ہی نہیں جزو کہاں ہوگا۔ مگر اس لحاظ سے جزو بھی بول سکتے ہیں۔ جس اعتبار سے ایک کو دس کا جزو کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر تمام موجودات یا تمام اشیاء (یعنی عناصر) جن سے انسان کا قوام ہے۔ اعتبار کی جائیں ازاں جملہ ایک رُوح بھی ہوگی۔ (گویا رُوح بھی اشیاء میں موجود اور مستور ہے) اس لئے رُوح ایک غیر منقسم سے ہے۔ رُوح کیفیات عناصر سے پیدا ہوتی ہے۔ جو جوہر میں موجود ہے۔ کیونکہ وہی جوہر اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ اور معقولات کا ادراک کرتا ہے۔ رُوح قدیم نہیں۔ کیونکہ یہ مخلوق معنی حادث ہے۔ اس کے حادث

کی دلیل طویل ہے۔ اور اس کے مقدمات بہت ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ جب نطفہ میں رُوح قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوئی تو رُوح پیدا ہوئی جیسا کہ آئینہ میں صیقل کرنے کے وقت صورت پیدا ہوتی ہے۔ رُوح میں حرارت حرکت ارادہ۔ خیال تصور اور دیگر قدرتیں موجود ہیں۔ کوئی حدیث رسول صلعم رُوح کے ازلی اور قدیم ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ رُوح کے مخلوق اور حادث ہونے پر دال ہیں۔ ملائکہ اپنی انواع میں الگ الگ ہیں۔ ارواح ملائکہ بلا واسطہ رُوح حیوانی کے اپنے اپنے خاص اجسام میں متصرف ہیں۔ بخلاف رُوح انسانی کے کہ بلا واسطہ رُوح حیوانی کے مدبر بدن ہے۔ جن سے اس کا رُوح ملائکہ سے امتیاز اور علیحدہ نوع ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح نباتات اور معدنیات و دیگر انواع کا ہے۔ ملائکہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ملائکہ اجسام نورانی ہیں۔ اور مختلف پروں (یا طاقتوں) جس طرح کہ خدائے یَدُ اللہ کے الفاظ میں اللہ کی پیدا کی ہوئی قدرت کو پیش فرمایا ہے۔) پر مشتمل ہیں۔ یہ کسی اور شکل میں تبدیل نہیں ہو سکتے۔ البتہ رُوح القدس انسانی شکل و صورت میں جو محض ایک آئینے کے عکس کی طرح ہوتا ہے۔ آسکتا ہے۔ جیسے کہ مریم کے رُوح برد دکھائی دیا۔

الغرض ان تمام تشریحات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اُس کا اختصار یہ ہے کہ نفس اور رُوح دونوں فی الحقیقت خدا کی مخلوق ہیں۔ اپنے خالق کا جزو نہیں۔ نفس اشیاء یعنی عناصر کی پیدائش ہے۔ جس میں جان ہے۔ اس کی یہی جان ارتقاء کو پہنچ کر بالآخر رُوح کو قبول کرتی ہے۔ اسی نفس میں قدرت و طاقت کا اظہار مخفی ہے۔ جب نفس الامر کے محاکے سے دوچار ہوتا ہے۔ تو اس میں تمام قدرتوں کا جُدا جُدا قرنیہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ قدرتیں اپنی اپنی حدود میں ایک مخصوص نظام کے اندر عمل پیرا ہو جاتی ہیں۔ جن سے موجیں روئیں اشعاع اور کششیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ جن سے حرارت حرکت ارادہ خیال تصور اور شعور کے حیرت انگیز اعجاز پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب ہی نفس پر قدسیہ قدرتوں کا یہ نظام نورانی قائم ہو جاتا ہے۔ تو اُسے رُوح القدس کہا جاتا ہے۔ گویا رُوح القدس محض پاکیزہ قدرتوں کا ایک نورانی نظام ہے۔ یہی نظام بے حد غالب پرہمیت اور بلند مرتبت نظام ہے جو ایک مرکز پر اپنا ٹھوس اجتماع قائم رکھتا ہے۔ اسی کو خدائے اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے پکارا ہے۔ کیونکہ یہ قدسی نظام ہے۔ اس لئے اس میں جبریلی قدرت نمایاں ہوتی ہے۔ جب اجسام میں نفس امارہ بھی داخل ہو جاتا ہے۔ تو رُوح القدس ایک عام رُوح میں تبدیل ہو جاتا ہے جس سے تخریب اور انتشار کی حسیات بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ رُوح ایک مخصوص نظام قدرت کا نام ہے جس میں مختلف توانائیوں کی ایک انجمن قائم ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کو نظام توانائی یا ذری نظام کہا جاسکتا ہے۔ ہر جاندار میں بے شمار نفوس موجود ہیں۔ اور ان نفوس میں مختلف قسم کے توانائی نظام قائم ہیں۔ جن سے مختلف حسیات ظہور میں آتی ہیں۔ ہر مقام پر رُوح کا نام بحیثیت جنس لیا گیا ہے۔ اس لئے اسے جمع پر بھی مشتمل کیا جاسکتا ہے۔

یہ نورمی نظام یعنی توانائیوں کی انجمن کیونکر ہے؟

اب ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ شیئی کے معنی عنصر کے ہیں۔ اور نفس عنصر کا ایک جزو کیٹا ہے۔ اسی نفس سے

ہر نوع کی تخلیق ہو رہی ہے۔ جیسے کہ انسان کی تخلیق کے متعلق خدا نے اطلاع دی ہے۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ - یعنی اے نوع انسانی آپ کی تخلیق کا باعث بھی ایک نفس ہی تھا جس کی جبلت اور فطرت محض وحدت میں تھی۔ وہی جزو تجزی تھا۔ جو شئی سے خلق کیا گیا پھر اُس نے ارتقاء کی۔ اور آج تم بھی اسی طرح پیدا ہو رہے ہو اور ارتقاء کر رہے ہو۔ ہمارے متقدمین نے اس آیت کے معنی محض یہاں تک محدود کر کے (کہ خدا نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔) وحدت کے عظیم الشان لفظ کو بے معنی ثابت کر دکھایا ہے۔ حالانکہ نفس کا لفظ بذاتِ وصیغہ واحد میں تھا۔ متقدمین کے معانی کے لحاظ سے خدا کی آیت محض یہاں تک ہی محدود ہونی چاہیے تھی۔ کہ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ یعنی تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا گیا۔ اس لئے ہم دھڑلے سے یہ اعلان کرنے پر مجبور ہیں کہ خدا کے یہ الفاظ (مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ نفس اگرچہ واحد تھا لیکن اس کی جبلت اور فطرت وحدت میں تھی اور وہ بالکل یکتا اور جزو لای تجزی تھا۔ وہی پہلے پیدا کیا گیا پھر اس کی ارتقاء ہوئی۔ اور انسان کی پیدائش اور ارتقاء بھی بعینہ اسی نفس واحد کی طرح ہے۔ جیسے کہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ -

یعنی اے نوع انسانی تمہاری تخلیق اور ارتقاء بھی بعینہ نفس واحد کی طرح ہے۔

لہذا اسی نفس سے نور کے اجزا تجزی ریز ہوئے اسی نور سے ایک نظام توانائی یا روح اور الامرا کا اظہار ہوا۔ خدا نے اسی نور کی تمثیل کا جو عظیم الشان خاکہ پیش کیا ہے۔ وہ نہ صرف ہمارے متقدمین کی آنکھیں روشن کر سکتا ہے۔ بلکہ آج کل کے مغربی حکماء اور سائنسدانوں کی آنکھوں کو چمکا چوند کر دینے میں کچھ کم نہیں۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور فرمائیے۔

۳۴ : ۳۵ - اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -

۱۔ مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكٰوَةٍ

۲۔ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

۳۔ الْمِصْبَاحُ فِيْ ثَمْرٍ حَاجِةٍ اَلزَّجَاجَةِ

۴۔ كَا نَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ط

۵۔ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مَّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَ نَدِيٍّ

۶۔ اَوْ شَرْقِيَّةٍ وَّ اَوْ غَرْبِيَّةٍ وَّ

۷۔ يَكَادُ نَرِيْثُهَا يُضِيُّ ۙ وَاَنْتُمْ تَمْسَسُوْنَہُ

اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمینوں میں نور مندہ ذات ہے۔

اُس کے پیدا کردہ نور کی مثال یوں ہے کہ گویا اولین صورت میں ایک طاق ہے (جو اُس نوری نظام کے تحفظ کیلئے ہے۔)

اُس میں ایک چراغ ہے۔ (جو نوری جوہر کا محض خول یا برتن ہے جس میں جوہر موجود ہے۔)

اور چراغ گویا ایک نور افشاں شیشے میں رکھا ہے اور وہ شیشہ یوں ہے جیسے وہ تمام کا تمام چمکدار موتیوں کی مانند نور افشاں طوائف کرنے والے کڑوں کا ایک مجموعہ ہو۔

اُس چراغ میں اُسے روشن کرنے والا جوہر گویا زیتون ہے۔ زیتون کا لفظ محض تمثیل کے طور پر ہے۔

ورنہ اُس جوہر کی مثال تو نہ مشرق کی کسی چیز سے اور نہ مغرب

فَارَط
نُورٌ عَلَى نُورٍ ط

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ط

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ط

کی کسی چیز سے دی جاسکتی ہے۔

اس کا تیل کسی دیاسلائی کا محتاج نہیں کہ وہ اُسے روشن کرے بلکہ وہ خود بخود ایک روشن جوہر ہے اُس سے روشنی پر روشنی اور توانائی پر توانائی خود بخود بڑھ رہی ہے۔

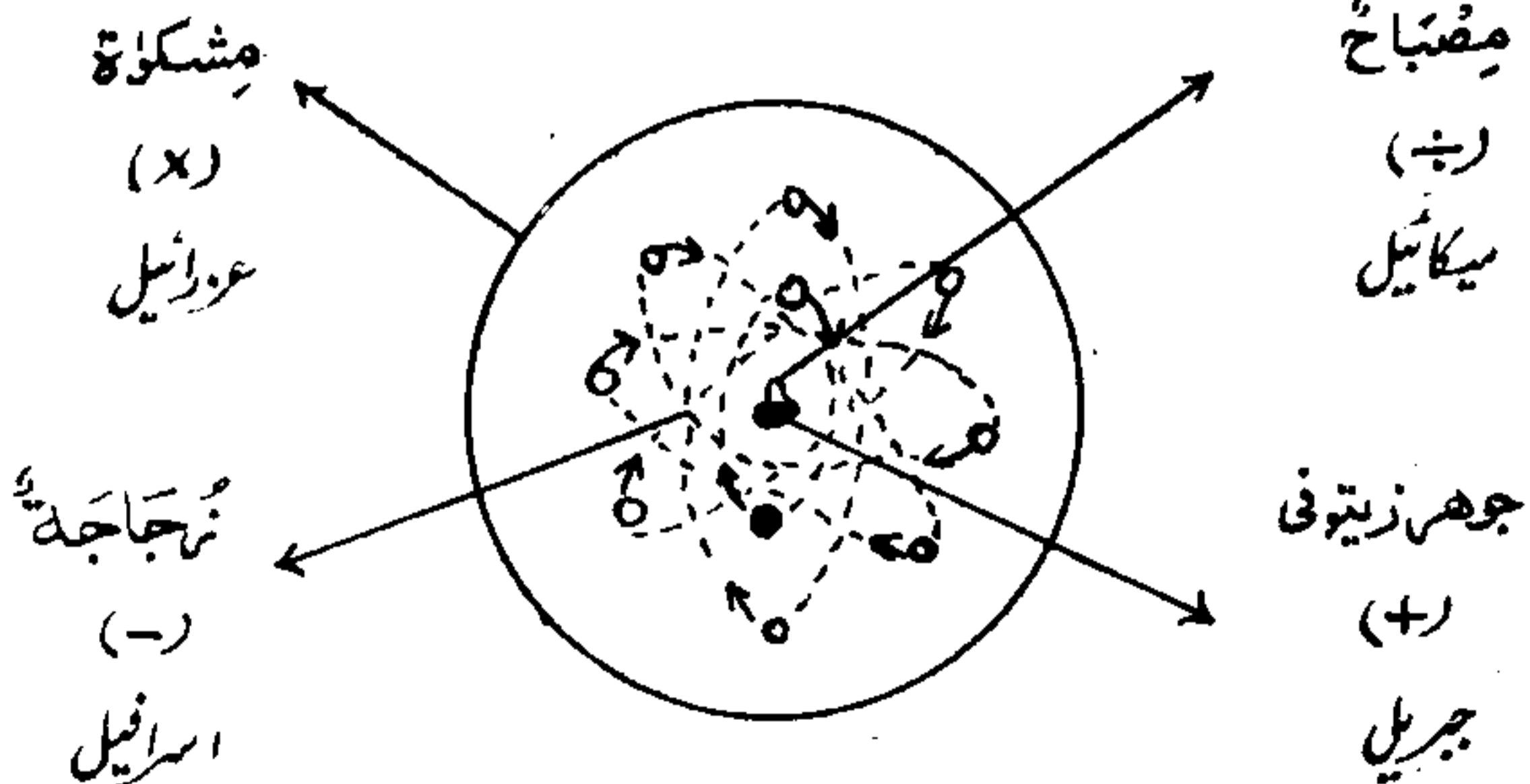
خدا اُس کے نور کے متعلق جسے چاہتا ہے رہبری کر دیتا ہے۔ اور حیرت انگیز توانائیوں کے دروازے اُس پر کھول دیتا ہے۔ (گویا اس میں کسی مغربی یا مشرقی کی تخصیص نہیں۔)

تو انسانوں کے لئے محض مثالیں ہی بیان فرماتا ہے۔ (کیونکہ نور کے محاکمہ یا توانائی نظام کا کھونج تو تمہاری ذاتی کاوش اور حکمتی تجربات سے ممکن ہے) اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو فی الحقیقت تمام عناصر کے حیرت انگیز اعمال و کردار سے (جس کے جوہروں سے یہ نظام توانائی یا نوری محاکمہ صاف دیکھا جاسکتا ہے) پوری طرح علم رکھتی ہے۔

اس توانائی نظام کی اشکالی صورت کیا ممکن ہے؟

ہم مندرجہ بالا آیات کو شق وار ترتیب دیکر ایک حیرت انگیز شکل پیش کرتے ہیں جو ہمارے حکماء اور سائنسدانوں کے لئے بے حد باعث غور و فکر ہے۔

النُّورُ یعنی توانائی نظام



غور و فکر کے بعد صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ اگر اسلامی نظریات کے مطابق جبریل میکائیل اسرائیل اور عزرائیل فی الحقیقت نوری قدرتیں ہیں۔ تو اس نوری نظام میں فی الحقیقت انہی نوری قدرتوں کی توانائیاں معجز نما ہیں۔ اس لئے یقین کیا جاسکتا ہے۔ کہ کائنات کے ہر نفس یا جوہر یا ایٹم میں انہی چار قدسیہ قدرتوں کی تجلیات مستور ہیں۔ گویا۔

اول۔ - مِسْكَوٰةٌ - قدرتِ قدسیہ عزرائیل سے مماثل ہے۔ جو اس توانائی نظام کے لئے تحفظ کا کام کرتی ہے۔ اور بیرونی توانائیوں کو ضرب دے کر اپنے مخصوص نوری نظام میں مَنجَل نہیں ہونے دیتی۔

دوم۔ - نُرْجَا جَاةٌ - یہ نور افشاں کو اکب کا ایک ہالہ ہے۔ جس میں نورانی کو اکب اس طرح طواف کرتے ہیں کہ وہ اپنے

جوہر نورانی پر روشنیوں کا ایک حول پیدا کر دیتے ہیں اور جوہری توانائی کو ادھر ادھر بھیل کر گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی نفی کا باعث بنتے ہیں۔ گویا یہ قدرتِ قدسیہ اسرائیل سے ظہور پکڑتے ہیں۔

سوم۔ - مِرْدُ مِبَا حٌ - یہ قدرتِ قدسیہ میکائیل سے مماثل ہے جو محض ایک طرف ہے جوہر کا حول ہے۔ یعنی جوہری نیوکلس

کا جسم ہے۔ جو فی الحقیقت جوہر کے نور کی تقسیم کا کام کرتا ہے۔ اگر یہ کسی بیرونی مخالفت اور قنہ پڑ

طاقت سے ٹوٹ جائے تو اسے شقِ نفس کہا جائے گا۔ جس سے نورانی کائنات میں ایک تباہ کن

طوفان برپا ہو جائے یہاں تک کہ اپنے جوہر کی نورانیت کو طوفانِ ہلاکت کے سپرد کر دے اور

اپنی ساری کائنات کو نابود ہی کر دے۔

چہام۔ جوہر زیتونی۔ - یہ قدرتِ جبریل سے مماثل ہے۔ جو فی الحقیقت دُومِرہ ہے۔ جوہر حقیقی ہے۔ تمام توانائیوں

اور قوتوں کا ماخذ ہے اپنی مخصوص کائنات کی روح القدس ہے۔ جو اپنے اندر جملہ توانائیوں اور

طاقتوں کو جمع رکھتی ہے۔ گویا فی الحقیقت مثبت ہے۔ اپنی دنیا کی دیگر جزئیات کو جلا بخشتی ہے

اور اپنے ارد گرد ایک ٹھوس نوری نظام قائم کرتی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو نوری نظام کا یہ نقشہ موجودہ ایٹمی دور کے مغربی نظریہ ایٹم سے اس قدر مماثل ہے۔ کہ ان

دونوں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر ہم نے ان آیات کی تشریح میں غلطی نہیں کی۔ تو ہم ان عربی تمثیلی ناموں کے محاذ

میں انگریزی مجوزہ ناموں کی ترتیب یوں درج کرنے پر مجبور ہیں۔

SOULTRON	=	سولٹران	-	عزرائیلی قدرتِ قدسیہ
ELECTRON	=	الیکٹران	-	اسرائیلی قدرتِ قدسیہ
NUTRON	=	نیوٹران	-	میکائیلی قدرتِ قدسیہ
PROTON	=	پروٹان	-	جبریلی قدرتِ قدسیہ

یہ ملائکہ کیا ہیں؟

مندرجہ بالا چار قدسیہ قدرتیں فی الحقیقت ملائکہ نہیں بلکہ ملائکہ سے کوئی جدا حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمارے متقدمین نے اپنی تشریحات اور تفاسیر میں جبریل میکائیل اور اسرافیل عزرائیل ایسی قدسیہ قدرتوں کو بھی یا تو ملائکہ یا ملائکہ کے رسول یا ملائکہ مقربین کی صف میں لاکھڑا کیا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کی رو سے ان کے متعلق کچھ اور ہی نظر آتے ہیں جن کا ثبوت مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

۱۔ ۹۸ : ۲ - مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِئِينَ وَمِيكَائِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝

جو شخص خدا اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں کا اور جبریل و میکائیل کا بھی دشمن ہو تو ایسے کافروں کا دشمن خود خدا ہے۔

گویا ملائکہ کی نوع سے جبریل و میکائیل کی انواع مختلف ہیں۔

۲۔ ۶۶ : ۴ - پس انا اور جبریل اور صالح مومن رسول کے حامی اور دوست ہیں اور ان کے علاوہ ملائکہ بھی مددگار ہیں۔

تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَ الشُّرُوحُ -

اللہ نے ملائکہ کو اور رُوح کو بھی (یعنی اپنی پیدا کردہ چاروں قدسیہ قدرتوں کو) نازل کیا۔

۳۔ ۱۴ : ۲-۳ - يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝

اللہ ہی اپنے نظام قدرت کے اظہار کے لئے رُوح (یعنی تمام قدسیہ قدرتوں کے ساتھ ساتھ ان کے) ملائکہ کو بھی اپنے ایسے برگزیدہ بندوں پر نازل کرتا ہے۔ جن کو وہ (اپنی عطا سے کچھ دینے کے لئے) چاہتا ہے۔

مندرجہ بالا چار آیات سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ ملائکہ کی نوع جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل کی انواع

سے یقیناً جدا ہے۔ مزید برآں قرآن حکیم میں قصۂ آدم کا حیرت انگیز واقعہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ رُوح کی قدسیہ قدرتیں ملائکہ سے فی الحقیقت بلند تر مخلوق ہیں۔ کیونکہ وحی کا اندازہ نزول یوں واضح ہوتا ہے۔

۴۔ ۵۱ : ۵۲ - مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

كَيْ يُوحِيَ بِلَاذِنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ خدا اُس سے بات کرے۔ مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی قاصد بھیجے

جیسے چاہے تو وہ خدا کے حکم سے اُس پر وحی کر دے اور اللہ تعالیٰ تو یقیناً بلند ترین حکمت و سائنس کا مالک ہے۔

اُدھر حضرت آدم کے قصے میں جب یہ الفاظ نظر آتے ہیں کہ اِذْ قَالَ رَبِّي لِلْمَلَائِكَةِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ ابْنِ آدَمَ

کو مخاطب ہو کر کہا کہ وہ زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو ملائکہ نے جواب دیا کہ ہم بھی تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس میں لگے ہیں۔ گویا ذاتی خواہش ظاہر کی پھر کہا کہ آدمِ نادر تو زمین میں قتل و غارت اور فساد برپا کریں گے۔ تو مزید تعجب ہوتا ہے جیسا نہیں خدا کی طرف سے یہ جواب ملتا ہے۔ "خاموش رہو میرا ذاتی علم تمہارے علم پر بے حد فوقیت رکھتا ہے۔ اس بحث کے بعد آدم کو کل اسماء سکھائے گئے یعنی تمام عناصر اور ان کی شکل و صورت اور ماہیت کا علم بخشا گیا۔ (عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا)۔ (نوٹ۔ متقدمین میں سے اکثر نے اسماء کی تشریح عناصر صریح کے ناموں کے متعلق فرمائی ہے) اس کے بعد آدم اور ملائکہ کے مابین امتحانی مقابلہ پیش ہوا۔ تو آدم نے تمام نام بتا دیے اور جب ملائکہ کے سامنے وہی عناصر پھیلا کر پیش کئے گئے تو وہ کچھ نہ بتا سکے۔ (ثُمَّ عَرَّضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ) خدا نے فرمایا اب بتاؤ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کی تمام غیبی اشیاء اور قدرتوں کو جانتا ہوں۔ (غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ)۔ (نوٹ۔ غیب کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی) اس کے بعد فَتَلَقَى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۳۷: ۱۲) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یعنی آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھے (نوٹ۔ کلمات کے صحیح معانی حکمتی محاکمات ہیں۔ جیسا کہ حضرت لقمان کے پیغام سے جو انہوں نے اپنے فرزند کو دیا ظاہر ہے۔ جس کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی)۔

غور و فکر کے بعد اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو ملائکہ کے توسل سے اگر کل اسماء کا علم بخشا گیا ہوتا۔ تو کوئی نہ کوئی ملائکہ میں سے اس علم سے ضرور واقف ہو گیا ہوتا۔ لیکن مندرجہ بالا واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس علم کو بخشنے والی کوئی قدرتِ قدسیہ اور تھی جس کا نام ہمارے نزدیک جبریل ہے جو ملائکہ کے ذمہ میں قطعاً شامل نہ تھی۔ اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کی حیثیت خدا کی قدسیہ قدرتوں سے لازماً جدا گانہ ہے۔ نیز یہ قدسیہ قدرتی فی الحقیقت بہت ہی بلند مرتبت ہیں۔ جنہیں انسان پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے خود واضح فرمایا ہے۔

۱۷ : ۷۰ - وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَجْدِ وَالْجُرْدِ وَ سَمَّوْنَا قُلُوبَهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

بے شک ہم نے بنی آدم کو فضیلت بخشی اور اُس کو بچر و بچر (بچر سے مراد خلاتے آسمانی بھی ہے جس میں لاتعداد سیارے تیر رہے ہیں) پر برتری بخشی اور پاکیزہ روزی عطا فرمائی اور اپنی اکثر مخلوق پر (کل پر قطعاً نہیں) اُسے فضیلت بھی بخشی۔ اگرچہ کتاب کے اقتناجیہ میں اختصار کے ساتھ ملائکہ کی تشریح کر دی گئی ہے۔ لیکن مناسب یہی ہے کہ یہاں اس مخلوقِ خدا کی بالتفصیل تشریح کر دی جائے۔

یہ مخلوق چار مختلف انواع پر مشتمل ثابت ہوتی ہے۔ جن کے کردار اور اعمال جدا جدا اور مختلف ہیں۔ کسی نوع کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تو دیکھا نہیں جاسکتا۔ کسی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ تو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ کسی کو سنا جاسکتا ہے تو کسی کی مقام تخیل کے سوا کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ غرضیکہ یہ چار قدسیہ قدرتوں کے محض اعمال یا کردار سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو موجوں، رتوں

شاعروں، اور کششوں کی صورت میں صحیفہ فطرت میں رواں دواں ہیں۔ اور عناصر اور ان کے لاتعداد اجسام میں حیرت انگیز تغیر، انقلاب، اور معجزات پیدا کرتے ہیں۔ ان میں حیرت انگیز طاقتیں اور قوتیں موجود ہیں جو خدا کی عبادت گزار یعنی مخلوق خدا کی خدمت میں لگی ہیں۔

اس ضمن میں قرآن حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو بنظر غور دیکھنے سے خدا کی حیرت انگیز کار فرمائی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔
 اقل : ملائکہ لوح انسانی کے حضور میں سجدہ ریز ہوئے اور اس کی خدمت گزار اور مشکل کشائی کا دم بھرا۔

۲۴ : ۲ ، ۱۲ : ۶ ، ۱۵ : ۳۰ ، ۱۵ : ۸ - ملائکہ نے آدم کو سجدہ کیا۔

۵۱ : ۶۶ - اگر پیغمبر کو ایذا دینے کے لئے باہم اعانت کرو گی تو یا دیکھو کہ خدا اور جبریل اور میکائیل اور نیک کردار مسلمان سب اس کے حامی اور دوست ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ ملائکہ بھی مددگار ہوں گے۔

۳۰ : ۴۱ - جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ پھر وہ اس عہد پر قائم رہے ان پر ملائکہ اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غم اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اُسے حاصل کرنے کی تگ و دو میں خوشی مناؤ۔

۵ : ۴۲ - قریب ہے کہ آسمان اُپر سے پھٹ پڑیں اور ملائکہ تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اُس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ)

۸ : ۱۵ - (انہوں نے کہا) کہ اے محمد اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس ملائکہ کو سامنے کیوں نہیں لاتے۔ کہہ دیجئے کہ ہم ہی ملائکہ کو حق کے ساتھ نازل کرتے رہتے ہیں۔ (اور جب ہم انہیں کسی کی ہلاکت کا حکم دے دیتے ہیں) تو دشمنانِ حق کو مہلت نہیں ملتی۔

۳ : ۱۶ - وہی ملائکہ کو پیغام دیکر روح (یعنی قدسیہ قدرتوں کے اجتماع) کے ہمراہ بھیجتا ہے جس پر چاہتا ہے۔

۱۰۳ : ۲۱ - اور مومنوں کو بہشت میں داخل کرنے کے لئے ملائکہ ملاقی ہوتے ہیں۔ (وَتَتَلَقُوهُمُ الْمَلَائِكَةُ)

۱۸ : ۱۳ - خدا تو اس بات کا گواہ ہے۔ اور ملائکہ اور صاحبِ علم لوگ بھی جو انصاف پر قائم ہیں اس بات کے

گواہ ہیں۔

۸۰ : ۳ - اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا کا درجہ دے لو۔

۱۲۴ : ۳ - کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد سے اور اگر کافر دفعتاً تم پر حملہ کر دیں۔

تو پروردگار پانچ ہزار ملائکہ جن پر نشان ہوں گے۔ (یعنی مختلف قدسیہ قدرتوں کے جدا جدا ملائکہ) تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

۱۱۱ : ۶ - اگر ہم اُن منکرینِ حق پر ملائکہ بھی نازل کر دیتے اور اس اعجاز سے مُردے بھی اُن سے گفتگو کرنے لگتے (یعنی

ملائکہ حیات بخش تو انانیوں پر بھی شتمل ہیں) اور تمام عناصر (کی طاقتوں کو بھی) اُن کے سامنے لا موجود کرتے تو پھر بھی وہ ایمان نہ

لائے۔ (یعنی امن پسند نہ بنے)

۶ : ۱۵۸ - کیا منکرین کتاب چاہتے ہیں کہ ان کے پاس ملائکہ (براہ راست امداد کے لئے) آئیں یا خدا خود آئے یا اُس کے اعجاز ہی براہ راست نازل ہوں۔

۱۳ : ۲۴ - صالح مردوں اور عورتوں پر ملائکہ سلامتی بخشیں گے جب وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

دوم :- ملائکہ قاصد ہیں۔ منکرین حق کے لئے عذاب بھی لاتے ہیں۔ امد حق پسندوں کے لئے اطمینان قلب اور امن و سلامتی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

۲ : ۱۶۱ - ایسوں پر خدا۔ ملائکہ اور نیک انسانوں کی لعنت ہو۔ جو حق سے انکاری رہے۔ اور کافر ہی مرے۔

۲ : ۱۶۱ - جو خدا کی مدد سے روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ملائکہ اور پیغمبروں کی وساطت سے امن و سلامتی یعنی ایمان

کے اسباب و وسائل تیار کرتے ہیں۔ (وہی ایماندار ہیں)

۲ : ۲۱ - کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ ان پر خدا کا عذاب باطل کے سائبانوں میں آنازل ہو۔ (جن میں ظلمت

رعد اور برق کی طاقتیں کار فرما ہوتی ہیں۔) اور (ان سے) ملائکہ اتر آئیں اور ان کا کام تمام کر دیا جائے۔

۲ : ۲۴۸ - اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ ان کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے۔ کہ تمہارے پاس ایک حکمتی صندوق آئے

گا جسے ملائکہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُس میں تمہارے لئے پروردگار کی طرف سے تسلی ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو

موسیٰ اور ہارون (قوم کیلئے) چھوڑ گئے۔ (یعنی بنی اسرائیل کو حکمت کے وہ تمام حیرت انگیز خزانے بخشے جائیں گے۔ جو ملائکہ کے

حیرت انگیز کارناموں سے پیدا ہوں گے اور یہی اسباق ان کے پیغمبر ان کے اعمال کے لئے باقی چھوڑ گئے تھے۔)

۳ : ۳۹ - وہ ابھی نماز کے لئے کھڑے ہی تھے۔ کہ فرشتوں نے آواز دی کہ اے زکریا خدا تمہیں سچپی کی بشارت دیتا ہے۔

۳ : ۴۲ - اور فرشتوں نے مریم سے کہا خدا نے تمہیں برگزیدہ کیا۔ اور پاک رکھا۔ اور جہان کی عورتوں میں ممتاز کیا۔

۳ : ۸۷ - منکرین حق اور بے انصافوں پر خدا، فرشتوں اور نیک انسانوں کی لعنت ہو۔

۴ : ۱۶۶ - خدا گواہی دیتا ہے۔ کہ اُس نے کتاب کو اپنے ذاتی علم سے نازل کیا ہے۔ اور ملائکہ بھی اس امر کے گواہ ہیں۔

۱۷ : ۹۲ - ملائکہ کو احکام جاری کرنے کے لئے ملائکہ ہی قاصد بنائے جاتے ہیں۔

۱۷ : ۹۵ - کہہ دو کہ اگر زمین میں محض ملائکہ ہی ہوتے اور وہی یہاں مکین ہوتے اور آلام کرتے تو ہم ان کے پاس

محض ملائکہ کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

۲۲ : ۷۴ - خدا ملائکہ میں سے اور انسانوں میں سے بھی رسول منتخب فرماتا ہے۔

۳۴ : ۴ - اور جس دن خدا ان سب کو جمع کرے گا۔ پھر ملائکہ سے ارشاد ہوگا۔ کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے

تھے؟ ملائکہ جواب دیں گے۔ کہ یہ تو جنوں کو پوجتے ہیں (یعنی صالح طاقتوں کی بجائے تخریبی اور خفیہ فسادی طاقتوں کو جو قدرت

شیطان سے تعلق رکھتی تھیں اپنا رہنما بنا لے پھرتے رہے۔)

۱۰: ۳۵۔ زمینوں کو پیدا کرنے والا ہی فرشتوں کو قاصد بنا یا کرتا ہے جن کے دو۔ دو، تین۔ تین اور چار چار پر

یا قوتیں اور طاقتیں ہیں اور جب چاہتا ہے اپنی اُس مخلوق میں مزید طاقتوں کی ایزادی بھی کرتا ہے۔

۴۳: ۶۰۔ اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہاری جگہ محض فرشتے ہی بنا دیتے۔ اور وہ تو قیامت کی نشانی ہے

(گو یا قیامت کے دن جب اس زمین پر کوئی نوع زندہ نہ رہے گی تو اس پر محض ملائکہ ہی ملائکہ کا رہا ہوں گے۔)

موسم۔ ملائکہ کی ماہیت۔ یہ ایک مخلوق ہے۔ جو سنہرے رنگ کی موجوں میں کھیلنے والی بے شر عابد خدا۔ تسبیح

گزار۔ اور اس کی پیدائش نوع انسانی سے بہت پہلے ہوئی۔ اسی لئے یہ مخلوق انسانی شکل و صورت میں نہیں۔ یہ

مخلوق بھی زمین پر دباؤ ڈالتی ہے۔ ان کی جبلت سے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ بعض اوقات مختلف اقسام کے ملائکہ کا اجتماع

ایک نئی حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر لیتا ہو۔ اور مخصوص انسانوں کے ساتھ شامل ہو کر ان میں نئی طاقتوں کا اضافہ کر کے عام

انسانوں سے زیادہ طاقتور بنا دیتا ہو۔

۴۲: ۱۹۔ کیا ملائکہ یعنی ایسی مخلوق جو زیورات میں پرورش پائے۔ (یعنی قیمتی دھاتوں۔ پتھروں۔ موتیوں اور دیگر

بری و سمندری گرانقدر اشیاء میں سمٹی ہوئی ہو جن سے اکثر انسانی زیب و زینت کے لئے زیورات ہی بنتے ہیں) اور کسی

(تخلیق کے وقت نہ تو جھگڑا کرے اور نہ کٹ مچتی کر سکے خدا کی بیٹی ہو سکتی ہے) اور انہوں نے ملائکہ کو کہ وہ بھی ایک عابد

خدا مخلوق ہے۔ خدا کی بیٹیاں بنا رکھا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے۔ (یعنی یہ انسانی نوع سے پہلے کی

مخلوق ہے) (اس کا مکمل ترجمہ و تشریح آگے اپنے مقام پر آرہی ہے)۔

۵۳: ۲۶۔ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیوں سے موسوم کرتے ہیں۔

۱۶: ۲۹۔ اور جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں بھی جو اس پر یعنی زمین پر دباؤ بھی ڈالتے ہیں (دباؤ) اور

فرشتے تو فتنہ بھر غرور نہیں کرنے بلکہ سجدہ ریز رہتے ہیں۔

۱۶: ۴۔ کیا تمہارے پروردگار نے تم کو توڑ کے دئے اور خود اپنے لئے ملائکہ کو لڑکیاں بنایا۔ بے شک تم تو

بڑی نامعقول بات کرتے ہو۔

۱۳: ۱۳۔ اور عد اور دیگر ملائکہ اُس کے خون سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔

۳۷: ۱۵۔ یا کیا ہم نے ملائکہ کو عورتیں بنایا؟ اور وہ اُس وقت موجود تھے (یعنی ملائکہ انسانی تخلیق سے پہلے کی

مخلوق ہے)۔

۹۱: ۶۔ اور کافر کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر پر ننگ کیوں نازل نہیں ہوا۔ اگر ہم (اُن کے روبرو) ننگ کو براہ راست

نازل کرتے تو اُن کا کام ہی فیصل ہو گیا ہوتا۔ (کیونکہ وہ اُس کی توانائیوں کی برداشت کی طاقت ہی نہ رکھتے تھے اور کافروں

کو قطعاً مہلت نہ دی جاتی۔ نیز اگر ہم انہیں سمجھانے کی خاطر اُن کے سامنے ننگ بھیج بھی دیتے تو اُسے مرد کی صورت

میں ہی بیچ سکتے تھے۔ اور جو شبہ اب یہ کر رہے ہیں (کہ کوئی اور شخص حضرت محمد صلعم کو یہ دانائی کی باتیں سمجھایا کرتا ہے)۔ اسی شبہ میں پھر انہیں ڈال دیتے (گویا رسالت مآب صلعم کے روبرو انسانی شکل و صورت میں کوئی ٹکٹ نہیں آیا۔)
چہارہ۔ سورائیل ملائکہ برے انسانوں کی جانبیں سختی سے اور صالح انسانوں کی جانبیں نرمی اور سکون و اطمینان سے نکالتے ہیں۔

۴ : ۹۷۔ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب ملائکہ اُن کی جانبیں قبض کرنے لگتے ہیں۔ تو اُن سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتوان تھے۔ انہیں کہا جائیگا کہ کیا خدا کا حکم فراموش نہیں تھا؟ (گویا کائناتی طاقتوں کی وسعت و کثرت کے باوجود اُن سے کوئی فائدہ نہ اٹھانا عاجزی اور ظلم کے مترادف ہے)
۶ : ۹۳۔ کاش تم اُن لوگوں کو جو ظالم ہیں اُس وقت دیکھو جب موت کی حقیقیوں میں مبتلا ہوں۔ اور ملائکہ اُن کی جانبیں قبض کرنے کے لئے سختی سے ہاتھ بڑھا رہے ہوں۔ کہ لاؤ اپنی جانبیں۔

۸ : ۵۔ جب ملائکہ کافروں کی جانبیں نکالتے ہیں۔ تو وہ ان کے مونہوں پر مارتے ہیں۔

۱۶ : ۲۸۔ جب ملائکہ بُروں کی جانبیں قبض کسے لگتے ہیں۔

۴۷ : ۲۷۔ تو اس وقت ان کا حال کیا ہوگا جب ملائکہ اُن کی جانبیں نکالیں گے تو اُن کے مونہوں اور پیشوں پر ماریں گے۔

۱۶ : ۳۲۔ جب ملائکہ اچھے انسانوں کی جانبیں قبض کرنے لگتے ہیں۔ (تو اُن سے نرمی کا سلوک کرتے ہیں)

پنجم۔ ملائکہ جنتی بھی ہیں اور جہنمی بھی۔

۶۶ : ۶۔ جہنم کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ جن پر تندخو اور سخت مزاج ملائکہ مقرر ہیں۔ جو خدا کا حکم مانتے ہیں۔

پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۵۔ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۝ اور ملائکہ کو أَصْحَابَ النَّارِ بنایا ہے

(اس کی مفصل تشریح اپنے مقام پر آچکی ہے۔)

۲۱ : ۱۰۴۔ اور جب مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ تو ملائکہ اُن کے استقبال کے لئے پیش پیش ہوں گے۔

۱۳ : ۲۴۔ جب صالح انسان جنت میں داخل ہوں گے۔ تو ملائکہ اُن کی سلامتی کا باعث بنیں گے۔ یعنی انہیں السلام علیکم

کہیں گے۔

ششم۔ آسمانوں میں ایسے ملک بھی ہیں جو انسان کے لئے فیض رساں نہیں۔ مگر خاص خاص مرحلوں میں خدا انہیں بھی مددگار بنا دیتا ہے۔

۵۲ : ۲۶۔ اور آسمانوں میں بہت سے ملائکہ ایسے بھی ہیں جن کی مدد کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اُس وقت جب خدا

چاہے یا اجازت بخشے اور امداد کے لئے پسند فرمائے۔

مندرجہ بالا حالات کے بعد ملائکہ کے متعلق مزید اشارات ملاحظہ ہوں۔

۲۳: ۲۲-۱۵۔ وَجَعَلُوا آلَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا مِمَّنْ لَللَّغْوِ رُؤُوسًا ۚ وَمَا تَخَذَ صَمًّا
يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ ۚ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهَهُ
مَسْوُودًا ۚ وَهُوَ كَظِيمٌ ۚ أَوْ مِنْ يُنَشِّئُوا فِي الْجَنَّةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۚ وَجَعَلُوا
الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَّا ثَائِرٌ بِشَهَادَتِهِمْ وَخَلَقَهُمْ ط سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ
وَيُسْأَلُونَ ۚ الخ

ترجمہ:- اور انہوں نے اس کی ایک عبادت گزار نوع کو اُس کا حصہ مقرر کر رکھا ہے۔ (یعنی ملائکہ کو جزوِ خدا یا
خدا کی ذاتی اولاد سمجھ رکھا ہے)۔ بے شک انسان صریح ناشکر ہے۔ (جاہلو!) کیا خدا نے اپنی پیدا کردہ مخلوق میں سے خود تو
بیٹوں کو پسند کیا اور تمہیں جن کو لڑکے دئے۔ اور جب اُن میں سے کسی کو (ملائکہ کے اصل مفہوم کی خوشخبری جو مثال
کے طور پر رحمن کی طرف سے دی جاتی ہے۔ تو وہ (حیرت زدہ ہو کر) سیاہ رُو اور غم زدہ ہو جاتا ہے۔ (یعنی اپنی بے علمی
اور جہالت پر پشیمان اور نادوم ہو کر رہ جاتا ہے)۔ بھلا (ملائکہ کی وہ حیرت انگیز نوع) جو زیروں (یعنی پتھروں۔ رحالتوں
موتوں اور بری اور بھری بیش بہا اور قیمتی عناصر جو نوع انسانی کی زیب و زینت کے کام آتے ہیں) سے پیدا ہو کر اٹھتی اور
اپنی میں پرورش پاتی ہے۔ اور (کسی تخلیق کے دورِ تخلیقی میں نہ تو کسی قسم کی) بخت و تمیص اور جھگڑے میں ہی پڑتی ہے۔ (خدا کی ذاتی
جزو کیوں کہ تصور کی جاسکتی ہے)۔ (اس حقیقت کے باوجود) انہوں نے ملائکہ کی نوع کو جو الرَّحْمَنِ کی ایک عبادت گزار
مخلوق ہے۔ خدا کی بیٹیاں مقرر کر رکھا ہے۔ کیا یہ اُن کی پیدائش کے وقت شاہد تھے؟ (یہ تو اُن کی اپنی تخلیق سے بھی
پہلے کی مخلوق ہے)۔ (اگر اُن کا اب بھی یہی خیال ہے) تو اُن کی شہادت لکھی جائے گی۔ اور اس جہالت کی پاؤش
میں) اُن سے باز پرس ضرور کی جائے گی۔

مندرجہ بالا آیات ملائکہ کی ماہیت کے متعلق بے حد معنی خیز ہیں۔

جزءًا سے مراد ذاتی نسب یا خدا کی اولاد یا خدا کا ذاتی حصہ ہے جس سے خدا کی ذات اس لئے برابر ہے کہ وہ لَمْ
يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ کے واضح اعلان کی مدعی ہے۔

يُنَشِّئُوا سے مراد کھڑے ہوتے ہیں یا پیدا ہوتے ہیں وجود میں آتے ہیں یا کسی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

بُشِّرَ سے مراد قطعی طور پر ملائکہ کی ماہیت سے کوئی خوشخبری ہے۔

جَلِيَّةٌ ہر وہ عنصر ہے جو چمکتا ہو۔ روشن ہو یا اُس میں نور کی تجلیات موجود ہوں۔ زیور بذاتِ خود خوبصورتی
کے لحاظ سے بے حد چمکدار ہوتے ہیں اور جیسا کہ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا سے واضح ہے۔ خدا نے اس لفظ کو
آئندہ چل کر بطور مثال پیش کیا ہے۔ تاکہ عقل انسانی ایسے عناصر کو بنظرِ غور دیکھ کر ملائکہ یا اُن کی توانائیوں اُن کے نور اور اُن

کی چمک دو تک کو باسانی سمجھ سکے۔

حصّہ کے معنی کسی معاملہ میں بحث و تمحیص ہیں۔ امر رب کی تعمیل میں خدا کی قدسیہ قدر میں تو آپس میں بحث و تمحیص سے کام لیتی ہیں۔ لیکن ملائکہ نہیں لیتے۔

(۶۰ : ۳۸)

ہماری نگاہ میں ہر عنصر میں نور کی جھلک یقیناً موجود ہے چونکہ کائنات کا ذاتی وجود محض عناصر کے کیمیائی اور طبیعی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کائنات میں موجود ہر نوع کا جزو لاینفک محض عناصر ہی ہیں۔ اس لئے عناصر کو زیورات سے تشبیہ کیوں نہ دی جائے اور جب عناصر سے ہی زیورات تیار ہوتے ہیں تو ہماری مندرجہ بالا تشریح اور بھی صحیح ثابت ہوتی ہے۔ لہذا يَنْشُرُ فِي الْخَلْقِ سے قطعی طور پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ فی الحقیقت ان عناصر سے ہی ظہور میں آتے ہیں۔ جو فی الحقیقت اس کائنات میں زیورات کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔ آج جبکہ عناصر کی تحقیقات اپنے انتہائی مدارج تک پہنچنے والی ہے۔ اور اس تحقیقات سے واضح ہو چکا ہے کہ کائنات میں عناصر کے وجود سے ہی مختلف قسم کی موجیں رُوئیں شعائیں اور کششیں ظہور میں آرہی ہیں۔ تو ہم کیوں نہ صاف صاف کہہ دیں کہ خدا کی نگاہ میں ملائکہ کا مفہوم محض موجوں رُوئیں شعاعوں اور کششوں کے مترادف ہے۔ انہی میں وہ حیرت انگیز طاقتیں اور قوتیں موجود ہیں جن کا نام خدا کی زبان میں فی الحقیقت ملائکہ ہے۔ لہذا ملائکہ کی مزید ماہیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات خدا کو سمجھنا بھی بے حد ضروری ہے۔

۹ : ۶ - اور کافر کہتے ہیں کہ پیغمبر پر مَلَكٌ کیوں نازل نہیں ہوا۔ اگر ہم ان کے رُو برو براہ راست ملک کو نازل کرنے تو ان کا کام ہی فیصل ہو گیا ہوتا۔ (کیونکہ کفر ان کی توانائیوں کی برداشت کی طاقت ہی نہ رکھتے تھے۔) اور کافروں کو قطعاً مہلت ہی نہ دی جاتی۔ نیز اگر ہم انہیں سمجھانے کی خاطر ان کے رُو برو مَلَكٌ بھیج بھی دیتے۔ تو اسے مرد کی صورت میں ہی بھیجتے۔ اور جو شبہ وہ اب کرتے ہیں۔ (کہ کوئی اور شخص حضرت محمد کو یہ دانائی کی باتیں سمجھایا کرتا ہے) اسی شبہ میں انہیں پھر ڈال دیتے۔

اگرچہ مندرجہ بالا ہر دو آیات سابقہ اوراق میں دی جا چکی ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں ان کی مزید تشریح اس لئے ضروری ہے کہ ملائکہ کی صحیح ماہیت اور حقیقت تشنہ تفسیر نہ رہ جائے۔ مَلَكٌ واحد ہے مَلَائِكٌ اس کی جمع ہے۔ نیز لفظ مَلَائِكَةٌ بذات خود جمع ہے اور اس کا واحد مَلَكٌ ہے۔ گویا ملائک اور ملائکہ میں تذکیر و تانیث کا پتہ چلتا ہے۔ اور خدا کی اس اطلاع کے مطابق کہ "وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ" ملائکہ اور ملائک میں بھی زوجین کا کھیل برپا ہے۔

۶۱ : ۶ - وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً -

خدا تم پر نگہبان بھیجے رکھتا ہے۔ جو تمہیں حفاظت میں رکھتے ہیں۔

۴ : ۱۶۶۔ اے محمد صلعم خدا کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اس کی نسبت خدا خود گواہی دیتا ہے کیونکہ (وہ عین حقیقت ہے) اور اس نے اپنے علم کے ساتھ اُسے نازل فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد اس معاملہ کی علامت بھی شہادت دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ملائکہ فی الحقیقت حیرت انگیز توانائیاں اور طاقتیں ہیں۔ جن کے طفیل نہ صرف ہم حفاظت میں ہیں بلکہ کائنات کا ہر چھوٹا بڑا وجود یعنی شمس و قمر کے تمام عظیم الشان کردوں سے لیکر ایک ناویدنی مخلوق تک اپنی حیات کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ نیز یہ کہ ملائکہ کی مخلوق فی الحقیقت انسانی دانست میں آجانے والی مخلوق ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے ان کی شہادت اسی نہج سے باعث حجت بن سکتی ہے۔

۳۵ : ۱۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ، فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنَحَۃٍ

مَشْنٰی وَ ثَلٰثَ رُبَاعٍ۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ: سب تعریف خدا کو ہی سزاوار ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ ملائکہ کو تا حد بنا جو والا ہے۔ جو اپنے پر یا بازو (عام خاصیتوں میں) دو تین اور چار تک رکھتے ہیں۔ اور وہی خدا ان کی پیدائش میں (ان کی طاقتیں اور توانائیاں اس تعداد سے) اور بھی ایزا د کر دیتا ہے۔ (لیکن خاص مرحلے اور مقام کے لئے) جیسے چاہتا ہے (اور چونکہ ملائکہ کی توانائیاں عناصر کے وجود میں ہی مستور ہیں اس لئے) یقیناً اللہ تعالیٰ تو تمام عناصر پر عظیم قدرت رکھتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں دو باتیں بے حد قابل غور ہیں۔

اول۔ اَجْنَحَۃٌ کے معنی تیرے والی یا اڑنے والی مخلوق کے بازو یا پر ہیں۔ چلنے والی مخلوق کے لئے قرآن میں بازو (ید) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ گویا حکمت کے لحاظ سے ہر دو الفاظ ہم معنی کر دئے ہیں۔ خدا نے کتاب اللہ میں یَدٌ یا اَیْدٍ سے مراد طاقت یا قوت لی ہے۔ اس لئے اَجْنَحَۃٌ سے مراد یہاں بھی طاقتیں اور قوتیں ہیں۔ مطلب یہ ہو گا کہ کائنات میں اس اڑنے والی مخلوق میں دو، تین اور چار تک کی حیرت انگیز طاقتیں اور توانائیاں موجود ہیں۔ اگر فی الواقع اس لفظ سے مراد عام پر ہوتے تو تین کا عدد پر دل کی ہمیت کے لحاظ سے بے حد عجیب بن جاتا ہے۔ کیونکہ فطرتی نظریات کے تحت تین پروں سے کام لینا بالکل تعجب انگیز نظر آتا ہے۔ لہذا ان آیات سے جو معانی خیز مطالب سامنے آتے ہیں۔ وہ محض یہی ہیں کہ

ملائکہ بھی عناصر کی پیداوار ہیں۔ اسی لئے خدا نے ان آیات کے آخر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے الفاظ دہرائے ہیں۔

یہ ملائکہ حیرت انگیز طاقتوں اور توانائیوں پر مشتمل ہیں۔

۳۔ ملائکہ میں عام حالات کے تحت دو-تین اور چار قسم کی حیرت انگیز طاقتیں اور توانائیاں مستور ہیں۔ لیکن مخصوص حالات میں خدا ان طاقتوں کی تعداد میں اضافہ بھی کر دیتا ہے۔

۴۔ آجْحَد سے مراد اَلْوَيْد یعنی بازو یا ہاتھ یا پر ہیں جو خدا کی نگاہ میں طاقت اور قوت کے مترادف ہیں۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

۱۔ ۳۸ : ۱۷ - كَاوَدَ الْوَيْدِ - یعنی صاحب قوت و طاقت داؤد۔

۲۔ ۳۶ : ۷۱ - جو چیزیں ہم نے اپنی مخصوص طاقتوں سے بنائیں (آئِدْنَا)

۳۔ ۲ : ۹۳ - وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاۡسِطُوۡا اَیۡدِیۡہِمۡ - اور ملائکہ ان کی جانبیں نکالنے کے لئے اپنی قوتیں اور طاقتیں آگے بڑھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ (یہاں خدا نے آئِدْنَا کا لفظ آجْحَد کے بالکل مترادف استعمال فرمایا ہے جس سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آئِدْنَا اور آجْحَد کے الفاظ بالکل ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔

۴۔ ۳۶ : ۷۱ - آئِدْنَا - کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنی قوت و طاقت سے بنائیں ہیں۔
۵۔ ۱۱۰ : ۵ - اِذْ اَیۡدِیۡکَ بِرُوۡحِ الْقُدُسِ - اور جب حضرت عیسیٰ کو روح القدس سے قوت اور توانائی بخشی گئی۔

الغرض ان مثالوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ میں مختلف تعداد میں قوتیں اور طاقتیں موجود ہیں۔
۵۷ : ۷ - هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیۡ سِتِّیۡۃٍ اَیَّامٍ ثُمَّ سُوۡیَ عَلَی الْعَرْشِ
یَعْلَمُ مَا یَلِیۡجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یُنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیۡهَا وَهُوَ
مَعَکُمْ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ

توجہ :- وہی خدا تو ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش سلطنت پر قائم ہو گیا۔ جو توانائیاں اوپر سے زمین میں داخل ہوتی ہیں۔ اور جو اُس سے نکلتی ہیں اور جو آسمانوں سے نازل ہوتی ہیں۔ اور جو زمین سے نکل کر اُس کی طرف چڑھتی ہیں۔ اللہ ان سب کو جانتا ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے (یا وہ قدرت خدا تمہارے ساتھ ہوتی ہے) اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اُسے بخوبی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں خدا نے تخلیق کائنات کے ساتھ چند ایسی طاقتوں اور توانائیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو خدا کے ان الفاظ سے بخوبی واضح ہوتی ہیں۔ یعنی۔

یَلِیۡجُ کے بعد یَخْرُجُ اور یُنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ کے بعد یَعْرُجُ فِیۡہَا۔ یَلِیۡجُ اور یَخْرُجُ کا دائرہ عمل محض زمین کے ساتھ اور خداؤں تک محدود نظر آتا ہے۔ لیکن یُنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور یَعْرُجُ فِیۡہَا کا

واثر عمل خلافت سے بالائی حدود سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کائنات کی ہر دو حدود میں خدا کا ایک حیرت انگیز باہمی حکمتی یا سائنسی نظام تو انسانی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ ہر دو حدود جدا گانہ خواص اور اعمال پر مشتمل ہیں۔ مزید برآں وَ هُوَ فَعَلِكُمْ آيَاتٍ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ خدا کا یہ حیرت انگیز حکمتی نظام نوع انسانی کے لئے زمین اور زمین کے اوپر نیز آسمانوں اور اس کی خلافتوں سے اوپر کیساں طور پر معجز نما ہے۔ انسان خواہ زمین پر رہے یا خلافتوں یا خلافتوں سے اوپر آسمانوں کی پنہائیوں میں پہنچ جائے اُسے ہر مقام پر خدا کے اسی نظام قدرت سے واسطہ پڑے گا۔ لیکن ارضی فضا کی حکمتیں کچھ اور ہوں گی۔ اور آسمانی اور خلافتی فضاؤں کی حکمتیں جدا گانہ اثرات پر مشتمل ہوں گی۔ الغرض خدا کی ان آیات سے خلافتوں کو جہاں کئی سائنسی محاکمات کا پتہ چل سکتا ہے۔ وہاں اس امر کا بین ثبوت بھی ملتا ہے۔ کہ قرآن حکیم خلافتوں اور آسمانی فضاؤں کے حیرت انگیز معجزات کو انسان کی ارتقاء کے لئے کس عظیم الشان حکمت سے بیان فرماتا ہے۔

یہ ظلمت۔ سَاعِدٌ - بَرْقٌ اور صَوَاعِقُ بھی ملائکہ ہیں لہذا یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ کائناتی موجیں زمین سے شعاعیں اور کششیں جن سے یہ حیرت انگیز اور ہیبت ناک مظاہر پیدا ہوتے ہیں فی الحقیقت وہی ملائکہ ہیں۔

۲ : ۱۹ - اَوْ كَصَيْبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَ سَعَادٌ وَ بَرْقٌ يَجْعَلُونَ اَصَابِعَهُمْ فِي اْذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ه

ترجمہ :- اور جیسے (بادل) آسمان سے برسنے لگے۔ اور اس میں ظلمت اور رعد اور برق (کے ملائکہ) کو نہ رہے ہوں تو صواعق (جوان تینوں کے مخلوط اعجاز اور ان کی مشترک توانائیوں سے وجود میں آجاتا ہے) سے وارد ہونے والی قوت سے بچنے کے لئے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ لیکن اللہ تو کافروں کو یقیناً ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ گویا یہ تین قسم کی عظیم الشان توانائیاں بد اعمال مخلوق کو ہر لحظہ گھیرے میں لئے رکھتی ہیں۔ اور جب اللہ اُسے تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کی تباہی ان تین طاقتوں اور توانائیوں سے معرض وجود میں آجاتی ہے۔ متقدمین نے بھی ان تین طاقتوں کو ملائکہ سے ہی منسوب فرمایا ہے۔ اس لئے ملائکہ کی صحیح ماہیت ان سے بھی واضح ہو جاتی ہے۔

۱۳ : ۱۲ - وَ يَسْتَبِحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَ الْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَ هُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ ج وَ هُوَ شَدِيدُ الْحِجَابِ ه لَآ وَ صَوَاعِقُ الْحَقِّ ط

ترجمہ :- اور رعد (یعنی ملائکہ ہیں ایک فرشتہ خدا کی تمجید و تسبیح کرتا ہے۔ اور (دیگر) ملائکہ بھی (خدا کے خوف سے) اُس کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ اور صواعق (یعنی ظلمت) رعد اور برق کے مشترک ہیبت ناک نظارے کو بھیجتا ہے۔ اور جس پر چاہتا ہے اُسے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ تو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ لیکن وہ سخت داؤ والا ہے۔ حق (یعنی اسرافیلی طاقتوں کی) دعوت بھی اُس کی طرف سے ممکن ہے۔

متقدمین کی تشریح کے مطابق رعد اور برق بھی ملائکہ ہیں شمار ہیں۔ اور صواعق اُن کے مظاہر ہیں۔

۳۰ : ۲۴ - وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

يُنحِي بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْقِفِهَا اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ :- اور یہ بھی اسی کے اعجازات اور تصرفات میں سے ہے کہ تم کو خوف اور لالچ یعنی امید رزق ملانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے۔ اور آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ پھر زمین کو (یعنی زمین کے تمام عناصر کو ان کے مرجع کے بعد زندہ کر دیتا ہے عقل والوں کے لئے ان حکمتوں میں بہت سے اعجاز مضمحل ہیں۔

گویا ارضی عناصر بارش کے پانی سے جن میں آکسیجن اور ہائیڈروجن کے عناصر شامل ہیں زندہ ہو جاتے ہیں، اعجازِ حمت کے لحاظ سے حد حیرت انگیز ہے۔

۶۹ : ۱۷ - وَالْمَلَكُ عَلَىٰ اَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ ط

اور اس دن کائنات کے چاروں طرف ملک یعنی نوری توانائیاں اور قوتیں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ (اَرْجَائِهَا میں ہاکی ضمیر بے حد معنی خیز ہے) اور تیرے رب کا نظام سلطنت اُس دن محض آٹھ تک کے عددی محاکمے پر قائم نظر آئیگا۔ اس آیت پر مکمل بحث تو آگے چل کر کی جائے گی۔ یہاں اس قدر بیان کر دینا کافی ہوگا کہ جس طرح اٹمی توانائی کے

نظریات میں پروٹانز، نیوٹرانز اور الیکٹرانز کا نوری محاکمہ ایک خاص مقام تک الیکٹران کی مخصوص تعداد آٹھ تک رکھتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن جبکہ عزرائیل قدرت جو اٹمی محاکمہ کے اردگرد (اَرْجَائِهَا) بطور محافظ رہتی ہے۔ کائنات کے چاروں طرف دور دراز وسعتوں میں پھیل جائے گی۔ اور خدا کا نظام سلطنت ایک نئے انداز میں اس طرح قائم ہو جائے

گا۔ کہ کائنات کے اندر محض آٹھ الیکٹران کے نوری محاکمہ کا نظام باقی رہ جائے گا اور دیگر عناصر کے اٹمیوں میں جان تک باقی نہ رہے گی۔ اگر یہ تشریح درست تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ تو قابل غور امر یہ ہے۔ کہ آیت کریمہ میں صرف ثَمَنِيَّةٌ کا لفظ نہ تو صریحاً عام تخمیلی ملائکہ پر مشتمل کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ کسی اور مفروضہ نوع پر اس کا اطلاق ممکن نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کے

ساتھ ملائکہ کا لفظ موجود نہیں۔ لہذا ہماری نگاہ میں حکمتی معنوں میں ملائکہ کی جو تشریح صفحاتِ ماسبق میں کی جا چکی ہے۔ اس کے مطابق ہی یہاں آٹھ سے مراد آٹھ ملائکہ یا الیکٹران لئے جاسکتے ہیں۔ اس تشریح کے علاوہ صرف ثَمَنِيَّةٌ کا لفظ کوئی مزید انکشاف بظاہر پیش نہیں کرتا۔ لہذا ہم اس آیت کے محض حکمتی معنوں کو ہی قابل فہم تصور کرتے ہیں۔ اور مَلَكٌ کے لفظ کو مَلَكُ الموت یعنی قدرتِ قدسیہ عزرائیل (SOULTRON) کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ (صلوات عامہ)

۴۰ : ۹ - ۷ - الَّذِيْنَ يَحْمَلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ

بِهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ اٰمَنُوْا بِرَبِّنَا وَسَبَّحْتَ كُلُّ شَيْْءٍ بِحَمْدِ رَبِّنَا مَا نَعْرِفُ الَّذِيْنَ يَنْتَابُوْنَ وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط

ترجمہ :- اور جو قدرتیں اور طاقتیں خدا کے نظام سلطنت کو اٹھاتے ہوئے ہیں (یعنی جن سے کائنات

خدا رفاں دواں ہے) اور جو قدرتیں اور طاقتیں نظام سلطنت کے مرکزے کے ارد گرد (یعنی نظام توانائی کے نیوکلس کے ارد گرد) طواف میں ہیں (گویا نظام کائنات کو برقرار رکھنے والی قدرتیں بے حد طاقتور ہیں جو جبریل و میکائیل پر مشتمل ہیں اور یکجا ایک مرکزے میں موجود ہیں دیگر ہیں اور ان کے ارد گرد تجلی ریز اور محافظت کرنے والی قدرتیں اسرافیل اور عزرائیل ان سے علیحدہ ہو کر حمل پیرا ہیں اور عشائی کی طرح طواف کرتی ہیں (حَوْلًا) تمام کی تمام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تیسرے میں لگی ہیں۔ اور (اپنے محاکمہ نور کے ساتھ کائنات میں) امن و سلامتی کا موجب بن رہی ہیں (يُؤْمِنُونَ بِهِ) اور ان انواع کے لئے جو امن و سلامتی بحال رکھنے کا موجب بن رہی ہیں۔ (لِلَّذِينَ آمَنُوا) بخشش کی طلب گار ہیں اور (ہر ان ہی کہتی ہیں) کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور علم تو کل عناصر پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (وَسَيُعْتَبَرُ كُلُّ شَيْءٍ رَّحْمَةً) گویا خدا کی رحمت سے حیرت انگیز علمی نظریہ کے مطابق ان قدسیہ قدرتوں کا نوری نظام تمام عناصری جوہروں میں قائم ہے) تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے بتلائے ہوئے راستے پر چلتے رہے (یعنی خدا کی رحمت کے طفیل بے سود اعمال سے کنارہ کش رہ کر عناصر کے جوہروں پر اپنے علم کے زور سے قابو پانے اور ان کے اعمال کو انتہائی تجربات کے بعد سمجھنے کی کوشش میں لگے رہے) ان کو بخشش سے نواز دے۔ اور انہیں جہنم کے آتشیں عذاب سے بچائے۔ پھر دروگاہ انہیں ہمیشہ رہنے کے بہشتوں میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ فرمایا اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے بھی (اسی طرح تیری رحمت کے طلب گار بنے رہیں) ان کو بھی (یہی بدلہ دے) بے شک تو حکمت و سائنس میں بے اندازہ غالب ہے۔ اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ اور جس کو تونے اُس دن عذاب سے بچالیا تو اُس پر بے شک تیری عظیم رحمت ہوئی اور یہی ان کی بڑی کامیابی ہے۔

مندرجہ بالا آیات کی تشریح اور ان کا مربوط ترجمہ صاف طور پر حکمت خداوندی کے نظریات کا ضامن ہے۔ اس کائنات کا نوری نظام اور اس کے بعد عناصر کے ایٹموں کا نوری نظام ایک ٹھوس ترتیب کے ساتھ صاف واضح ہو جاتا ہے اس کے علاوہ يُؤْمِنُونَ اور آمَنُوا کے قرآنی الفاظ کی اصل معنوی حقیقت بھی صاف سامنے آ جاتی ہے۔ نیز خدا کی ان حیرت انگیز قدرتوں اور ان کی تجلیاتی اور اعمالی طاقتوں اور قوتوں کا حیرت انگیز حکمی علم بھی واضح ہوتا ہے۔ حَوْلًا کے معنی پھرنایا بدل بدل کر آنے کے ہیں۔ اور حَوْلًا کے لفظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ نوری کائنات کی طاقت مرکزے کے ارد گرد طواف کرتی ہے۔ عرش کیا ہے گویا خدا کی کائنات کا نظام سلطنت ہے جو خدا کی چار قدسیہ قدرتوں کی حیرت انگیز طاقت اور حکمت سے چل رہا ہے۔ خدا تو یقیناً ایک مقام پر لیکن نہیں اور نہ وہ انسانی تخت کی طرح کوئی ایسا تخت رکھتا ہے جس پر وہ سکون و اطمینان سے بیٹھا ہوا ہو۔

ہماری نگاہ میں مندرجہ بالا آیات سے خدا کے نوری نظام یا اُس کے ایسی نظریات کا مکمل محاکمہ تمام پہلوؤں سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔ یہی خدا کا پیدا کردہ نور ہے جو ایک جوہری ذرے سے لیکر کائنات کے بڑے سے

بڑے کرتے ہیں تجلی ریز ہے۔ اور اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی مکمل تفسیر پیش کر رہا ہے۔

۳۹ : ۷۵ - وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

(جنت میں پہنچنے والے) اپنی آنکھوں سے یہ حیرت انگیز کرشمہ ربّانی صاف دیکھ لیں گے جبکہ ملائکہ خدا کے نظام سلطنت کے ارد گرد گھیرا باندھے اور طواف کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے۔ یہ آیت پھر ایسی نظریہ تو انسانی سے بالکل مماثل نظر آتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدائی نظام سلطنت (عرش) کے مرکزے یعنی یوگلس کے ارد گرد حیرت انگیز موجوں زووں شعاعوں اور کششوں کا جال ہوگا جو ملائکہ کی صورت میں اس عظیم محاکمہ نور سے پیدا ہو کر ادھر ادھر پھیل رہا ہوگا۔ نیز قرسی کا لفظ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اسی دنیاوی جنت میں بسنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدائی نظام تو انسانی کا رنگ ڈھنگ کیا ہے۔ اور کائنات میں اس کی سلطنت کیونکر رواں دواں ہے۔

۷۰ : ۷۰ - تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ اِلَیْهِ فِی یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

اس آیت کریمہ اور اس کے ساتھ والی دیگر آیات کی جو سورۃ معارج میں واقع ہوئی ہیں مفصل تشریح ملاحظہ ہو۔ ایک عذاب طلب کرنے والی قوم نے خود ہی عذاب طلب کیا۔ جو نازل ہو کر رہے گا۔ لیکن وہ محض کافروں پر وارد ہوگا۔ اور کوئی اُسے ٹال نہ سکے گا۔ وہ خدائے درجات کی طرف سے اُن کی بدکرداری اور بد اعمالی کے باعث آئے گا۔ یہ اُس دن آئے گا جب ملائکہ اور رُوح (یعنی تمام قدسیہ قدرتیں اور ان کی موجیں زو میں شعاعیں اور کششیں اُس موعودہ عذاب کے بعد) اُس کی طرف بلند ہوتی ہیں جس کی میعاد کا اندازہ پچاس ہزار سال ہوگا تو تم (اس ہیبت ناک اطلاع سے) انکار کرنے والوں کی باتوں کو پوری قوت کے ساتھ برداشت کرتے رہو۔ (اور انتظار کرو) وہ عذاب اُن لوگوں کی نگاہ میں دُور نظر آئے گا۔ لیکن ہماری نگاہ میں بہت قریب ہے جس دن آسمان (اُن پر) ایسا نظر آئے گا۔ جیسے گھملا ہوا تانبہ اور پہاڑ ایسے جیسے دھنی ہوئی اُون (گویا وہ ایک آتشیں عذاب ہوگا جس کی وجہ سے آگ کی لپٹیں اور دھوئیں آسمان کی طرف اٹھیں گے۔ اور آسمان تانبے کی مانند نظر آنے لگے گا۔ نیز پہاڑ بھی دھنی ہوئی اُون کی طرح اور سفید و سرخ پانی کی مانند اُڑتے اور بہتے نظر آئیں گے۔ یہ ہیبت ناک نظارے محض اُس آگ سے پیدا ہو جائیں گے جو فضا سے آسمانی میں پھیلی ہوئی ہوگی) اور کوئی ملک کسی دوست ملک کا پرسان حال نہ ہوگا حالانکہ اُس وقت (تباہی کی حالت میں) ایک دوسرے کو (تباہ ہوتے) صاف دیکھ رہے ہوں گے۔ (لیکن کسی کی دوستی کسی کے کام کچھ نہ آسکے گی) مجرم قوم (جس پر یہ آتشیں عذاب نازل ہوگا) خواہش کرے گی کہ کسی طرح اُس عذاب کے دن کو ٹلنے کے بدلے سب کچھ دے دے۔ اپنے بیٹے اپنی بیویاں اور بھائی اور اپنا تمام خاندان جس میں وہ (قوم) رہتی تھی اور جو کچھ زمین میں ہے سب دیکر اپنی نجات کا سامان پیدا کرے۔ لیکن بچنے کے لئے اُس کے پاس کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔ (اور وہ عذاب اُس پر ضرور نازل ہو کر رہے گا) وہ عذاب تو

ایک بھڑکتی ہوئی ایسی شدید آگ ہوگی جو کھال ادھیر لے گی اور آن واحد میں وہاں کی تمام قوم کو اپنی لپٹ میں لے لے گی۔ کیونکہ وہ قوم قانونِ خدا سے اعراض کرنے والی اور صرف مال کو جمع کر کے رکھنے والی ہوگی (یعنی ربوبیتِ عامہ کے شاندار اور حیاتِ انگیز اصول سے منکر ہوگی)

اگرچہ برسبیلِ حقیقت ملائکہ مندرجہ بالا آیات پیش کی جا رہی ہیں لیکن ان سے جو عظیم الشان پیشگوئی ثابت ہوتی ہے وہ بالکل ہی حیرت انگیز ہے۔ یعنی آنے والے دور میں کوئی ملک یا قوم خود ہی بطور سائلِ عذاب طلب کرے گی۔ اور حق سے منکر ہوگی۔ اور ربوبیتِ عامہ کے حیات بخش قانون سے عاری ہوگی۔ یہ عذاب لازماً اُس پر آئے گا۔ عذابِ آتشیں ہوگا جو اُس علاقے کے پہاڑوں اور جانوروں کو آن واحد میں بھسم کر دے گا۔ اُس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ عین ممکن ہے کہ جو مبعاد ان آیات میں یعنی پچاس ہزار سالِ خدا کی اطلاع کے مطابق درج ہوئی ہے۔ اُس ملک کے قیام اور اس پر انسانی آبادی کی مدت کو ظاہر کرتی ہو۔ بہر حال یہ واقعہ قرآنی اطلاع کے مطابق کسی آنے والے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ نیز اس عذاب کی پیشگوئی محض منکرینِ حق تک مخصوص کی گئی ہے۔

ہم نے اس سابقہ عالمگیر جنگ میں ملکِ جاپان کے جزیرہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر بذریعہ ایٹم بم آگ کی بارش ہوتی صاف دیکھ لی ہے۔ اور جیسا کہ سائنسدانوں کا کہنا ہے۔ آسمان کا رنگ اور پہاڑوں کا منظر وہاں اسی صورت میں دیکھا گیا۔ اگر ان دو جزیروں کے متعلق انسانی آبادی کی تاریخ کہیں سے دستیاب ہو جائے تو پچاس ہزار سال کی مبعاد کا بھی یقین ثبوت مل سکتا ہے۔ جنگِ مذکورہ میں جاپان کے ساتھی جرمنی اور اٹلی بھی تھے۔ اور ان تین ملکوں کے اشتراک کو تکدم کہا جاتا تھا۔ جاپان کی تباہی اور اس کے سکوت کو یہ دونوں ملک اپنی آنکھوں سے بخوبی دیکھتے رہے۔ لیکن اس کی امداد کو نہ پہنچ سکے۔ بلکہ وہ خود بھی برباد ہو گئے۔ چونکہ اس زمین پر ایٹمی آگ کا یہ ہیبت ناک منظر پہلی بار سامنے آیا ہے۔ اس لئے کیا عجیب کہ قرآنِ عظیم کی یہ پیشگوئی اسی واقعہ پر منتخج ہوتی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج دنیا میں جو قومیں ربوبیتِ عامہ کے حیات بخش خدائی قانون سے منکر نظر آرہی ہیں اُن پر بھی اسی قسم کا آتشیں عذاب آنے والا دور دیکھ لے۔

مقتدین نے اپنی تفسیروں میں اسی پیشگوئی کو حادثہ قیامت سے منسوب کیا ہے۔ حالانکہ آیات میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہیں۔ قیامت کے حادثہ میں تو کافروں کے علاوہ مومن بھی ختم ہو جائیں گے۔ نیز صفحہ ارض پر کوئی جاندار باقی نہ رہے گا۔ نیز اطلاع کی رو سے شخص واحد یا ملک واحد کی طرف سے عذاب طلب کیا جانا ثابت کرتا ہے کہ جس طرح جاپان نے بلاوجہ اور بغیر کسی دوسرے ملک کی پھیڑ پھاڑ کے مشرق کو تختہ مشق بنانے کی کوشش کی تھی مزید بلکہ عذاب کی خواہش تمام دنیا کے مالک یا اقوامِ عالم کی طرف سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا مفکرین کو مزید دعوتِ فکر دی جاتی ہے۔ تاکہ اقوامِ عالم پر اس کے صحیح معانی اور آیات کے صحیح نتائج پیش کرنے کی کوشش فرمائیں۔

۲۵ : ۲۲ - یَوْمَ يَدُونَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰی يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِیْنَ ۝

جس مخصوص دن میں مجرمینِ حق (خدائی طاقتوں) ملائکہ کے مکمل حالات اور پتے واقعات و حقائق کو بچشمِ خود دیکھ لیں گے۔ تو وہ دن گناہ گاروں کے لئے کوئی خوش آئند دن نہ ہوگا۔ اور وہ کہیں گے کہ اب (ان کا علم کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے) اے طاقتو! اور تو انا بھی! اتم روک لی جاؤ تو اچھا ہے۔ نیز نگاہوں سے دُور ہٹالی جاؤ تو بہتر ہے۔

گویا ان طاقتوں کا علم بھی اسی دنیا میں انسانی شعور کے سامنے آنے والا ہے۔ نیز منکرینِ حق بھی اُن سے بخوبی واقف ہونے والے ہیں۔ آج جبکہ روس امریکہ برطانیہ فرانس اور چین دنیا میں ایٹمی طاقتیں بن چکے ہیں۔ اور ان کے پاس ایٹم بموں کے بیبیت ناک ذخیرے موجود ہیں۔ تو انہیں ایٹم کی تباہ کاریوں کا بھی صاف علم ہو چکا ہے۔ خدا نخواستہ اگر کہیں کوئی ایٹمی چٹکاری سلگ اُٹھی تو دنیا ایک خواب بن کر رہ جائے گی نہیں بلکہ ان ممالک کا اپنا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ ان ایٹم بموں کے انبار بنا لینے کے بعد انہیں اس لئے چین نصیب نہیں کہ وہ خود بھی اس کا شکار ہونے والے ہیں۔ اور ان کے پاس اس عذاب سے بچنے کا کوئی دوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۵۵ : ۳۵ . يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ شَوْاِظًا مِنْ نَارٍ وَنُحَاسًا فَلَا يَنتَصِرُونَ ۵

(یعنی عناصر اور ان کے ایٹموں سے) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں (جو ایٹم بم کی صورت میں نازل ہوگا) چھوڑ دیا جائے گا۔ تو پھر تم اُس کا مقابلہ ہی نہ کر سکو گے اور نہ مدد ہی دے جا سکو گے۔

۱۲ : ۱۸ . مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَوْ يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ذَالِكَ هُوَ الضَّلَلُ الْبَعِيدُ ۵

انہوں نے اپنے رب کے پُرامن اور سلامتی بخش علم سے انکار کیا تو ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایٹمی عذاب سے ان (کیومرِ عاصف) ایٹم بموں کے عظیم طوفان سے (بہِ الدنیم) ہر چیز راگھ ہو جائے۔ اور وہ (تخریب پسند سائنسدان یا سائنک) جو (ایٹم بم) عناصر (اور ان کے جوہروں پر) اپنے کسب و عمل اور تجربات کے بعد بتاتے ہیں۔ اُس پر تو وہ بچاؤ کی کوئی تدبیر اپنے پاس رکھتے ہی نہیں۔ یہی اُن کی حد درجے کی گمراہی ہے۔

۱۲ : ۲۱ . وَبَرِّذُوا لِلَّهِ جَمِيعًا الخ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط

(اس دنیا میں ایک دن ضرور ایسا آئے گا) کہ سب اور تمام کے تمام لوگ اللہ سے امداد کے لئے (گھروں سے نکل کر) باہر کھڑے ہو جائیں گے۔ (جَمِيعًا) اور حکمت و سائنس میں بے علم تو میں منکرِ اقوام (یعنی تخریبی سائنس کے بل بوتے پر تکبر میں گرفتار ہو جانے والی اقوام) سے کہیں گی کہ ہم تو تمہاری دست نگر تھیں (آپ سے ہی کھانے پینے اور جنگ کے اوزار اور اشیاء بھیک کے طور پر مانگا کرتی تھیں) (اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا) تو اب بتلاؤ کہ اللہ کے اس عذاب سے جو عناصر پر تمہارے (تخریبی) کردار کی وجہ سے نازل ہو رہا ہے۔ اس کے دفع کرنے کا کوئی وسیلہ بھی تمہارے پاس ہے یا نہیں (فَمَنْ أَنْتُمْ مُعْتَدُونَ عَمَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ) منکر تو میں جواب میں خوف زدہ

تو مومن کو کہیں گی کہ اگر خدا ہمیں (اس ایٹمی عذاب سے بچاؤ کی) کوئی تدبیر بتاتا یا رہبری کرتا تو ہم تمہاری بھی راہبری کر سکتے
 وَقَالُوا لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ) (اب یہ عناصر اور ان کے جوہروں سے ایٹم بموں کا عذاب سامنے آ ہی چکا ہے) ہم
 سب گھبراہٹ میں یا صبر کریں سب کے لئے برابر ہے۔ اب تو اس سے بچنے کی کوئی جگہ یا کوئی تدبیر قطعاً نہیں۔ (مَالَنَا
 مِنْ تَجْنِيسٍ)

ہم نے ان آیات کے معانی میں جانجا ایٹم بم جو عناصر کے جوہروں پر تخریبی حکمتِ عملی سے بنائے جا رہے ہیں کی
 نشان دہی اس لئے ضروری سمجھی ہے کہ خدا کا کلام ان آیات میں عذاب اللہ کے ساتھ مِنْ یا اَعْلَى شَيْءٍ کا استعمال
 کرتا ہے جس کے صحیح معنی محض عناصر پر تخریبی اعمال سے بنائے جانے والے ہلاکت انگیز اور عذاب آور ہتھیار ہی ہو سکتے
 ہیں۔ نیز قرآنِ عظیم نے جہاں بھی عَذَابُ النَّارِ کے الفاظ درج فرمائے ہیں ہماری نگاہ میں ایٹمی عذاب انہیں پر منتج ہوتے ہیں۔
 مندرجہ بالا آیات ملائکہ کے ضمن میں اس لئے درج کی گئی ہیں کہ ملائکہ جنتی یعنی حیات بخش بھی ہیں اور اصحابِ
 النار بھی یعنی آگ کے دوست بھی جب یہی ملائکہ انسان کی تخریبی حکمتِ عملیوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو فی الحقیقت اصحابِ
 النار بن جاتے ہیں جیسے کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

رکوع ۱۵۔ پارہ ۲۹۔ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً

یعنی آگ کے دوست نہیں بنائے گئے مگر ملائکہ

مَلَائِكَةٍ کے صفاتی نام جو قرآن حکیم میں وارد ہوتے ہیں۔

قبل اس کے ہم قرآن حکیم میں سے ملائکہ کے وہ صفاتی نام پیش کریں۔ ملائکہ کی ماہیت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے خدا کی
 مندرجہ ذیل آیات کو پیش کرتے ہیں۔

۲۱ : ۲۰۔ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوا هَا شَرِهَدَ عَلَيْهِمْ مَمْعُهُمْ وَابْصَارُهُمْ وَحَبْلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(قیامت کے دن) جب تمام اُس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان آنکھیں اور اُن کے جسمانی اعضا اور چہرے
 حیرت انگیز طور پر اُن کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ اور انسان (اپنی حیاتِ دنیاوی کی فلم کو دیکھ کر) اپنے بدنوں کو کہیں گے
 کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں کہ شہادت دی۔ وہ کہیں گے کہ جس خدا نے سب کو نطق سکھایا (نطق کے لفظ سے اس کی
 ماہیت یعنی بولنے والی فلم سے پوری طرح سمجھی جاسکتی ہے) اسی نے ہم کو اور ہمارے ہر عضو کو بلا دیا۔

۲۳ : ۸۔ کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کی پوشیدہ باتوں کو سنتے نہیں۔ ہاں ہاں سب سنتے ہیں اور

ہماری بھیجی ہوئی خاص تو انبیاء اُن کے اُس پاس رہ کر اُن کی سب باتیں منضبط کر لیتی ہیں۔ (بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ
 يَكْتُمُونَ) قرآن حکیم و عظیم میں تقریباً اٹھارہ آیات ایسی ہی وارد ہوئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کی کئی طاقتیں شخص
 کی گفتار کے کردار و اعمال کو اصل شکل و صورت میں فلما رہی ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ فلمیں انسانوں کے روبرو

کھول دی جائیں گی جن سے ہر شخص اپنی شہادت آپ بن جائے گا۔ یہ کون سی طاقتیں اور ملائکہ ہیں جو اس کام پر لگے ہیں۔ آج ہم پہلے
 وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ کائنات میں ہماری آواز اور شکل و صورت عملی طور پر ضرور ایک خاص ہیئت ہی نہیں رکھتی بلکہ کہیں نہ
 کہیں محفوظ بھی ہو رہی ہے۔ ریڈیو ٹیلی ویژن کی ایجاد نے خدا کے ان ملائکہ کو واشگاف کر دیا ہے۔ اور صاف ثابت ہو رہا ہے۔
 کہ ریڈیائی موجیں اور لہریں۔ برقی اشعاع اور مقناطیسی موجیں اور لہریں اس حیرت انگیز آئے میں کام کر رہی ہیں۔ ثابت ہوتا
 ہے کہ یہی موجیں اور لہریں اور اشعاع فی الحقیقت وہی ملائکہ ہیں جن کا نام خدا نے کرانا کاتبین رکھا ہے۔

قرآن حکیم میں ملائکہ کے صفاتی نام حسب ذیل آئے ہیں جن سے واضح طور پر یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ فی الحقیقت موجوں
 لہروں۔ رُؤوں شعاعوں اور مختلف قسم کی کششوں پر ہی مشتمل ہیں۔

ہم ذیل میں بہت سے ایسے نام پیش کرتے ہیں جو محض موجوں یا لہروں، رُؤوں، شعاعوں اور کششوں کے خواص پر
 مشتمل ہیں۔ اور متقدمین نے اپنی تفاسیر میں ان سب کو ملائکہ کا نام دیا ہے۔

- ۱۔ رُوع $\frac{۱۳}{۱۳}$ ۔ مُعَقَّبَاتٌ۔ ایک کے پیچھے ایک آنے والیاں۔ ہٹ ہٹ کر آنے والیاں۔
- ۲۔ $\frac{۱۸}{۲۲}$ ۔ مُقْسِمَاتٌ۔ تقسیم کرنے والیاں۔
- ۳۔ $\frac{۲۵}{۳۰}$ ۔ مُغْبِرَاتٌ۔ ٹوٹنے والیاں۔ تغیر پیدا کرنے والیاں۔
- ۴۔ $\frac{۱۳}{۲۳}$ ۔ مُنْسَكَاتٌ۔ روکنے والیاں منع کرنے والیاں۔
- ۵۔ $\frac{۲۵}{۳۰}$ ۔ مُوْرِيَاتٌ۔ عناصر سے آگ نکالنے والیاں۔
- ۶۔ $\frac{۲}{۳۰}$ ۔ نَازِعَاتٌ۔ سختی سے جان کھینچنے والیاں
- ۷۔ $\frac{۲}{۳۰}$ ۔ نَاشِطَاتٌ۔ نرمی سے جان نکالنے والیاں
- ۸۔ $\frac{۲۱}{۲۹}$ ۔ نَاشِرَاتٌ۔ بکھیرنے والیاں۔
- ۹۔ $\frac{۲۱}{۲۹}$ ۔ فَارِقَاتٌ۔ جدا جدا کرنے والیاں۔
- ۱۰۔ $\frac{۲۱}{۲۹}$ ۔ مُرْسَلَاتٌ۔ مخصوص بھیجی ہوئیں۔ وحی لانے والیاں
- ۱۱۔ ۳۰ : ۲۔ زَاجِرَاتٌ۔ سرزنش کرنے والیاں۔
- ۱۲۔ مَدْبِرَاتٌ۔ تدبیر کرنے والیاں۔ کسی ایجاد کیلئے عمل پیرا ہونے والیاں۔
- ۱۳۔ مُلْقِيَاتٌ۔ وحی لانے والیاں۔ کچھ لانے والیاں۔
- ۱۴۔ صَفَاتٌ۔ صف باندھنے والیاں اور گھیرے میں اڑنے والیاں۔
- ۱۵۔ سَابِحَاتٌ۔ تیرنے والیاں۔ اور اڑنے والیاں۔
- ۱۶۔ سَابِقَاتٌ۔ آگے بڑھنے والیاں۔ سبقت کرنے والیاں۔

(۱۶) نَفِثَاتٌ فِي الْعُقَدِ - کے معنی اگرچہ مفسرین نے تعویذوں اور گنڈھوں پر دم کرنے والیوں کے کئے ہیں لیکن ہمارے خیال میں اس کے صحیح معانی مشکلات میں اضافہ کرنے والیاں اور مشکلات سے دوچار کر کے مصیبت میں مبتلا کرنے والیاں ہیں۔

(۱۷) الصَّفَاتُ - صفت بصف رہنے والیاں۔

(۱۸) قَائِلِيَّاتٌ - قَائِلِيَّاتٌ ذِكْرٌ ذُہْرَانِے والیاں۔

وغیرہ وغیرہ (ممکن ہے کہ مندرجہ بالا صفاتی ناموں میں سے کئی نام ملائکہ کے ضمن میں وارد نہ ہوئے ہوں لیکن یہ صفات فی الحقیقت ملائکہ کی ہی ہو سکتی ہیں)

مندرجہ بالا تمام قرآنی نام یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کے معانی حکمتی انداز میں ابھی مزید قابل تلاش ہیں۔ ہم نے مندرجہ بالا معانی عام مفسرین کے کئے ہوئے معانی کے مطابق درج کئے ہیں۔ لیکن انہی مفسرین نے ان سب کو ملائکہ کہا ہے۔ اس لئے اب یقین و اطمینان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملائکہ فی الحقیقت کائناتِ سماوی وارضی میں پھیلی ہوئی تمام اُن توانائی لہروں یا موجوں، رُودوں، شعاعوں اور مختلف قسم کی کششوں پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی مزید ماہیت اور حکمتی اعجاز کھنے کے لئے انسان کو لاتعداد تجربات اور مشاہدات کی ضرورت لاحق ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآن عظیم کا ارشاد اس طرف ہماری توجہ نہایت شدت سے مبذول فرماتا ہے۔

۴۵ : ۴ - آسمانوں اور زمین، خلقتِ انسان اور جانوروں میں رات اور دن کے آگے پیچھے ہٹ ہٹ کر آنے جانے میں۔ اور آسمانوں سے آمارے ہوئے رزق میں جس سے مَرُوہ زمین یا اس کے عناصری جوہروں کو روئیدگی کے لئے زرعہ کر دیا جاتا ہے۔ اور گیسوں کے تغیرات میں امن کے دعویداروں (مُؤْمِنُونَ) یقین رکھنے والوں اور عقلمندوں کے لئے بہت سے نشانات اور اعجاز ہیں۔ (آیات)

صاف ظاہر ہے کہ کائناتی تجربات اور مشاہدات کے لئے مومنون عقلمندوں اور خدا کی حیرت انگیز حکمتوں کا کھوج لگانے والوں پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے بہترین اعمال سے خدا کے حکمتی کارہائے نمایاں کو بنظر غور دیکھیں اور پھر اُن کے نتائج محاکمات اور تھیوریوں کو زیر نظر رکھ کر اپنی ارتقاء اور تسخیر کائنات کی طرف قدم بڑھاتے جائیں۔ انسانی حکمت فی الحقیقت اسی قرینے پر چل رہی ہے۔

میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک
دیوینہ ہے تیرا مرض کور نگاہی

یہ علم نبوت میں آیاتِ خدا اور اخلاقی معاشرتی اور روحانی

پاکیزگی کے اٹل قانون نیز علم کائنات اور علم حکمت

وسائیس کے عظیم عطیات بھی خدا کی

ربوبیت کے اظہار ہیں

قرآن عظیم کی اطلاع کے مطابق نوع انسانی کی فلاح و ارتقاء کے لئے جن قوانین اور جن وسائل کی ضرورت تھی۔ روزِ آفرینش سے اُسے اس کی شعور سی قدروں کے مطابق عطا کئے گئے اور کئے جاتے رہے ان قوانین اور وسائل کو خدا نے ایک دین کی صورت میں پیش فرمایا جسے اسلام کہا گیا۔ یہی دین آدم یعنی نوع انسانی کی اولین تخلیق کو عطا کیا گیا۔ اور پھر نوعِ ابراہیمؑ۔ موسیٰ اور عیسیٰؑ کو دینے کے بعد انبیاء علیہم السلام کی صف کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔ اس دین کے معجزات میں جہاں علم نبوت یعنی کتابِ خدا کی حیرت انگیز آیات وحی کی صورت میں نازل ہوئیں جن میں انسانی شعور اور زمانی حدود کے مطابق اخلاقی معاشرتی اور روحانی پاکیزگی کے اٹل قوانین موجود تھے وہاں شعور سی قدروں کے مطابق علم کائنات اور علم حکمت و وسائیس کے لاتعداد اور حیرت انگیز اسباق بھی صاف صاف نظر آئے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اس دین کے لانے والوں نے علم نبوت سے بے شمار ایسے کارنامے سرانجام دئے جو آج بھی اس ارتقائی دور میں چشمِ عبرت کے لئے کچھ کم نہیں۔

حضرت آدمؑ۔ انہیں علم الحروف اور علم الاعداد بخشا گیا۔ (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ) تمام عناصر سے روشناس کرایا گیا۔ (عَلَّمَ اَوَّ سَمَاءَ كُلِّهَا) اور کائنات کی تمام طاقتوں کو ان کے زیرِ نگیں یا ان کے سامنے سرنگوں کرایا گیا (وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدْ وَاٰدَمَ فَسَجَدُوْا.....) آج ہم صاف دیکھ رہے ہیں کہ نوع انسانی ابھی تک ان معجزات کو زیرِ عمل لا کر اپنی دنیا اور عاقبت سنوار رہی ہے۔ اس لئے انسانی شعور کے لئے یہ علم نبوت کا اولین احسانِ عظیم ہے۔

حضرت نوحؑ۔ انہیں کائنات میں غور و فکر کے بعد دنیاوی وسائل کے لئے عجیب و غریب اوزار تیار کرنے کا حیرت انگیز مہر بخشا گیا۔ جس کے بعد وہ ایک عظیم الشان بحری بیڑہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ انہیں کے فیضِ علم

سے ہے کہ آج بھی نوع انسانی اسی قسم کے فنون میں متفرق ہے
حضرت ابراہیمؑ انہیں کائنات میں غور و فکر اور اس سے صحیح نتائج اخذ کرنے کا عظیم الشان علم بخشا گیا۔ وہ آگ جیسی ہلک
چیز پر جی قابو پانے میں حیرت انگیز معجزہ پیش کر گئے۔ اور یہ انہی کے قبض سے ہے کہ آج اس ایٹمی دور میں بھی کعبہ کی سرزمین یقیناً
بلدا میں اور حَرَّ مَا آهِنَا رہے گی۔

حضرت موسیٰؑ انہیں علم الاشیاء، حکمتی نسخوں کا عظیم دفتر، کائناتی ملائکہ کا کما حقہ علم بخشا گیا۔ اپنے کلام کو خدا تک پہنچانے
کی حیرت انگیز قدرت بخشی گئی۔ اسی لحاظ سے وہ کلیم اللہ تھے۔ اپنے جسمانی اعضا میں حیرت انگیز برقی اور مقناطیسی قوتیں پیدا کیں۔ یہ بیضا کا
اعجاز انہی سے تھا۔ انہوں نے اپنے عصا کو حکمت و سائنس سے حیرت انگیز طور پر نواز دیا۔ کہ جب چاہتے اسے اڑا یا بنا لیتے اور جب چاہتے
اس سے کئی اور حکمتی کارنامے سرانجام دے لیتے۔ آج بھی جب ہم بنی اسرائیل کے باقی ماندہ علمائے فطرت کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ
بھی علم الاشیاء میں اس قدر کمال رکھتے ہیں کہ ہم سب انگشت بندیاں ہیں کائناتی اور عناصری موجوں و روں، شعاعوں اور کششوں کی
چھان میں ایسے حیرت انگیز طریق پر کہ رہے ہیں کہ ان کی ایجادات نے دنیا کو حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن کی ایجاد کو پیش کر کے یہ
ثابت کر دیا گیا ہے کہ محض کروی کا عصا تو کیا کائنات کے چند عناصری اجزاء کو ترتیب دے کر اور کائناتی ملائکہ کو گرفت میں لا کر ایک بے جان
اور بے زبان آسے کو نہ صرف انسان کی طرح بلایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس سے کئی میلوں کی دوری کے باوجود بولنے والے کا فوٹو بھی دیکھا جا سکتا
ہے۔ نہیں بلکہ فلمی ایجاد کے ذریعہ ہر شخص کے اعمال و کردار نمائے جا سکتے ہیں۔ ان عظیم الشان ایجادوں کو محض وہی علمائے فطرت غور سے دیکھ
سکتے ہیں جن کے دلوں میں یہ لگن ہو۔ کہ انجام کار خدا سے کیسے ہم کلام ہوا جا سکتا ہے۔ یا کائنات کے ہر ذرے کو کیسے حکیم بنا یا جا سکتا ہے۔
حضرت لقمانؑ علم الاشیاء اور علم الابدان میں کمال پیدا کر گئے۔ اور اپنے بعد اسطر جالینوس اور بقراط جیسے عظیم حکمت
شناس چھوڑ گئے۔

حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ علم الاشیاء میں کمال پیدا کیا۔ گیسوں اور معدنیات سے حیرت انگیز کمالات پیش
کئے۔ شیشہ سازی، طیارہ سازی اور تعمیراتی فنون نیز سنہری تحقیقات میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی نوع انسانی
اسی قسم کے عظیم کارنامے سرانجام دے رہی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ علم تشخیص امراض کے مسیحا بن کر آئے علم لیسارت و سماعت علم الاجسام گیدوں اور عناصر کے اعجازات
سے حیرت انگیز اڑنے والی ایجادات اور نفسیاتی علوم میں ایسا کمال دکھایا کہ وہ ایک مجسم کلمۃ اللہ بن گئے۔ آج ان کی امت کے علمائے فطرت بھی
انہی کے نقش قدم پر چل کر دیا ہیں وہ مفاہیر پیش کر رہے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ایک عالم انگشت بندیاں ہے۔
آئیے اب آخری نبی صلعم کے اعجازات پر بھی غور کیجئے۔

کتاب اللہ کی شہادت کے مطابق جناب رسالت مآب صلعم مندرجہ ذیل چار عظیم الشان کارنامے پیش کرنے کیلئے مبعوث ہونے
اول۔ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ آیاتہ۔ یعنی یہ آخری پیغمبر صلعم نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے اعجازات اس لئے پڑھ پڑھ

ناتے ہیں کہ آج ابن آدم ارتقاء کی آخری منزلوں میں داخل ہو چکا ہے۔ اس کا شعور پختہ تر ہو چکا ہے اور آج خدائی علم کو سمجھنے کی استطاعت کے بعد وہ اس مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے کہ تسخیر کائنات کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا کے رہے۔ خدا کی کائنات میں شمس و قمر پر کندیں ڈال دے اور اس تمام کارخانہ خدا کو دیکھ کر اپنے آپ کو اس عطیہ ربانی کا اہل ثابت کر دے۔ کہ وہ عاقبت رب کا فی الحقیقت اور بجا طور پر مستحق ہے۔ یہ اس لیے کہ تسخیر کائنات کی مہم نہ تو کسی ماسبق پیڑی کے سپرد ہوئی۔ اور نہ ان کی اُمتیں اس قدر شعوری ارتقاء ہی رکھتی تھیں۔ لہذا محض چھڑی کا اڑدنا بنا لینا اور ماندھوں اور کوٹڑیوں کو اچھا کر لینا۔ یا عناصر سے چھوٹے چھوٹے طیارے بنا کر اڑالینا تسخیر کائنات کی مہم کے بالمقابل کئی بڑے کارنامے تصور کئے جاسکتے ہیں۔ آج اس کائنات ارضی میں تمام نوع انسانی محض امت محمدیہ یا امت واحدہ ہے یہ اس لیے کہ یہ آخری پیڑی صلعم تمام انسانیت کے پیڑی میں ر کاشۃ للناس نہیں بلکہ ان کا قرآنی دعویٰ فی الحقیقت و قد بیاہنا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ہے۔ نہیں نہیں بلکہ وہ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِینَ بھی اسی بیج سے ہیں۔ اس لیے اس آخری ہی کی کتاب بھی خدا کی آخری کتاب ہے۔ جس میں اسی تمام آیات موجود ہیں جو ارتقاء کے لیے انسانی کے لیے کمال طور پر مکتفی ہیں۔ لیکن ان کو سمجھنے کے لیے ایک نئے لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ ہے

دوم۔ **وَلْيَزَكِّهِمْ**۔ اور ان قرآنی آیات کا عظیم الشان اعجاز یہ ہے کہ وہ اخلاقی۔ معاشرتی اور روحانی پاکیزگی کے اہل تو انہیں اس لیے پیش کرتی ہیں کہ نوع انسانی انجام کار بوبیت عامہ کی فکر سے تسخیر کائنات کی مہم میں کامیاب و کامران ہو سکے۔ خدا کی پاک کائنات میں پاک بن کر قدم رکھ سکے۔ اس پاکیزگی کے بعد خدا کا آخری پیڑی صلعم مہتمن تسخیر کائنات کی درجہ بدرجہ منزلوں سے آگاہ بنانا ہے۔ اور وہ یوں ہیں۔

سوم۔ **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ**۔ گویا اسی شان عظیم کی تعلیم سے نوع انسانی کو کتاب یعنی صحیفہ فطرت یا کائنات کا حیرت انگیز علم بھی بخشا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے۔ جسے کتاب مبین اور کتاب منیر کہا گیا ہے۔ اسی کتاب میں ہر خشک و تر فضا موجود ہے اور تھارے وائیں بائیں ارد گرد پھیلی ہے۔ یہ بھی لاتعداد کرول سے منقش ہے۔ اسی میں خدا کی تمام سپر اکرہ قدرتیں۔ قوتیں و طاقتیں تو انائیاں تجلی رہیں اور ان کی شاہد و غائب دونوں حالتوں کو دیکھ اور محسوس کر لیتے ہو۔ تو اس کائنات پر قابو پانے اور اسے تسخیر کرنے کا لائحہ عمل محض اسی حیرت انگیز علم سے ممکن ہے جس کی نشان دہی مندرجہ ذیل اطلاع میں موجود ہے۔

چہاں۔ **وَالْحِكْمَةَ**۔ گویا یہ آخری پیڑی مہتمن حکمت کے عظیم الشان علم سے بھی بہرہ ور فرماتے ہیں۔ جس میں عام صلاح و بہبود اور خیرات انسانی کے علاوہ تسخیر کائنات کے حیرت انگیز حکمت جو محض کائنات میں مشاہدات علمی نظریات اور عناصری تجربات کے بعد حل کئے جاسکتے ہیں۔ فی الحقیقت موجود ہیں ہر ایجاد کی بنیاد اسی حکمت و مائیں سے ہے اور ہر تخنیک میں یہی علم کار فرما ہے۔

اب ہم مختصراً ان چار مرحلوں کو درجہ بدرجہ پیش کرتے ہیں مفصل تشریحات کتاب کے آئیندہ اوراق میں اپنے مقام پر آئیں گی۔

اول۔ آیات کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

۱۸-۲۴:۳۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ الْحَمْدُ - وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ :- آسمانوں اور زمینوں میں اسی خدا کے جل و علا کی تعریف ہو رہی ہے۔ اور تمیر سے پہر اور جب وہ پہر ہو جائے۔ وہی مردہ (عناصر سے زندہ) نفوس یا ایٹموں کو نکالتا ہے اور وہی زندہ (نفوس یا ایٹموں کو پھر یک بستہ کر کے) مردہ عناصر کو نکال یا ہر کرتا ہے۔ (گویا ہر عنصر محض نفسوں یعنی جوہروں یا ایٹموں کا مجموعہ ہے) اور وہی زمین کے عناصر کو ان کے (مردہ ہو جانیکے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی زمین سے (یعنی تمہارے جسمانی عناصر ایٹموں میں تبدیل ہو جانے کے بعد خلیق جدید کے خدائی نظریہ کے مطابق) نکالے جاؤ گے (یہ تمام حیرت انگیز اعجاز یا آیات ہیں لیکن) یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیۃ) کہ اس نے تمہیں مٹی (کے عناصر میں سے) پیدا کیا۔ (یعنی مَرَّحْتُمْ مَلَكًا مَّسْوُوقًا لِّاٰتِكُمْ لَعْنِي خَلِقَ جَدِيْدًا کے نظریہ کے مطابق پیدا کیا) اب تم ایک بشری نوع کی شکل میں جا بجا پھیلے ہوئے ہو اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیۃ) کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں (یعنی عناصری ایٹموں میں ہجما کا عظیم الشان ہول قائم کر دیا) تاکہ ان سے آرام حاصل کرو۔ اور (عناصر میں نظریہ ہجما کی وجہ سے) تم میں محبت اور رافت پیدا کر دی۔ جو لوگ (ان محاکمات حکمت کو یعنی عناصری جوہروں یا نفسوں کے حیرت انگیز عمل پر اور خود بشریت میں مرد اور عورت یا نر و مادہ کے اعجاز پر) غور و فکر کرتے ہیں۔ ان کے لیے ان باتوں میں نے الحقیقت کئی اعجاز (آیات) صاف نمایاں ہیں۔ اور یہ بھی اسی کے اعجاز (آیۃ) میں سے ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا گیا۔ (اور انہی سات آسمانوں اور سات زمینوں کے حیرت انگیز اعجاز سے) تمہاری زبانوں (آواز کی سات سروں) اور (سات ہی حکم) رنگوں کا جُدا جُدا ہونا۔ اہل دانش کے لیے انہیں (خدا کی قدرتوں اور توانائیوں کے عظیم الشان بے شمار معجزات میں۔

(نوٹ، گویا سات زمینوں اور سات آسمانوں کے حیرت انگیز مخصوص اعداد پر رنگ و آہنگ کے یکساں عددی اعجاز قائم ہیں) اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیۃ) کہ تمہارا رات میں (سورج کی منعکس توانائیوں کے طفیل) سونا اور دن میں (سورج کی براہ راست توانائیوں کے طفیل) بیدار رہ کر اس کے فضل و کرم کی تلاش میں لگے رہنا گوش ہوش رکھنے والوں کے لیے ان میں بھی (علم حکمت کے) بے شمار معجزات ہیں۔

(نوٹ) یہاں سننے والوں کے الفاظ کے استعمال سے واضح ہوتا ہے کہ علم سب سے پہلے شعور انسانی میں محض قوتِ سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم نے غالباً اس لیے امت کو حکم دیا تھا کہ لوہود کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی

اللہ اکبر کی آواز بلند کیا کرو۔ ان الفاظ سے مزید ترشح ہوتا ہے کہ نیند کی حالت میں قوت سماعت کا سلب ہو جانا بھی ایک سیرت انگیز اعجاز ہے کیونکہ کوئی فرد نیند میں علم حاصل نہیں کر سکتا) اور یہ بھی اسی کے اعجاز سے ہے (آیہ) کہ تم کو خوف اور لالچ کی امید دلانے کے لیے بجلی دکھا کر آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ پھر زمین کے عناصر کو مرجانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے عقل والوں کے لیے اس میں بھی (خدائی توانائیوں اور قدرتوں کے) بہت سے معجزات ہیں (آیات) اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے (آیہ) کہ زمین اور آسمان اسی کی قدرت سے قائم ہیں (یعنی ان میں ایک حیرت انگیز المیزان یعنی مقناطیسی اور ثقلی کششیں موجود ہیں) پھر جب وہ (قدرتِ قدسیہ اسرائیل کے ذریعے) زمین سے نکلنے کے لیے آواز دینگا تو تم جھٹ نکل پڑو گے، اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے۔ اسی کی ملوک (اور تمہارے لیے بطور امانت ہے) اور اسی کی فرمانبرداری کا دم بھرتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے خلقت کو پہلی بار پیدا کیا۔ پھر دوبارہ (بار بار) پیدا کرتا رہتا ہے اور یہ اسے بہت آسان ہے اور بلند ترین اور حقیقت افزہ مثل اگر کوئی زمین و آسمان میں دی جاسکتی ہے۔ تو وہ فقط اسی کی ہو سکتی ہے اور وہی حکمت و سائنس کے علم میں پورے کمال کے ساتھ غالب ہے

۲۷: ۶۵۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۝

کہہ دو کہ تم (یعنی اسے بے علم اور بے حکمت انسانوں) نہیں جانتے مگر اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی غیبی اور مستور قدرتوں قوتوں اور توانائیوں کو لپری طرح جانتا ہے۔

نوٹ:۔ یہاں اَلْاَرْضِ الْغَيْبِ کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں۔

۲۷: ۶۵۔ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

آسمانوں اور زمین میں کوئی غیبی قوت اور طاقت ایسی نہیں جس میں صحیفہ کائنات میں موجود نہ ہو۔

نوٹ:۔ یہاں کتابِ مُبِيْنِ کے الفاظ واضح طور پر کائنات کو پیش کرتے ہیں۔

۲۷: ۸۴۔ قَالَ اَكْتَبْتُمْ بِآيٰتِيْ وَكُوْنُوْا بِهَا عِلْمًا ۝

کیا تم نے میری آیات اور حکمتی نشانات و معجزات کو جھٹلا نہیں رکھا تھا۔ اور تم نے تو ان پر علم سے (جو حکمت و سائنس سے پیدا ہوتا

ہے) احاطہ کیا ہی نہیں تھا۔

۴۵: ۱۳۔ وَصَخَّرَلَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ طَرِيقًا فِي ذٰلِكَ لَا يَتَّبِعُ الْقَوْمُ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمام کو (جمیعاً) تمہارے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اور جو لوگ اس عاقلہ عظیم میں

تفکر سے کام لیتے ہیں انہیں اس میں بہت سے اعجاز صاف نظر آئیں گے۔

۴۵: ۴۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبْتَدِئُ مِنْ وَاٰتٍ ۝

وَيَسْتَوِيْنَ ۝

بے شک آسمانوں اور زمینوں کے اندر اس پیدا کرنے والوں (مومنین) کے لئے بے شمار اعجاز ہیں۔ اور بذاتِ خود تمہاری اپنی خلقت بھی اعجاز ہے۔ اور وہ زمین پر دباؤ ڈالنے والی تمام موجیں اور روئیں شعاعیں اور کششیں اور دیگر تمام جاندار بھی جن کو وہ پھیلائے ہوئے ہے۔ سب کے سب یقین رکھنے والوں کے لئے اعجاز ہیں۔

۱ : ۱ - اِنَّ فِيْ اَخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلَّذٰرِيْنَ يَتَّقُوْنَ
بے شک رات اور دن کے اختلاف میں اور جو خلقتیں اللہ نے آسمانوں اور زمینوں میں پیدا کر رکھی ہیں ان سب میں ایسے لوگوں کے لئے جو کائناتِ خدا سے خوف زدہ رہ کر راستہ تلاش کرنے والے ہیں اعجاز مضمحل ہیں۔

۲ : ۳ - (لَاٰيٰتٍ لِّذٰلِكَ اِلَّا لِقٰبٍ)

بے شک آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق میں دن اور رات کے اختلاف میں دانشور انسانوں کے لئے بہت سے اعجاز ہیں۔
۳۰ : ۲۲ - یہ آسمانوں اور زمینوں کی مختلف خلقتیں بذاتِ خود اس کے اعجازات میں سے ہیں اور تمہاری زبانوں کا آپس میں مختلف ہونا بھی علم والوں کے لئے حیرت انگیز اعجاز ہے۔

الغرض آیاتِ ماسبق میں الفاظِ آیت اور آیاتِ بار بار استعمال ہوتے ہیں اور جو تشریح ان الفاظ کی خود خدا نے فرمائی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس لفظ کے معنی نہ تو محض نشانی ہیں اور نہ ایک قرآنی سطر جو ہمارے علمائے متقدمین نے اپنے تراجم میں کر رکھے ہیں بلکہ ہر قرآنی سطر بھی اس لحاظ سے آیت کہلاتی ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی اور سچائی اور حقیقت کے لحاظ سے بے مثال اور یکتا ہے اور اسی لحاظ سے وہ بھی ایک اعجاز ہے۔ کائنات کی تمام عجوبہ نمایوں اور اس میں خدا کے لاتعداد معجزات کو آیات کہا گیا ہے۔ اور ان آیات کو ہمارے سامنے پیش کر کے ہمیں توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ ہم علمِ خداوندی کو سمجھیں حکمتِ خدا کو نگاہ میں رکھ کر مفکر۔ مومن۔ متقی اور اولیٰ الالباب یعنی دانشور بن جائیں نیز تسخیر کائنات کو اپنا مطمح نظر سمجھ کر حکمت میں وہ کمال پیدا کریں۔ کہ خدا کی دنیا اور کائنات بالآخر فتح ہو کر رہے۔

دوم۔ تزکیہ یا پاکیزگی

تزکیہ سے ہمارے نزدیک ربوبیتِ عامہ کی حدود ہیں اخلاقی معاشرتی اور روحانی پاکیزگی مراد ہے اس کی ضرورت خدا نے انسان کے ساتھ اس لئے لازم قرار دی کہ خدا خود پاک ہے۔ اس کی حیات بخش قدسیہ قدرتیں سب پاک ہیں۔ اس کی کائنات فی الحقیقت پاکیزہ اس لحاظ سے ہے۔ کہ اس کا فیض ہر کس پر یکساں کھلا ہے۔ اس لئے اس اشرف المخلوق انسان کو بھی پاکیزہ رکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس کے برعکس ایک ایسی طاقت خود خدا نے آزاد کر رکھی ہے۔ جو اسے ہر آن ناپاک کرنے پر تلی ہے۔ اس کا نام شیطان سب نے سنا ہوگا۔ اس طاقت میں محض تخریب کی حسیات موجود ہیں۔ اسے عزائیل بھی کہا گیا ہے۔ یہ جہاں خدا کی قدسیہ قدرتوں میں ایک رعیت ناک جنگ کے شعبے بھڑکا دینے کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ وہاں انسان کی قدسیہ تخلیق میں بھی تخریب اور فساد کے ناپاک جراثیم

پیدا کر سکتی ہے۔ جن سے بہ اثر الخلق نوع پھر اسفل السافلین کی صف میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس تخریب اور فساد میں ناپاکی کے جراثیم کیونکر ہیں۔ اسکی تشریح طویل و طویل ہے۔ اگر ہم پاک کے لفظ کو محض نجاست و غفلت کی منہج میں تو قطعاً درست نہ ہو گی کیونکہ نجاست کی ضد بہارت ہے۔ ہم تخریب جانتے ہیں۔ کہ جس نجاست و غلاطت کو طہارت کی ضد قرار دیا جا رہا ہے۔ اگر وہ انسانی جسم کے اندر مستودہ موجود ہو تو محض ظاہری وضو یا غسل کے بعد اسے مظهر تو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن پاکیزہ نہیں کہا جا سکتا۔

تزکیہ کے لغوی معنی۔ مال میں زکوٰۃ دینا۔ پاکیزہ کرنا۔ اپنی تعریف پیدا کرنا۔ کسی سے زکوٰۃ لینا۔ کسی چیز کو بھرنایا پُر کرنا

لیکن

قرآنی انداز میں اس کے صحیح معانی یوں ہوں گے۔ یعنی خدا کی ربوبیت عامہ کا پیکر بن کر اپنی زندگی کے ہر فعل و کردار کو نقص شر فساد اور تخریب سے بچائے رکھنا۔ زکوٰۃ لینے یا دینے اور تعریف کے قابل بننے یا کائنات کے ہر فرد کو اپنے مال سے سیر کئے رکھنے کے صحیح وسائل اسی میں مضمر ہیں۔

نقص شر، فساد اور تخریب پیدا کرنے کی واحد طا اور قوت

محض عزازیل سے ہے جس کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے۔

عزازیل۔ یہ دو نظموں سے مشتق ہے۔ یعنی عزاز + ایل

عزاز کے معنی۔ سخت اور بیچارہ عنصر کچھ فائدہ نہ پہنچانے والا۔ بلکہ تخریب کی طرف مائل کرنے والا اور ایل کے معنی خدا کی پیدا کردہ قدرت۔

ابلیس اس کی توانائی کا نام ہے جس میں تخریب اور شرکی حسیات موجود ہیں۔ اس کے لغوی معنی رحمتِ خدا سے بے اُمید رہنے والی طاقت ہیں۔

حکمتی خاصیت۔ شیطان۔ یعنی شیط + طان۔ ان میں سے ایک ط کے حذف ہونے سے شیطان بنتا ہے۔

شیط کے معنی۔ جل جانا۔ راکھ ہو جانا۔ ختم ہو کر بے فائدہ ہو جانا۔ مجتہد ہیں اپنے کردار کو ضائع کر بیٹھنا۔ اور طان کے معنی

بھرا ہوا مقام گویا حکمتی لحاظ سے اس قدرت کا نام شیطان ہے۔

یہ طاقت اسی طرح اس زمین پر مسلط ہے جس طرح کہ خدا کی چار قدسیہ قدرتیں، فرق یہ ہے کہ یہ طاقت خود بخود قدسیہ قدرتوں کے

نزدیک نہیں جھٹک سکتی البتہ انسانی جبر سے قدسیہ قدرتوں کے مرکز سے یا نبوکلس میں پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور اس طرح اللہ الاعلیٰ کی

قدسیہ قدرتوں کو ایک ہیبت ناک جگہ پر مجبور کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اللہ الاعلیٰ کی تشریح میں قرآنی آیات سے واضح کیا جا چکا ہے۔ اس

طرح اُس نوری محاکمہ کو صفر میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اسی لئے اس کا حسابی نشان صفر (۰) ہے۔
مغرب نے اس کا نام ابھی تک غالباً کوئی مخصوص نہیں کیا لیکن مغربی حکمت کے مطالعہ سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ایک طاقت کو ایٹم
کی قدرتی قدروں میں جبراً داخل کرنے سے ایٹم کو موجب ہلاکت بنا دیتی ہے۔ اور حیات بخش ایٹم کو تخریب کائنات کا پیش خیمہ بنا کر صفر کے برابر
بنا دیتی ہے۔

لہذا اخلاقی معاشرتی اور روحانی جملہ خرابیوں کا باعث یہی ایک طاقت ہے۔ اسی کو ایٹم تخلیقی سے دور ہٹانے رکھنے کا نام تزکیہ
نفس ہے۔ رُوح (یعنی نظام طاقت و توانائی) سے جدا کئے رکھنے کا نام تزکیہ رُوح ہے۔ اور اسے معاشرتی اور اخلاقی زندگی سے دوچار
نہ کرنے کا عمل تزکیہ معاشرت اور تزکیہ اخلاق ہے۔

فَطَرَتِ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا كِي مَفْصَلِ تَشْرِيحٍ اِگر چہ اپنے مقام پر آئے گی لیکن خدا کی مراد اس آیت سے محض یہی
ہے کہ خدا رب العالمین ہے اس لئے انسان کو بھی ربّ انسانیت ہونا چاہیے۔ خدا کی جن قدر صفات ہیں انسان کو بھی انہی صفات سے ممیز ہونا
چاہیے۔ حَبِغَةَ اللّٰهِ کے معنی بھی یہی ہیں۔ چونکہ خدا میں شیطانیت کے سوا باقی سب کچھ ہے۔ اس لئے انسان کو بھی شیطانیت کے سوا باقی
تمام اعمال کو اپنا نا ضروری ہے۔ خدا کے نزدیک اسی عمل کا نام تزکیہ ہے۔

لہذا يَزْكِيهِمْ سے مراد بھی یہی ہوگی۔ کہ رسالت مآب صلعم انسانیت کو اس قدر پاکیزہ بنانے میں مصروف ہیں۔ کہ اُن میں شیطانی حیات
کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہے اور وہ بر لحاظ سے پاکیزہ ہو کر پاکیزہ خدا کی دو بدو ملاقات کے اہل بن جائے۔ نیز انسانیت تسخیر کائنات کے نصب العین
پر پوری طرح عمل پیرا ہو سکے۔

سوئم۔ علم کائنات

روز آفرینش سے انسانی شعور کے لئے یہ تحتبس بظاہر سطحی اور بلا مقصد نظر آتا رہا ہے۔ کہ کیا یہ کائنات جسے خدا نے اپنے مخصوص
حساب سے صرف چھ دنوں میں اور ہمارے حساب کے مطابق کم از کم چھ ہزار سالوں میں حیرت انگیز طور پر بنا دکھایا فی الحقیقت ایک گھڑی پامشین
کی طرح پُر سکون اور خاموش عامل ہے؟ نوع انسانی شروع سے اسے اسی ہیئت اور صورت میں دیکھتی چلی آ رہی ہے۔ شمسی اور قمری کرّوں اور
اُن کی فضائی گردشوں نیز اُن کی نوفا نشائیوں کو بدستور ایک ہی رنگ میں دیکھتی رہی ہے۔ اس زمین پر رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا
پیہم سلسلہ توجہ کو اس طرح مبذول کرتا رہا کہ باقی کرّوں اور ستیادوں میں دن رات کی قدریں کیا ہوں گی۔ ہر زمانے کا انسان اپنے زمانے کے
حساب کے مطابق یہی سمجھتا رہا کہ روز آفرینش سے ہمارے دن رات یکساں مدت کے چلے آ رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی اسی مقدار عرصہ میں
چلے جائیں گے۔ سورج کی توانائیاں روز آفرینش سے ایک ہی حساب سے پڑتی چلی آ رہی ہیں۔ اور شاید آئندہ بھی اس مقدار میں پڑتی رہیں
گی۔ اس کا حشر قیامت کے دن کیا ہوگا۔ کیونکہ ہرگز۔ نیز پہاڑوں دریاؤں اور سمندروں کا جو سلسلہ پہلی بار قائم ہوا۔ شاید اسی طرح قائم رہے گا۔

یا آئندہ حل کر ان میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں گی۔

یہی نہیں بلکہ انسانی شعور کا آج تک خالق کائنات سے یہی سوال رہا۔ کہ اس کائنات نے کیونکر جنم لیا۔ یہ سورج اور چاند کے چھوٹے بڑے سیارے کیونکر بن گئے۔ کب بنے اور ان کا انجام بالآخر کیا ہوگا۔ اگر زمین انسانی تخلیق سے قرون یا قرن پہلے بنائی گئی تو اس سے پہلے اس پر کس شکل و صورت کی خلقتیں آباد تھیں۔ کج وہ کیوں موجود نہیں۔ خود انسان کیونکر اس زمین پر بسایا گیا۔ اس کی تخلیق کی غرض و غایت کیا تھی اگر پہلی آمتیں اس صفحہ ارض سے نابود ہو گئیں تو کیا انسانی نوع کا قرار ابدی ہوگا یا یہ بھی فانی مخلوق ہے۔ اگر فانی ہے تو ایسی فانی انواع کو یکے بعد دیگرے جنم دیتے رہنے میں کیا غرض و غایت تھی۔ نوع انسانی کے دستور العمل کے بالمقابل سابقہ انواع کا دستور العمل کیا تھا کیا یہ کائنات اور خود ہماری زمین انقلابات سے دوچار ہوئی وہ انقلابات کس طرح اور کیوں وارد ہوئے۔ نہیں نہیں خدا کے یہ پیدا کردہ عناصر جن سے یہ تمام کائنات معرض وجود میں آئی کیسے اور کب پیدا ہوئے گویا اس مادی دنیا کا آغاز کب سے ہوا۔ اور اس سے پہلے کیا تھا۔ ادب وہ کہاں غائب ہو گیا۔ خدا نے سب سے پہلے کیا پیدا کیا پھر کیا اور علیٰ ہذا القیاس پھر کیا۔ گویا یہ کیا کیا کی انسانی جستجو اور اس کے شعوری سوالات کیوں سامنے آ رہے ہیں۔ اور ان کے حل سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ہاں تر کائنات میں یہ لاتعداد پھیل ہوتی مخلوق کیا کیا اور کیونکر آباد ہے۔ ان کے رزق کے سامان کیا ہیں۔ شمسی کر قوں کی مخلوق کیونکر زندہ ہوگی تھری کر دوں میں کس قسم کی مخلوق ممکن ہے۔ یہ کرسے آپس میں کیوں ٹکراتے نہیں۔ ان کی حیات کے لئے ایک مضبوط سلسلہ کیونکر قائم ہے۔ ان میں کیا کیا خصوصیات ہیں۔ اور ان سے ہماری زندگی کا کیا تعلق ہے۔ یہ زمین و آسمان میں نوری نظام کیونکر قائم ہے۔ اس سے انسان کو کیا فوائد اور دیگر انواع کو کیا حاصل ہو رہا ہے۔ اس میں قدسیہ قدرتیں کتنی ہیں۔ اور تخریبی قدرت کس لئے اور کیونکر ہے۔ دیگر توانائیوں کا نظام اور ان سے کائنات کی جملہ خلقتوں کا رشتہ کیونکر ہے۔ کیا ہم اور ہماری زمین اور اس کی تمام اشیاء یہ آسمان اور اس کے لاتعداد کرسے اور ان کی تمام خلقتیں محض بے فائدہ، بلا مقصد اور باطل ہیں۔ انسانی شعور کے لئے ان کا وجود کس قسم کے غور و فکر کا متقاضی ہے۔ نہیں بلکہ انسان کو ان تمام موجودات پر غور و فکر کی ضرورت لاحق ہے یا نہیں۔

ہاں تو اس کائنات میں موت کے بعد حیات اور حیات کے بعد پھر موت اور علیٰ ہذا القیاس پھر حیات کیونکر ہے۔ یہ غیب اور الشہادۃ کیا ہیں۔ یہ نور اور ظلمت کس کا نام ہے۔ ان کا وجود کہاں سے ہوا۔ الغرض یہ ہست و بود کی داستان کہاں سے شروع ہوئی اور کب اور کیونکر ختم ہوگی۔ اس کا مورخ کون ہے۔ اور اس کے پاس اسے منضبط کر لے کے اسباب اور ذرائع کیا ہیں؟

آپ نے دیکھا کہ اس کائنات کی داستان کس قدر طویل ہے۔ اور اس کے باب ایک عام انسان سے کیونکر لکھے جانے ممکن ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے ہمیں دو اوزار عمل کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ ہم اپنے شعور، غور و فکر اور فقہ و تدبیر کو ایک ایسی سطح پر لائیں جس سے ہمیں اس وسیع تر کائنات کا کوئی نہ کوئی حصہ دکھائی دے سکے۔ دوم یہ کہ ہم کسی خارجی طاقت سے کچھ حاصل کر کے کائنات میں غور و فکر کیلئے قدم بڑھائیں یہ خارجی طاقت کہاں سے تیسر ہوگی۔ خدا نے اس کی نشان دہی سلسلہ وحی سے کی ہے۔ جو روز آفرینش سے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہی۔ اس ضمن میں اگر آخری سلسلہ وحی پر غور و فکر کیا جائے۔ تو ہمارے خیال میں یہ طویل و طویل مسافت ایک قلیل عرصے

میں طے ہو سکتی ہے۔ چونکہ وحی کو سمجھنے کے لئے تزکیہ کی ضرورت لاحق تھی اس لئے خدا نے ہر وہی کتاب کے بعد تزکیہ کی منزل منتخب فرمائی اس کے بعد کائنات کا علم شروع ہوا۔ اور اس کائناتی علم کو سمجھنے اور اسے اپنے اعمال میں لانے کے لئے حکمت و سائنس یعنی مشاہداتی نظر بآتی اور تجرباتی اعمال کو علم کی ایک ترتیب وار زنجیر کے ساتھ منسلک فرمادیا۔

ہماری یہ دعویٰ ہے۔ کہ انبیاء کے بعد کوئی فرد واحد سلسلہ وحی کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہاں اگر اس ضمن میں علماء کی ایک مستقل جماعت قرینہ خدا کے مطابق ایک پیہم اور مسلسل جدوجہد میں مصروف رہے تو عین ممکن ہے۔ کہ کئی صدیوں کے بعد اگرچہ اس عظیم کائنات کی تمام تربیت کا علم نہ بھی حاصل ہو تو اس کا عشرِ عشر تو ضرور حاصل ہو کر رہے گا۔ اور یہ فی الحقیقت ایک عظیم معجزہ ہوگا۔ قرآن عظیم نے اسی لئے ہمیں مندرجہ ذیل اطلاعات بہم پہنچائی ہیں۔ کہ ہم ان پر غور و فکر کے بعد انہیں نتیجہ خیز بنائیں۔

اول۔ ۳ : ۱۹۱ - رَاقٍ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَوَلِيّ الْأُولِيَاءِ
الَّذِينَ يَذُكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَانَكَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ :- آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں علم و دانش رکھنے والوں کے لئے ضرور بالفرد کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (تسخیر کائنات اور اپنے حفظ و دوام کے لئے) اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرتِ خدا کا مطالعہ کیا کرتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اور پیدائش کی ٹوہ میں گے رہتے ہیں اور بالآخر جب کسی مطالعہ میں وہ تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ان تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم ان معجزات کو دیکھ کر تسخیر کائنات کی منزلوں کو طے کریں گے اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لئے ہر ایک سے کام لیکر تیری ملاقات کے لئے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے) تیری ذات پاک ہے۔ (اس لئے ہم بھی پاک رہنے کی تیار رکھتے ہیں یہی پاکیزگی ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ ایسی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ یعنی عناصر سے پہنچنے والا عذاب مراد لیا جاسکتا ہے بچا سکتی ہے) پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچا۔

دوم۔ ۹ : ۱۲۲ - اور یہ تو ہونہیں سکتا کہ مومن یعنی کائنات میں امن پیدا کئے رکھنے کے مدعی سب کے سب غور و فکر کے لئے باہر نکل آئیں۔ تو پھر یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل آتے تاکہ دینِ فطرت میں غور و فکر اور سمجھ بوجھ پیدا کرتے (وَيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ) اور جب وہ اس غور و فکر کے بعد قوم کے سامنے آتے تو اپنے حیرت انگیز تجربات و مشاہدات کو قوم کے سامنے پیش کر کے (تخریب کائنات سے) اُسے ڈرا دیتے تاکہ وہ حذر کرتے (یعنی جو کنا اور سمہ تن مصروف عمل رہے کہ علم فطرت کے محاکمات پر تجربات کرتے اور اپنی فلاح و ارتقاء کے لئے نئی نئی ایجادات پیش کرتے۔)

جہاں تک ہم نے اپنی مختصر سی حیات میں کائنات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے اشارات کتاب کے مختصر صفحات پر غالباً صاف نظر آئیں گے۔ لیکن اختصار کے ساتھ ذیل زائچہ قارئین کرام کے سامنے لاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم کچھ نہ کچھ اس

کائنات کا شجرہ حیات

اَدَّلَ ۖ نَخْلَقَ الْمَوْتَ ۖ كَوَيَا اس كائنات سے پہلے موت تھی۔
 وَالْحَيٰوةَ ۖ پھر ہم نے کائنات کو پیدا کر کے حیات کی تخلیق کی۔
 دَوْمَ ۖ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ ۖ ہر چیز کو ظلمت سے نکالنے کا عمل شروع کیا گیا۔
 اِنَّا النُّورَ ۖ اور ظلمت سے نکال کر حیات بخش کائنات کے نور کی طرف لایا گیا۔ جو عناصر کو وجود میں لانے کے بعد

بدی ہے۔

گویا کائنات سے پہلے موت اور محض ظلمات کے پھر یہ لہرا رہے تھے۔ کائنات کو پیدا کر کے حیات اور نور کی فراوانی پیدا کر دی گئی یہ موت کے بعد حیات کیونکر پیدا ہوئی۔

اَدَّلَ ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا ۖ ہم نے ہر عنصر کو ایک حیرت انگیز بھاری پانی میں سے جس میں تمام عناصر کا محلول موجود تھا علیحدہ علیحدہ کر کے زندہ کر دکھایا پھر انہی عناصر سے بے شمار فلکی کرے بناوئے گئے ان عناصر نے ہی نوری قدسیہ قدرتوں اور تخریبی قدرت کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ (جو عناصر سے ماوری مخلوق تھی)

۴۱ : ۲۵ ۖ وَفِيضْنَا لَهُمْ قُرْءَانَ ۖ فَذَيُّوا لَهُمْ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي اٰمِهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝
 ترجمہ :- اور ہم نے ان قدیم تعمیری اور تخریبی قدرتوں کی مخلوق کو بھی ان کا (یعنی چھپی ہوئی مخلوقات (جن) اور سامنے نظر آنے والی مخلوقات (انس) کا) ہم نشین ٹھہرا دیا۔ اور ان (قدیم) خلقتوں نے اس کائنات کو جو (آج) ان کے سامنے ہے اور آگے پیچھے پھیلی ہوئی سات دکھائی دے رہی ہے ان کے لئے سنوار دیا اور اُسے زریب وزینت بخش دی۔ اور (اس طرح) ان چھپی ہوئی خلقتوں (جن) اور سامنے نظر آنے والی خلقتوں (انس) کی امتوں میں ان کی پیش رو قدیم قدرتوں کی مخلوق پر جزا و سزا کا اعلان پس کر دکھایا۔ اور یہ جن و انس کی امتیں تو (ان انعام یافتہ امتوں کے بالمقابل) خسارے میں ہی رہیں۔

نوٹ :- مندرجہ بالا ترجمہ متقدمین کے ترجموں سے بالکل نرالا ہے جہاں تک یقین غالب آتا ہے اس قدر صحیح اور مربوط ہے۔ کہ قارئین کرام خود ہی اس کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ متقدمین نے قرآن سے مراد محض شیطان (واحد) لیا ہے۔ حالانکہ شیطانی مخلوق نے اس کائنات کو زریب وزینت قطعاً نہیں بخشی بلکہ وہ تو اس کی تخریب کے درپے ہے۔ مزید برآں مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ کے معنی ان کے اعمال کو جو انہوں نے اب کئے یا پہلے کئے فرمائے ہیں۔ لیکن وہ بھول گئے کہ اگر فی الحقیقت یہاں اعمال

ہی مراد تھے۔ تو جو اعمال وہ بعد میں کریں گے ان کا بدلہ انہیں کیونکر ملے گا۔ اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ان خلائق الفیاض سے مراد فی الحقیقت وہی کائنات ہے جو ہمارے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چاروں طرف زیب و زینت اور خوبصورتی کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے۔ مزید برآں متقدمین کے ترجموں میں اور بھی مشکوک معنی موجود ہیں جن سے قَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ کے معانی کا ترتیب کے لحاظ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بہر حال چونکہ ان آیات میں قَبْلُنَا لَهُمْ کے ساتھ کسی خاص نوع کا نام واضح نہیں کیا گیا اس لئے ہم قَدْنَا سے مراد قدیم تعمیر اور تخریبی دونوں خلیقتوں کو پیش کرنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں۔ قرآن عظیم میں ایک اور مقام پر نَقِیضٌ لَهُ شَیْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَدْرٌ کے الفاظ بھی آئے ہیں اس لئے ہمارے معانی اس کے نقیض ثابت نہیں ہوتے۔ اس وضاحت کے علاوہ متقدمین نے حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ سے مراد قیامتی عذاب لئے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنی صاف ہیں کہ ان پر اعلان بالکل صحیح ثابت ہو گیا۔ اگر بالفرض ان الفاظ کے معنی قیامتی عذاب ہی درست ہیں تو یہ امر ظاہر ہے کہ نہ تو جنوں پر ابھی قیامت آئی ہے۔ اور نہ انسانوں پر ہی۔ غرضیکہ متقدمین کے معانی نہ تو اس آیت عظیمہ کے سیاق و سباق کے مطابق صحیح تصور کیے جاسکتے ہیں۔ اور نہ وہ بذاتِ خود قابلِ فہم سمجھے جاسکتے ہیں۔

الغرض اشیاء کے احیاء سے قبل قدرتوں کی تخلیق ثابت ہوتی ہے۔ جو آج بھی اس کائنات میں کارفرما نظر آتی ہیں۔ ان کے بعد ان کے ملائکہ تخلیق میں لائے گئے۔ اور ملائکہ کے بعد دیگر انواع جن میں جن یعنی چھپی ہوئی خلیقتیں اور پھر بعد میں انس جن میں ظاہر نظر آنے والی اُمتیں شامل ہیں۔ تعمیری قدرتوں سے سلجھدین کی ارواح اور تخریبی قدرت سے غیر ساجدین کی ارواح ظہور میں آئیں (لَعَلَّ یَكُونُ مِنَ السَّاجِدِیْنَ یَا وَاسْتَکْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِیْنَ) اس کے بعد ہر دو قسموں کی انواع میں سے جبال اور نساء کا محاکمہ یکساں طور پر قائم ہوا۔ (۵-۶)۔ جبال سے جبال اور سے جبال (الجن) اس کے بعد پھر ان میں صاحبِ ارادہ اور شعوری انواع نے جنم لیا۔ انس کی انواع نے طین یعنی مٹی کے ایسے عناصر سے تخلیق پکڑی جو بذاتِ خود آگ پیدا نہیں کرتے۔ اور جن کی انواع نے ایسے عناصر سے تخلیق پکڑی جو بذاتِ خود آگ پیدا کرتے ہیں۔ (۱۵ : ۲۴-۲۶) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ وَالْجِبَّاتِ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ انس کی انواع کے لئے ایسے تمام عناصر یا اجزات و معدنیات کرے اور جانور وغیرہ جو ان کے کھانے اور لیکن ہونے کے لئے مفید تھے حکمتی لحاظ سے جُدا جُدا مخصوص کر دئے گئے۔ اور جن کی انواع کے لئے جو مفید تھے علیحدہ کر دئے گئے۔ انس سے تعمیری اور پھر انس انواع ظہور میں آئیں اور جن سے تخریبی اور شرانگیز انواع اکثر پیدا ہوئیں۔ لیکن اگر انسان بھی تخریب کی طرف لوٹ جائے تو اسے شیطان کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر جنوں میں سے کوئی تعمیر کی طرف لوٹ آئے تو اسے انسان سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ لہذا اس کائنات میں ارضی خلیفہ اول پہلے ابلیس تھا جو النار کے بطن سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور دوسرا خلیفہ ارضی انسان یا آدم ہوا جو مٹی کے بطن سے پیدا کیا گیا۔ ایک کی معزولی اور دوسرے کی سخت نشینی سے جو ذہنی کشیدگی ظہور میں آسکتی تھی۔ اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ ابلیس ابنِ آدم کو گمراہ کر دینے میں پیش پیش ہے۔ گویا انسان اور ابلیس دونوں ارضی طاقتیں ہیں جنہیں تعمیر و تخریب کی کشمکش جاری ہے۔

ہمارے بعض علماء نے جن ادانس کی انواع کو ایک ہی نوع کہا ہے۔ لیکن ہے ان کی تشریح صحیح ہو۔ ہماری تحقیقات میں جو کچھ آیا ہے ہم نے اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ بالا الفاظ میں صاف کر دیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیات اور یٰذٰلِکَیْنِہِمۡ جی میں محض آیاتِ خدا یعنی خدائی اعجازات کا بیان اور قانون بقا یعنی ربوبیتِ علم کے سوا کچھ نہیں تھا کے بعد تیسرے مرحلے پر علم کی باری سامنے آئی۔ یعنی یٰذٰلِکَیْنِہِمۡ الْکِتَابِ یٰصِحْفَہُ فطرت کا علم اس میں علمی محاکمات اور نظریات صاف دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان علمی محاکمات اور نظریات کو سمجھنے اور ان سے خیر و برکت کے وسائل پیدا کرنے کے لئے ایک اور تجرباتی مشاہداتی اور عملی علم کی ضرورت تھی جسے خدا نے چوتھے درجے پر علمِ حکمت کا نام دیا ہے۔

چہارم۔ علمِ حکمت

آپ نے دیکھ لیا کہ خدا نے انسان کے سامنے دو مختلف کتابوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک کتاب کائنات کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اور دوسری حروف میں یعنی سطروں اور جملوں میں تحریر ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہی۔ گویا یہ کتاب فی الحقیقت اسی صحیفۃ فطرت یعنی کائنات کا دیباچہ یا تمہید تھی جس نے ہمیں دو قسم کے عظیم علمی میدانوں میں داخل کرنا چاہا۔ دین اسلام میں صالح اعمال کی تشریح وہی ہے جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے عملی اعجازات سے اخذ ہوتی ہے۔ نوع انسانی کے لئے علم کی بخشش کیوں ضروری تھی گئی اس کا جواب محض محاکماتِ کائنات ہی دے سکتا ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وحی کی اطلاعات کے مطابق علم صرف دو شعبوں پر منقسم ہے۔ ایک کائناتی محاکمات اور نظریات سے وابستہ ہے اور دوسرا ان پر مشاہداتی اور تجرباتی اعمال سے تشکل ہوتا ہے۔ ہمارے عقیدے میں نے ان دو علموں کا نام علمِ ہیئت اور علمِ حکمت و سائنس رکھا ہے۔ علمِ ہیئت پر غور و فکر سے خدا کی لاتعداد پیدائشوں کی نشان دہی اور ان کے دائرہ اعمال کا پتہ چلتا ہے۔ جن سے انسانی شعور مشاہداتی تجربات اور نظریات میں داخل ہو کر نہ صرف اپنی بقا، حفظ و دوام اور امن و سلامتی کی راہیں تلاش کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ بلکہ جوں جوں ایجادات اور تخلیقات میں آگے بڑھتا ہے۔ یہی جستجو رکھتا ہے۔ کہ یہ کائنات قائم و دائم رہے امن و سلامتی پر قائم رہے۔ تاکہ وہ اپنے لئے اس پر مزید غور و فکر کے بعد فلاح و بقا کے کئی اور اسباب بھی تیار کرے۔ یہی فلاح و بقا۔ ارتقا اور احیاء۔ غلبہ و استیلا کے اسباب تیار کرنا حکمت کے مترادف ہیں جن سے آگے چل کر تسخیر کائنات کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ انسان اپنی ایجادات اور تخلیقات کے بعد خلقی کے میدان میں قدم رکھتا ہے۔ اور خدا کو جو فی الحقیقت خلاقِ عظیم ہے۔ اپنے صالح اعمال اور حکمتی کردار سے احسن الخالقین ثابت کر دکھاتا ہے۔ اگر اس کون و مکان میں محض خدا کی ذات ہی خالق ہوتی تو وہ اپنے لئے احسن الخالقین کا اعلان کبھی نہ کرتی۔

علمی شعور پیدا کرنے کے لئے ہمیں نہ صرف اپنے پاکیزہ ذہن رسا سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ بلکہ علمِ نبوت سے علم کے اشارات

پاکر ایک صراطِ مستقیم ————— اور ایک پُر امن اور سلامتی کی شاہراہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔ ورنہ ہمارے تمام اعمال اور ہمارے تجربات و مشاہدات تخریب کا شکار ہو کر ہمارے لئے جانی اور مالی تباہی کا موجب بنیں گے۔ اور ہم خسارے سے دوچار رہیں گے۔ اس لئے خدا کے نزدیک حکمت کی دو متضاد شاہراہیں قائم ہیں۔ ایک کی بنیاد خالص خدائی علمِ فطرت پر قائم ہے۔ اور دوسری کی بنیاد تخریب کی ناہموار اور تباہ کن چٹانوں پر رکھی گئی ہے۔ خدا نے اپنی زبان میں اس حکمت کا نام سحر رکھا ہے۔ جس کے معنی تخریبی سائنس ہے۔

حکمت عربی لفظ ہے جس کے بمقابلہ انگریزی لفظ سائنس ہے (SCIENCE) ہمارا خدا الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی بہت زبردست سائنسدان ہے۔ ہمارا قرآن بھی وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ہے۔ یعنی یہ شہادت اور قسم ہے دعویٰ ہے کہ قرآنِ عظیم بھی حکمت و سائنس کے محاکمات اور تجزیوں سے بڑے ہے۔ ہمارے پیغمبر صلعم کے متعلق بھی کتابِ خدا کا یہ دعویٰ ہے کہ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ہ گویا رسالتِ مآب صلعم بھی تمہیں ربوبیتِ عامہ کے قواعد و ضوابط سمجھانے کے بعد کتاب یعنی صحیفہ فطرت کا اور حکمت و سائنس کا علم بخشتے ہیں۔ اور ایسا حکمتی علم مزید سکھاتے ہیں جس سے تسخیرِ کائنات ممکن ہے۔ کیونکہ یہ علم نہ تو تم سے پہلی کتابوں میں دیا گیا اور نہ سابقہ امتوں کو عطا ہوا۔ اسی لئے تم بھی اُسے قبل ازیں نہیں جانتے تھے۔ ادھر انسانی ارتقاء کے لئے خدا کی عظیم امانت بخشش بھی حکمت و سائنس قرار دی گئی۔ یعنی وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا یعنی جسے ہم حکمت و سائنس کا علم بخش دیتے ہیں۔ اُسے تو فی الحقیقت انسانی فلاح و بہبود کے لئے بے شمار انعامات اور خیر و برکت کے لاتعداد خزانے بخش دئے جاتے ہیں۔ گویا خدا کی نگاہ میں انسانیت کے لئے سب سے بڑا انعام حکمت و سائنس کا علم ہے جس سے نہ صرف تسخیرِ کائنات ممکن ہے۔ بلکہ نوعِ انسانی کی سلامتی و فلاح و بہبود اور حفظ و بقا بھی وابستہ ہے۔

خدا نے ان نوری شاہراؤں کو مندرجہ ذیل آیات میں یوں واضح فرمایا ہے :-

لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ ۝
یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف حیرت انگیز نورانی توانائیاں اور کائناتِ فطرت آچکی ہے اللہ تعالیٰ ان دو عظیم امانت
عطیات سے یعنی نور اور جس میں وہ نور تجلی رہتا ہے یعنی کائنات سے سلامتی اور حفظ و امان چاہنے والوں اور پُر امن و استحکام راہوں کو
تلاش کرنے والوں کے لئے رشد و ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

الغرض ان علوم کو نوعِ انسانی کے حوالے کرنے والی سب سے برگزیدہ جماعت فی الحقیقت انبیاء کی ہے۔ جن کے طفیل اس
کائناتِ ارضی میں رشد و ہدایت کے دروازے کھل گئے۔ اور آج مشرق و مغرب جو کچھ حاصل کر رہا ہے۔ انہی کے طفیل اور انہی کی دہلیز
پر سرنیاز خم کر کے حاصل کر رہا ہے۔

انبیاء کی خصوصیات

انبیاء علیہم السلام کا برگزیدہ اور پاک گروہ اگرچہ بشریت میں سے ہی تھا۔ لیکن قدرتوں اور توانائیوں کے لحاظ سے ان کا وجود عام بشریت سے یقیناً جداگانہ تھا۔ ان کے نفوس طیبہ میں خدائی انوار کی تجلیات کچھ اس قدر فزوں تر تھیں کہ وہ ان کے طفیل خدا کی وحی کو سن سکتے تھے بلکہ خدا سے سوال و جواب کا اعجاز بھی رکھتے تھے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کائنات میں خیر و شر کی توانائیاں موجود ہیں جس میں خیر زیادہ ہو وہ صالح اور جس میں شر زیادہ ہو وہ غیر صالح۔ لیکن جس میں محض خیر ہی خیر کی توانائیاں موجود ہوں۔ تو اس کے وجود کے تمام صالح سوئچ (SWITCH) ہی اپنی توانائیوں اور تجلیات کو واشکان کریں گے۔ خدا جملہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ انہی صلاحیتوں کے طفیل اس نے یہ تمام کائنات اور اُسے سمجھنے کے لئے تمام علوم انسان کے سپرد فرمائے۔ اور چونکہ خدا پاک اور منزہ ذات ہے۔ اس لئے انسانیت میں سے بھی جو پاک اور منزہ ہوگا اُس میں خدا کی کائنات کو سمجھنے اور اس کے علوم سے بہرہ ور ہونے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم ہوں گی آج مغرب کی تعمیر و تخریب سے بلی جلی اقوام کا ہمارے عوام کی طبائع پر اس قدر غلبہ ہے۔ کہ اکثر مسلمان بھی وحی کے حقائق سے نا آشنا ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اگر وحی کا سلسلہ اس کائنات ارضی پر نازل نہ ہوتا۔ تو یہ انسانیت نہ تو قلم کو سمجھتی۔ نہ لکھ پڑھ سکتی اور نہ یہ شعور ہی رکھتی کہ اس کائنات کو دیکھ کر اُس سے علمی روشنی حاصل کر سکے۔ یہ فیض و کرم محض انبیاء کی برگزیدہ جماعت کے طفیل ہے۔ کہ انہوں نے اس زمین میں رہنے پہنے درجہ بدرجہ ارتقاء کی طرف قدم بڑھانے اور علوم خدا سے بہرہ ور ہونے کے اسلوب اور ڈھنگ سمجھائے۔ ان کے وجود اور ان کی علمی صلاحیتوں سے انکار فی الحقیقت ایک کفر عظیم ہوگا۔

وحی کی حقیقت

نفس تخلیقی پر صبح و بصر اور اقلدہ یعنی قلب و ذہن کے آلات اور عالم بیداری اور عالم خواب کی صورت میں روح کی نورانیت جہاں حیرت انگیز اعجاز پیدا کرتی ہے۔ وہاں ایک اور مقام اُس پر ایسا پیدا ہوتا ہے جس کے مظاہر نہ تو بیداری کی حالت میں اور نہ خواب کی محویت میں رونما ہوتے ہیں بلکہ ان دو حالتوں کے بین بین ایک تیسری حالت میں روح کے عظیم الشان معجزات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس حالت میں نفس تخلیقی سراپا نفس مطمئنہ کی خاصیت میں پہنچ کر دو منزلوں کی طرف لپکتا ہے۔ پہلی منزل میں وہ خدا کی اُس وحی کو سننے پر قادر ہو جاتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے محض کسی راز یا خبر کو افشا کرنے کے لئے بغیر کسی استدعا کے نازل ہوتی ہے۔ لیکن دوسری منزل اتہاسائی و دشوار اس لئے ہے۔ کہ اس میں کسی استدعا کے ساتھ روح اپنے نفس مطمئنہ کو لے کر از خود خدا کی بارگاہ میں پہنچنا چاہتی ہے۔ اور حسب طلب خدا سے اپنے سوال کا جواب لینے کی متمنی ہوتی ہے۔ لیکن اس انداز میں جب تک کوئی بشر خدا کی اس منزل سے پوری طرح آشنا نہ ہو اور

اس کے آداب اور قرینوں سے کما حقہ واقف نہ ہو۔ اس وقت تک کوئی روح اپنے نفس مطمئنہ کو لے کر خدا کی بارگاہ میں نہیں پہنچ سکتی۔ یہ آداب اور قرینہ محض انبیاء کو عطا ہوتا ہے۔ اس لئے وہی اس سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ اس وحی کو وحی نبوت یا کتاب اللہ کہا گیا ہے۔

بچوں سمجھے کہ علم خداوندی کے حصول کے لئے اگرچہ ہر انسانی جسم میں کئی طاقتیں اور قوتیں ایک مستقل وجود میں اپنے اپنے مقام پر مستور ہیں۔ لیکن نہ تو یہ از خود تجلی ریز ہو سکتی ہیں اور نہ بیک بار تجلی ریز ہو کر نفس تخلیقی میں تجلیات کا ظہور برپا کر سکتی ہیں جسم انسانی میں صالح عناصر کی بہتات ہوگی تو صالح نفوس کی فراوانی بھی ہوگی۔ اور اگر تخریبی عناصر کا رفرما ہوں گے تو ان کے نفس بھی جسم انسانی میں ویسا ہی اثر پیدا کریں گے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے ایک پاور ہاؤس کی مثال سامنے رکھ بیٹھے۔ جس کے سوچ بورڈ پر کئی قسم کے سوچ (SWITCH) لگے ہیں۔ ان میں کولر (COOLER) کے ہیٹر (HEATER) کے روشنی کے۔ اندھیرے کے سفید روشنی کے لئے۔ سبز و سرخ روشنی کے لئے علیٰ حد القیاس ہر قسم کے سوچ موجود ہیں۔ اب یہ پاور ہاؤس (POWER HOUSE) کے انجنیئر پر وابستہ ہے۔ کہ وہ جس قسم کے منظر کی تیار کرتا ہے۔ اسی کا سوچ کھول دے۔ اور اپنی غشا کے مطابق ٹکٹ اٹھائے۔ لیکن اگر کسی سوچ کی تار کسی وجہ سے ٹوٹ جائے۔ تو اس کے منظر سے کوئی کیونکر فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہی حالت انسانی جسم کے پاور ہاؤس کی ہے۔ اس کے سوچ بورڈ پر بھی نیکی برائی، شعور، علم، بلوغت اور موت وغیرہ کی توانائیوں کے سوچ موجود ہیں جو محض انسانی طاقتوں کی تدریج ارتقاء اور ان پر انسان کے ذاتی اعمال کے اثر سے کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے انسان محض ایک انجنیئر کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ کہ اپنی مشینری کا موجود اگر موجود ہی مشینری کے سوچ بورڈ پر کوئی سوچ لگانا مناسب نہ سمجھے تو انجنیئر جو مشینری کو محض چلائے رکھنے یا اس کی توانائیوں سے ٹکٹ اٹھانے کا اہل ہے کیونکر ایسی توانائی کا ٹکٹ اٹھا سکے گا جس کا سوچ مشینری میں موجود ہی نہیں۔

یہ ایک مثال تھی۔ اور اگر ہم اس مثال پر غور کریں تو اس نتیجے پر آسانی سے پہنچ سکتے ہیں کہ جسم انسانی میں اس کی توانائیوں کے بٹن طاقتوں کی تدریج ارتقاء سے اور انسانی اعمال کی نوعیت کے مطابق خود بخود کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں۔ کئی بٹن بوقت تخلیق کئی تولید کے بعد کئی سن بلوغت پر کئی عمر کی پختگی پر اور کئی اپنا وجود رکھنے کے باوجود بھی نہیں کھل سکتے۔ بلا حصول مقصد رنگ آلود ہو کر خود بخود ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن جو جو اور منزل بمنزل اس خاک کی وجود کے بٹن کھلتے ہیں ان کی مخصوص قوتیں اور طاقتیں اپنا نرالے سے نرالا اعجاز دکھاتی ہیں۔

آپ نے خدا کے اس اعجاز پر کبھی غور کیا ہے۔ کہ عورت کے جسم پر پستان کا وجود بظاہر بچے کو دودھ پلانے کے لئے وقف ہے۔ لیکن مرد کے وجود پر جس میں دودھ کی صلاحیتیں موجود ہیں نہیں سینے کے دائیں بائیں عین اسی مقام پر دو نشان حیرت انگیز طور پر موجود ہیں۔ خدا نے کیا ان دو نشانوں کو عیش اور بے معنی بنایا ہے؟ ہرگز نہیں یہ بھی ایک عظیم الشان طاقت کے بٹن ہیں۔ عورت میں سن بلوغت پر خود بخود کھل جاتے ہیں۔ لیکن مرد اپنے مرتے دم تک اس بٹن کو کھول نہیں سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے۔ کہ اس میں خدا کی عظیم الشان بیرونی طاقتیں جنسی تبدیلی پیدا کر دیں۔ اور اس طرح مرد کے یہ بٹن کھل جائیں۔ اور علیٰ حد القیاس عورت کے یہ بٹن بند ہو جائیں۔ اس لئے سمجھنا چاہیے کہ ان بٹنوں کے کھولنے یا بند کرنے میں بیرونی طاقتوں کا بھی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ

جہاں انسان کی اندرونی قوتیں کسی بٹن کو بند کرنا کھینکے کے لئے مخصوص صلاحیت رکھتی ہیں وہاں انسان کا بیرونی ماحول بھی حیرت انگیز طور پر اعجاز دکھلا رہا ہے۔

اسی بیرونی ماحول کو درست رکھنے کے لئے خدا کے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ان کا کام محض یہی تھا۔ کہ وہ انسانی ماحول کو درست کر کے اس کے اندرونی ماحول میں تغیر پیدا کر دیں۔ اور ان کی قوتوں کے وہ بٹن جو بند ہوں یا زنگ آلود ہو رہے ہوں۔ کسی نہ کسی کوشش سے کھول دیں۔ جسم انسانی میں لورائیت کا صرف ایک بٹن ایسا ہے۔ جو خدا کے بیرونی اعجاز سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ مرد اور عورت دونوں میں یکساں طور پر موجود ہے۔ اس کا اعجاز یہ ہے۔ کہ جب خدا کو کسی شخص پر کسی راز افشائی کی ضرورت ہو۔ تو اس کا بٹن محض ایک لمحہ کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جب مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ تو خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ اس بٹن میں نفس مطمئنہ اور روح کے انوار کے اتحاد سے خدا کی بیرونی توانائی کو گرفت میں لینے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے جہانی سمع و بصر اور قلب و ذہن رضائے الہی میں مست و الست ہو کر فنا فی اللہ کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اس کی آنکھیں خدا کی آنکھیں اور اس کے کان اور قلب و ذہن کی قدر میں خدا کی قدسیہ قوتوں سے براہ راست منسلک ہو جاتی ہیں۔ یہی حالت اس شخص دجی سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ قلب و ذہن کا حیرت انگیز اعجاز ہے جس کا حصول عام انسانی طاقت سے بعید ہے۔

ہمارے منکر آج تک یہی کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ نوع انسانی کے لحاظ سے عورت اور مرد کا مقام یکساں ہے۔ ان میں فرق صرف یہ ہے۔ کہ مرد نسل کو برقرار رکھنے اور عورت نسل کو پیدا کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ حالانکہ جب خدائے حکیم و عظیم کی حکمتوں پر نگاہ جمتی ہے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ خدائے تذکیر و تانیث کا حیرت انگیز کرشمہ مختلف خواص پر قائم کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عربی زبان میں بھی تذکیر و تانیث کا وجود حیرت انگیز طور پر موجود ہے۔ پرندوں اور جانوروں میں حتیٰ کہ جمادات اور نباتات میں بلکہ فلکی کرور اور خدا کی تمام موجودات میں یہ مسئلہ یکساں طور پر موجود ہے۔ (وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا نَرًا وَجِئْنًا) لیکن نوع انسانی میں اس کا جو عظیم نشان فرق موجود ہے وہ نہ صرف حیرت انگیز ہے۔ بلکہ خدا کی عظیم نشان حکمتوں کو بے مثال طور پر پیش کرتا ہے۔ یعنی مذکر میں دجی نبوت کا بٹن موجود ہے۔ لیکن عورت میں قطعاً نا پید۔ یہی وجہ ہے کہ عام دجی اور دجی نبوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دجی نبوت محض برگزیدہ مردوں کو نصیب ہوئی لیکن عام دجی شہید کی مکتی سے لے کر ام موسیٰ ام عیسیٰ نیز زمین و آسمان جیسی خلقتوں کو بھی حاصل ہوئی۔ قرآن عظیم جا بجا اس کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اور کسی کو اس سے مفر نہیں۔

جب کوئی برگزیدہ شخصیت دجی کے مقام علیہ تک پہنچتی ہے۔ اور انوار خدا کی تجلیوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتی ہے۔ تو اس کے کان اور آنکھیں اس کے قلب و ذہن اگرچہ بظاہر وہی نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت ان کی توانائیوں میں ایک نیا عظیم انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ جس سے یہ اعضاء فطرت خداوندی کے تیسرے اور چوتھے اعجاز سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ تیسرے اعجاز میں برگزیدہ شخصیت محض کلام خدا کو سننے پر قادر ہو جاتی ہے۔ لیکن چوتھے میں وہ نہ صرف کلام خدا کو سن سکتی ہے۔ بلکہ سوال و جواب بھی کر سکتی ہے۔ قوت ارادی کی یہ دو عظیم مثالیں ایسی ہیں جن کو عام انسانوں کا ذہن رسا نہ تو پہنچان سکتا ہے۔ اور نہ پوری طرح اس پر

احاطہ کر سکتا ہے۔ ہاں صاحبِ وحی کو دیکھ کر ہم صرف یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صاحبِ وحی کی ہیئتِ جسمانی اور فکری انداز بدل رہا ہے پسینہ چھوٹ چکا ہے بدن کی عجیب کیفیت ہو رہی ہے۔ نہ عام بیداری نظر آتی ہے نہ خواب کی محویت حیرت انگیز کیفیت و حال ہے۔ وحی کے الفاظ قلب پر اتر رہے ہیں۔ انہیں برگزیدہ شخصیت تو خوب غور و عرض سے سن رہی ہے۔ لیکن آس پاس بیٹھنے والے وحی سے کلفتیہ بے خبر ہیں۔ کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ان کی آنکھیں وحی لانے والی قدرتِ قدسیہ کو دیکھ نہیں سکتیں۔ غرضیکہ ایک پر وحی خداوندی کی بارش ہو رہی ہے اور باقی بیٹھے حیرت و استعجاب میں غرق ہیں کہ خدا کا پیغام کیا آتا ہے۔ وحی کے الفاظ کیا ہوں گے۔ خدا سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اور ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ

ہم کہہ چکے ہیں اور جیسا کہ احادیثِ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ عالمِ وحی کے وقت نہ تو عام بیداری کے اثرات نظر آتے ہیں اور نہ خواب کے۔ یہ کیوں ہے۔ جہاں تک ہمارا ناقص فکر کام کرتا ہے۔ یہ ہے کہ وحی کی آمد کے وقت صاحبِ وحی کی کامل کیسوٹی اور دنیا کے تمام رشتوں سے کامل قطع تعلق اس لئے ضروری قرار پاتی ہے۔ کہ وہ خدا کی آواز کو غور و فکر سے سُنتے ہیں سرگرداں جوتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کہ محض کیسوٹی کی کوشش سے ایک دور بیٹھے انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اس کی حالت کو بھی دیکھ لیا۔ کیسوٹی سے جہاں چھوٹے چھوٹے مسائل کا حل آسان ہو جاتا ہے وہاں لاینحل عقڈوں کی گرہ کشائی بھی ممکن ہو جاتی ہے اسلئے غور و فکر کیلئے کیسوٹی کا ہونا از بس ضروری ہے۔ مغربی اقوام کی اکثریت اگرچہ آج وحیِ خدا سے برگشتہ ہو کر حضرت مریم اور حضرت امّ موسیٰ کی وحی اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کی وحیِ نبوت کو بھی ایک قصہ پارینہ سمجھ رہی ہے۔ نیز وحی کے اعجاز سے بھی انکار کر رہی ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں کہ دینِ فطرت میں ان کی پُر امن کوشش بہت جلد اس امر کو اظہر من الشمس کر دے گی۔ کہ اس کائنات میں یہ منتشر عناصر اور ان کے ایٹموں، کائناتی قدرتوں اور ان کے ملائکہ کی حیرت انگیز مخلوق میں خدائے حکیم و عظیم کے لاتعداد حیرت انگیز اعجاز ایسے بھی مستور ہیں جن کی تحقیقات سے حقیقتِ وحی کے اڑھائے دروں کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ابھی ابھی ان قوموں کے ایک پتے اور دینِ فطرت کے پیرو نے مندرجہ ذیل تحقیقات کو پیش کر کے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے اور وحیِ خدا کو سمجھنے میں بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں :-

محترم گلن او بلو (GLEN AUBLOUGH) - ایک امریکی کے مشہور سائنسدان اور مفکر ہیں۔ اپنی کتاب جو ہر کے کرشمے (ترجمہ محترم محمد سعید صاحب) کے نسخہ ۱۹۷۸ء پر لکھتے ہیں :-

”جب پارے کے بخارات میں بجلی جاری ہو۔ تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ایسی روشنی سے حرارت بالکل پیدا نہیں ہوتی اور اس روشنی میں ایک نقش یہ ہے۔ کہ آپ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک ایسی روشنی کا ذکر جسے آپ دیکھ نہیں سکتے حیرت کی بات ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس روشنی کو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں ہمارے کان بھی تو ہر قسم کی آواز سُنانے کے قابل نہیں۔ غالباً آپ نے وہ سیٹی دیکھی ہوگی جس سے نکلنے والی آواز کُتا تو سن سکتا ہے لیکن آپ خود نہیں سن سکتے۔ پارے کے بخارات سے

خارج ہونے والی روشنی انسان تو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن بعض کیرٹ سے کورے اور دوسرے جانور اُسے دیکھ سکتے ہیں۔

ایک مغربی عالم فطرت کے اس حیرت انگیز حکمتی انکشاف کے بعد ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب ہماری یہ عالم آنکھیں "بس روشنیوں کو دیکھ سکتی ہیں اور بعض قطعاً نظر ہی نہیں آسکتیں۔ نیز ہمارے ظاہری کان بعض آوازوں کو بخوبی سن سکتے ہیں۔ اور بعض کو سننا ہی محال ہے۔ لیکن ان روشنیوں اور آوازیں کو انسان کے علاوہ دیگر مخلوق دیکھتی اور سنتی ہے تو یقین پیدا ہوتا ہے۔ کہ نفسوں یا عناصر کے ایٹموں اور جوہروں کی حیرت انگیز ترتیب و ترکیب سے پیدا ہونے والے اعجاز کس قدر عجیب اور حکمت گشا ہیں۔ کی عجیب کہ وحی خدا کے لئے بھی خدا نے اسی قسم کے اسباب اس کائنات کے اندر مستور کر رکھے ہوں جن سے کوئی مخصوص شخصیت دین نجات کے وقت یا عام اجازت سے مستفیض ہو رہی ہو۔ لہذا یہ محاکمات نہ صرف مشرق کے لئے باعث غور و فکر ہیں۔ بلکہ مغرب کے لئے بھی انکار وحی کے متعلق توجہ طلب ہیں بہر حال یہ محض صنایع عظیم کی حیرت انگیز حکمتوں کا اعجاز ہے۔ جسے چاہتا ہے وہاں فرماتا ہے۔

وحی کا اعجاز اکتسابی نہیں بلکہ آنے والے دور کے ارتقائی اسباب پیدا کرنے کے لئے ٹھوس اشارات کا ایک خدائی ذریعہ ہے۔ اس لئے جو حقیقت آنے والے دور کا انکشاف کرتی ہے۔ وہ اکتسابی کیونکر کہلا سکتی ہے۔ کسی گذری ہوئی حقیقت کا انکشاف تو انسان کے بس میں ہے۔ لیکن آنے والے دور کی پیشگوئی کرنا اکتساب سے ممکن نہیں۔ اس لئے صاحب وحی کا انتخاب سوام نہیں کرنے بلکہ ذات باری کرتی ہے۔ "اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَن سُلَّ وَ مِنَ النَّاسِ (۲۲) ہاں عقل و فکر اور ادراک نفسانی کی رہبری یقیناً وحی سے ہوتی اور وحی سے اور عقل و فکر انسانی کا دائرہ عمل کہیں ممکن نہیں۔ اس لئے تجربات اور مشاہدات کے بعد ایک تجلی پر اکتفا کرنا اور دوسری تجلی کی آرزو پیدا نہ کرنا کفر ہے۔ ہاں سمع و بصر اور افسدہ کی حدود جہاں ختم ہو جاتی ہیں وہاں سے وحی کی حدود شروع ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی حکمت و سائنس اور عقل و فکر محض علم وحی کے تابع قرار دیا جا سکتا ہے۔

الغرض انبیاء خدا سے پیغامات۔ اشارات فطرت و حکمت اور علم کائنات کے عظیم الشان محاکمات و آیات لے کر آئے۔ یہ اعجاز اس لئے نہ تھے کہ اپنے آپ کو عام بشریت سے بلند و بالا اور جداگانہ نوع تسلیم کرایا جائے۔ یا عام اور بے سمجھ انسانوں سے علمی مقابلہ کیا جائے بلکہ یہ اعجاز محض اس لئے تھے کہ ان کی اُمتیں حکمت خداوندی کے اعجازات اور کارناموں کو بحشم خود دیکھ سکیں اور ان میں حکمت و سائنس کی ایک ایسی لگن پیدا ہو جائے کہ آگے چل کر وہ بھی اسی قسم کے اعجاز پیش کر سکیں اور تمام نوع انسانی کو خدا کے پتھے دین فطرت سے مدد شناس کر کر انجام کار اس کائنات میں نہ صرف اپنے حفظ و دوام کے اسباب پیدا کر لیں بلکہ کائنات کی امن و سلامتی کو برقرار رکھنے کی تگ و دو میں لگی رہیں۔ گویا انبیاء نوع انسانی کو محض قوانین فطرت اور حکمت خداوندی کے راز افشا کر کے ایک ناطق جبران کو باشعور انسان بنانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ اس لئے یہ

برگزیدہ گروہ نہ صرف نسل انسانی کا نگران ثابت ہوا بلکہ تمام کائنات کی محافظت کا مدعی بھی ثابت ہوا۔ یہ برگزیدہ گروہ کائنات میں محض معلم المخلوق کی حیثیت سے زندہ رہا۔ نہیں بلکہ تخریب یعنی شیطانی کارناموں سے ہٹا کر خدا کی توحید سے بغلی کرنا رہا۔ یہ توحید کیا تھی۔ اور اس میں شرک کے معانی کیونکر ہیں۔ فی الحقیقت ہمارے لئے ایک بڑا ہی پیچیدہ سوال ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ خدا وحدت میں ہے۔ لیکن اس کائنات میں جو انواع پیدا کی گئیں ان کا باعث تخلیق بھی وحدت میں ہے جس کا نام خدا نے نفس رکھا ہے۔ (خَلَقَكُم مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ) اس جوہری ایٹم کی وحدت میں اور خدا کی وحدت میں فرق یہ ہے کہ جوہری ایٹم کو موت لازم ہے۔ لیکن خدا کو موت نہیں وہ حیات و قیوم ہے۔ (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ) اور (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) خدا میں بھی حیرت انگیز تجلیات موجود ہیں۔ اور نفس میں بھی لیکن خدا کی تجلیات ہمیشہ دائم و قائم ہیں اور نفس کی تجلیات کہ تخریب کی ایک معمولی سی چوٹ نسبت و نابود کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لہذا اگر انسان محض نفس کی وحدت کا شکار ہو کر خدا کی وحدت سے انکار کر جائے یا اُسے بھول کر محض نفس ہی کو اس کائنات کا موجد اور خلاق سمجھنے لگ جائے تو اُس نے ایک کبیرہ گناہ کیا۔ اُس نے شرک عظیم کیا۔ وہ اپنے خلاق عظیم کو بھول گیا جس نے اس کے نفس تخلیقی کو بھی پیدا کر دکھایا۔ خدا کے ہاں اس کا نام شرک عظیم ہے۔ کتاب خدا کو شروع سے آخر تک دیکھ لیجئے یہی نتیجہ اخذ ہوگا۔

چنانچہ انبیاء ہر آن اس دُھن میں رہے کہ نفس کی تجلیات سے روشناس کر اگر خدائے قدوس کی تجلیات کی طرف سے بائیں۔ ایک مثال کو پیش کر کے اصل کی طرف بلا لائیں۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا تھا۔ مَنْ عَدَّ نَفْسَهُ فَقَدْ عَدَّ سَبْعًا۔ گویا جس نے نفس تخلیقی کو بغور و فکر سمجھ لیا وہ خدائے حقیقی کی پہچان کی طرف لپک پڑا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی پہچان بھی لازم ہے۔ اس کی ماییتوں سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے۔

ہاں! تو انبیاء کو خدا سے جو کچھ ملا۔ انہوں نے اُسے اپنی اُمتوں کے سپرد کر دیا۔ اُس میں سے ایک ذرہ بھر بھی اپنے پاس چھپا کر نہ رکھا۔ اُس میں ذرہ سا بخل نہ کیا۔ لیکن ناہنجار اُمتیں اُسے ہر آن بھولتی رہیں۔ تخریب کا شکار ہوتی رہیں۔ اُن کو یکے بعد دیگرے پیغام خدا کی یاد دہانی ہوتی رہی لیکن وہ ہر آن کفرانِ نعمت کا شکار ہوتی رہیں۔ انجام کار اس پیغام خدا اور دین اسلام کی تکمیل کا وقت آیا۔ انسانی شعور اُس ارتقا کو پہنچا جس سے تسخیر کائنات ممکن تھی۔ لہذا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیٰ اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت اس کائنات میں جلوہ افروز ہوئی۔ اور خدائے قدوس کی طرف سے اعلان ہوا۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا۔ محمد معلم کے معانی ہی بتلا رہے ہیں کہ وہ بے اندازہ تعریف و تحمید کا سرچشمہ ہے۔ انہیں محض تسخیر کائنات کے لئے معراج سے نوازا گیا۔ انہیں خدائے تمام کائنات کی میر کر اگر تسخیر کائنات کے لئے نوع انسانی کو ایک ایسی راہ دکھائی۔ جس میں انسانیت کی تکمیل تھی۔ جو تفسود و فساد العین تھا۔ اس لئے اس آخری نبی کو آخری کتاب بھی ایسی دی گئی جس میں تسخیر کائنات کے تمام محاکمات اور وسائل موجود تھے۔ یہ وہ عظیم نسخہ ربانی تھا جسے موعن انسانیت کے حوالے کر دیا گیا۔ اُس میں سے کچھ چھپا یا نہیں گیا۔ قرآن عظیم اس کا ثبوت یوں ہم پہنچاتا ہے :-

اے محمد صم جو کچھ بھی آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ اُسے موجودہ اور آنے والی نسلِ انسانی تک پہنچا کے رہو۔ اور اگر اُسے پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت کیا گیا۔ تو یاد رکھیں کہ آپ نے رسالت کے عظیم مقصد کو پورا نہیں کیا۔ آپ کو سَحْمَةُ اللّٰعَلَمِیْنِ بنا کر اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ آپ کو حکمت و سائنس سے جو عظیم الشان نعمت سرمد ہوئی ہے۔ وہ فی الحقیقت تمام جہانوں کی انواع کے لئے رحمتِ خداوندی ہے۔ لہذا اسے بھی تمام نسلِ انسانی کے لئے عام کر دو۔

اگر کوئی پیغام فی الحقیقت عمل کے لئے ہوتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ قرآن حکیم و عظیم بھی عمل کے لئے بھیجا گیا۔ اس پر عمل محض نماز روزہ حج زکوٰۃ اور نماز کو ایک ماننے تک محدود نہیں بلکہ اس کا ایک ایک حرف باعثِ غور و فکر ہے۔ اُس کی ایک ایک سطر اور آیت اعجاز ہے۔ ایک کو مان کر دوسری سے پہلو تہی کر لینا ماننے کے مترادف نہیں۔ اَلَا فَتَوْهِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (خدا کو ایمان اور کفر سے ملے جلے اعمال منظور نہیں۔ خدایہی چاہتا ہے۔ کہ اس پیغامِ قدسی کے ایک ایک حرف پر نثر تم جائے۔ اور جب تک اس کا مطلب پوری طرح سمجھ میں نہ آجائے آگے نہ بڑھا جائے۔ ہاں آگے اس لئے پڑھا جائے کہ اُس سابقہ لفظ کے معانی کا علم ہو سکے کیونکہ قرآن کے ہر لفظ کی تشریح یا اس کے معانی خود اُسی کے اندر موجود ہیں۔ اُسے ہر چند کسی بیرونی یا خود ساختہ لغت کی حاجت نہیں اسے سمجھنے کی شرائط یہ ہیں۔ کہ اس کے ہر لفظ اور اس کی ہر آیت پر پوری طرح تدبر غور و فکر اور تفہمت کام لیا جائے۔

۱۔ قَدْ نَصَلْنَا آيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُوْنَ

ہم نے قرآنی اعجازات کو محض ایسی قوم کے لئے پیش کیا ہے۔ جو فقہ میں مصروف رہتی ہے۔ اور ان پر غور و فکر کے بعد صحیح نظریات قائم کرتی ہے۔

۲۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

آسمانوں کے بینہ اور مینہ سے رونیدگی اور سبز سبز کو نیلیں اور کونپلوں سے جڑے ہوئے دانوں۔ کجور کے ٹکے ہوئے گچھڑوں انکوروں کے باغوں زیتون کے جنگلوں اور تمام درختوں کے جیرت انگیز ملتے جلتے پھلوں کی تخلیق پر غور و فکر کے بعد اور خدا کی ان عظیم الشان حکمتوں کے مفضل جو عظیم الشان علم فطرت افشا ہوتا ہے۔ وہی کسی قوم کے لئے امن و سلامتی کا ضامن بن سکتا ہے۔

۳۔ يَفْصَلُ آيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ

خدا کے تمام اعجاز محض ایسی قوم کی ارتقاء کے لئے سود مند ہیں جو عقل و شعور اور علم سے کام لیتی ہے۔

۴۔ اَلَا اِنَّ آيَاتِ لِقَوْمٍ يَّرْتَابُوْنَ

اور یہ آیات ایسی قوم کے لئے سود مند ثابت ہوتی ہیں جو ہر تخریب سے بچ کر رہتی ہے۔ (تقویٰ تخریب سے بچنے کا نام ہے)

(۵) یَدَبِرُ الْأُمُورَ وَيُفَصِّلُ الْآيَاتِ -

وہی خدا کسی تخلیق کے لئے اپنے نظام قدرت کی تدبیر کرتا ہے۔ اور پھر اپنے اعجازات کو تشریح کر دیتا ہے۔

(۶) إِنَّ فِي ذَلِكَ آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ -

یقیناً خدا کے کارہائے نمایاں بے شمار اعجازات پر مشتمل ہیں۔ جو محض ایسی قوم کو حاصل ہو سکتے ہیں جو غور و فکر کرنے کی عادی ہو۔

(۷) إِنَّ فِي ذَلِكَ آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ -

نیز جو عقل و شعور سے کام لیتی ہے۔ اسی کے لئے اعجازات کا انعام مخصوص ہے۔

(۸) إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَذَكَّرُونَ -

اور جو قوم ان اعجازات سے سبق اور نصیحت حاصل کرتی ہے۔ وہی خلقی اور ارتقاء کے میدان میں اتر سکتی ہے۔

الغرض کتاب خدا کو سمجھنے کے لئے عقل و شعور۔ تدبیر اور تفقہ کی ضرورت ہے۔ علم اس کا آلہ کار تخریب سے اجتناب

اس کا اتقاء۔ امن و غلبہ اس کا ایمان اور کائنات سے کچھ سبق اور نصیحت حاصل کرنا اس کا ذکر ہے۔ جو شخص ان اصولوں پر کامزن نہیں وہ قرآن اور اس کے علوم کو سمجھنے سے قاصر ہے وہی عالم ہے جو اس پر غور و فکر کے بعد کوئی ایجاد اور اعجاز دکھاتا ہے۔ وہی متقی ہے۔ جو اپنے اعمال میں تخریب سے بچتا ہے۔ وہی ایماندار کہلانے کا حقدار ہے۔ جو غلبے اور امن و سلامتی میں ہے اور وہی ذکر خدا کا طالب ہے۔ جو کائنات سے کچھ حاصل کر کے اپنی اور کائنات کی سلامتی کا باعث بنتا ہے۔

دین فطرت، دین قیم اور دین اسلام

قرآن عظیم میں غور و فکر کے بعد اگر کچھ پتہ چلتا ہے۔ تو یہی ہے کہ خدا کی نگاہ میں دین فطرت دین قیم اور دین اسلام فی الحقیقت دین خدا یا اس کے دین کی زنجیر (حَبْلُ اللَّهِ) کی مختلف تین سلسلہ وار کڑیاں ہیں۔ گویا دین فطرت سے دین قیم اور دین قیم سے دین اسلام پیدا ہو رہا ہے۔ دین کے معانی پر اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک مخصوص تاریخی کارخانوں یا لائحہ عمل کا نام ہے۔ جس میں حسابی انداز سے عدل و انصاف کے گرو۔ ربوبیت عامہ کے منصوبے اور فطرت خدا کے محاکمات سے منکشف ہونے والی حکمت و سائنس اور اس سے سچا نفع اور بد لا حاصل کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ گویا دین خدا علم فطرت کی ایک عظیم الشان شاہراہ ہے۔ جس سے کائنات کی لاتعداد پیدائشوں کے علوم۔ نوع انسانی کو ایک حراطہ ستیم پر درستی سے عمل پیرا اور قائم رکھنے والے علوم جن سے بالآخر ایسے حکمتی اور سائنسی علوم ظہور میں آتے ہیں۔ جو مخلوق خدا میں سلامتی امن اور خیر و برکت کا موجب بن کر انسانی ارتقا اور تسخیر کائنات کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ گویا کائنات کی پیدائش کے بعد نوع انسانی پر جسے اس زمین پر خلافت

سے نوازا گیا۔ دینِ خدا کا عطا کیا جانانا فی الحقیقت ایک عظیم احسان ہے۔ یہی دینِ ہرآن قدرتِ شیطان کی تخریب کاروں سے بچانے کا کام دیتا ہے۔ کائنات کی سلامتی اور اس میں موجود لاتعداد مخلوقِ خدا کا حفظ و دوام نوعِ انسانی کا غلبہ اور استیلا۔ امن و ایمان کی حیرت انگیز حکمتیں اور برکتیں اسی سے ظہور میں آتی ہیں۔ یہی دینِ اُن عظیم الشان علوم سے بہرہ ور کرنے کا مدعی ہے۔ جن میں قدسیہ قدرتوں کا علمی نظام اُن کے ملائکہ کا علمِ ظلمت و نور کا علم۔ موت و حیات کا علم۔ ایجاد و تخلیق کا علم شامل ہے۔ زمین پر خلیفہ یا کسی امت یا نوع کا جانشین بننے کے لئے نوعِ انسانی کو جہاں سمع و بصر اور قلب و ذہن کی عظیم صلاحیتیں محض اس لئے بخشی گئیں کہ ان سے کام لیکر تمام علوم کی تصدیق عملی طور پر کی جائے۔ وہاں ایسے تمام علوم کی نشاندہی بھی کر دی گئی جن سے نوعِ انسانی ایک نوری مخلوق ایک باہر اور خلاق امت نیز پوری طرح ارتقاء یافتہ ہو کر تسخیرِ کائنات کے قابل بن سکتی تھی۔

تخریبِ کائنات کا شیطانی دیو ہرآن اس نملیفہ ارضی یعنی انسان کے خلاف اپنی ضد اور تعصب پر اس لئے اڑا ہے۔ کہ کہیں یہ نوعِ دوامی زندگی حاصل نہ کر پائے۔ نیز اس دلفریب کائنات کو اپنی تخریبی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنا کر یہ ثابت کر دے کہ نہ بالنس رہے گا اور نہ بالنسری بچے گی۔ عین ممکن ہے۔ کہ یہی تخریب بالآخر اس کائنات کے انجام کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انسانی خلافتِ ارضی کا یہ دلفریب گہر و نڈا بھی فنا کے گھاٹ اُتر جائے۔ اسی خطرہ کے پیش نظر خدا نے اتمامِ حجت کے طور پر اور نوعِ انسانی کی اس مہیب کشمکشِ حیات کے لئے ایک ایسا دین عطا فرمایا۔ جس پر شیطانِ تخریب غالب نہیں آسکتی۔ نہیں بلکہ اس تمام کائنات کی بقا اور اس کا حفظ و دوام بھی قائم رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہم دھڑلے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کائنات کی فنا کا باعث محض ہماری تخریب پسندی ہی ہوگی اور قیامت سے پہلے فنا کا بگل یا صورِ امرِ اقبل اسی کے طفیل بچے گا جس خدا نے اس کائنات کو بے مثال طور پر خوبصورت اور دلفریب بنایا ہے اُسے خود ہی فنا کر دینے میں کیا حاصل ہوگا۔ اس لئے ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ خدا کو فی الحقیقت یہ ساری کائنات بے حد پیاری ہے۔ اُس نے اسی لئے اس کے قیام و دوام کے لئے پے در پے اپنے پیغام نازل فرمائے اور بالآخر نوعِ انسانی کے ساتھ اپنی دُور بد و ملاقات کا روح افزا مشورہ بہم پہنچا کر اُس کے حیات کا آخری نصب العین تسخیرِ کائنات قرار دیا۔ ہرآن امن بجل رکھنے اور مومن بنے رہنے میں یہی پیش نظر تھا۔ اور کُلُّ اَمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَکَتِهِ وَ کُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ کا منشا بھی یہی تھا۔ اسی میں ہر امرِ سلامتی اسی میں غلبہ اور اسی میں حفظ و دوام کے وہ تمام مراحل موجود تھے جن سے اسلام اور ایمان قائم کیا جاسکتا تھا۔



فطرت

فَطَوَّرَ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۳۰: ۳۰)

خدا کا یہ علم پیدائش کائنات وہ حقیقت کُشا علم ہے جس کے مطابق تمام نظریاتی انواع کو پیدا کیا گیا۔ اللہ تو اپنی خلقت میں (کوئی انواعی) تبدیلی نہیں کرتا۔ (گویا ہر نوع کو اس کی مخصوص شکل و صورت میں پیدا کرتا ہے) یہی دین فطرت فی الحقیقت ہر ایک کو ایک صراطِ مستقیم پر سیدھا چلانے رکھنے والا اور نگاہ میں درست رکھنے والا ارتقا پذیر دین ہے۔ (لیکن باوجود اس کے) اس کی عظیم علمی حقیقتوں سے انسانی اکثریت بے بہرہ ہے۔

گویا یہی دین فطرت فی الحقیقت دینِ قیم ہے۔ انسانی فلاح و ارتقاء کے لئے ایک صراطِ مستقیم ہے۔ انسانی فہم و ادراک کے لئے کمالات و ایجادات کا سرچشمہ ہے۔ اسی میں سلامتی اور امن کے راز مضمّن ہیں۔ اس لئے یہی دین فی الحقیقت دینِ اسلام ہے۔ نوعِ انسانی کے سرخیل اور آدمیت کے رہبر اول حضرت آدمؑ سے لیکر آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء کو یہی دینِ اسلام عطا کیا گیا۔ اسی کی تبلیغِ صفحہ ارض پر یکے بعد دیگرے ہوتی رہی۔ لیکن افسوس کہ صرف چند فہمیدہ انسانوں نے ہی اسے قبول کیا۔ جو خدا کے انعامات سے سرفراز ہوتے رہے۔ اسے بھولنے والوں کی اکثریت اپنی کم علمی اور ضد کے سبب ہلاک ہو کر صفحہ ہستی سے مٹتی رہی۔ واقعہً اسرار اور حکمت شناس افراد ہی اپنی سطوت و جبروت کا ڈنک بجاتے رہے۔ بے شعور اور کم فہم اکثریت ذلت و رسوائی کا شکار ہوتی رہی اجتماعی صورت میں کوئی قوم اپنی بقا کا کوئی ایک نظریہ قائم نہ کر سکی۔ اس کی اکثریت فلاحِ انسانی کے لئے کچھ پیش نہ کر سکی۔ اس لئے ایسی اکثریت کمزوری اور نامرادی کی حالت میں سمٹ کر اپنے خاندانوں سمیت صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئی۔ غور سے دیکھا جائے تو آج بھی جن قوموں کی اکثریت اسرارِ خدا کی تجلیات اور حکمتِ خداوندی کے آبدار موتیوں سے تہی دامن ہے صرف غلطی کی طرح مٹ رہی ہے۔ وہی اس سطح زمین پر خلافتِ غلبے اور استیلا کی دعویٰ ہے جس کی اکثریت شعور اور علم و حکمت سے بہرہ ور ہے۔ وہی حکمران نظر آتی ہے۔ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ کا مطلب اسی سے واضح ہے۔ منہ سے مسلمان ایماندار اور اسلام کی رٹ لگانے والی قوم لیکن اکثریت کے لحاظ سے علمی اور شعوری طور پر فطرتِ خداوندی اور حکمت و سائنس سے نا آشنا ملت کس منہ سے دعویٰ کر سکتی ہے کہ وہ دُنیا میں ایک غالب عنصر ہے۔ هُمْ الْعَالِبُونَ کی صف میں کھڑی

ہے۔ امن و سلامتی کے گوارے میں ہے۔ نہیں بلکہ شعور و علم اور حکمت کے بغیر مسلم اور مومن بھی ہے۔ محض بے رُوح نمازوں کو کاہلی اور سستی کے ساتھ عادتاً رخصا لینے اور ایک ماہ جو کا اور پیاسا رہنے کے بعد خدا کی غلبہ آفریں اور امن و سلامتی کی آماجگاہ یعنی الصَّلَاة اور الصِّيَام کے حیرت انگیز اور فیض بخش نتائج سے بے پرواہ اور اپنی بے علمی اور بے شعوری کے عالم میں اپنی بقا سے نا آشنا قوم اپنے مذہب سے مسلم یا مومن کہلاتی رہے تو اس کا نتیجہ مضحکہ انگیزی کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے۔ ایسی قوم فی الحقیقت فریب خور وہ ہے۔ اپنے انجام سے بے خبر ہے حکمت خداوندی کی برکتوں اور ہدایتوں کا منہ چڑا رہی ہے۔ خدا کو اور غضب میں لا رہی ہے۔ منکر خدا بن رہی ہے۔ دینِ فطرت، دینِ قیم یا دینِ اسلام سے سرتاپا باغی ہے۔ امن و امان سے برگشتہ ہے۔ غلبہ و استیلا سے ناواقف ہے۔ آیاتِ خدا سے عملی انکار کر رہی ہے۔ فقیہ اور منکر قطعاً نہیں۔ عالم اور عاقل قطعاً نہیں۔ اُسے فہم و ادراک سے کچھ واسطہ نہیں۔ اس صریح بغاوت کے باوجود اُس کی طرف سے مسلم اور مومن بنے رہنے کی حیلہ جوئی محض عبث اور ناکاربر راجحت ہے نہیں بلکہ صریح بیاداری ہے۔

کیا دنیا میں پینے کی یہی باتیں ہیں

ادھر دیگر ادیان عالم میں بھی یہی کیفیت ہے۔ آج بحیثیتِ مجموعی کوئی قوم نہ تو مسلم اور مومن نظر آتی ہے۔ اور نہ فی الواقعہ کافر اور منکر خدا ہے۔ ہاں جس قوم کی اکثریت دینِ اسلام کی عملی طور پر تابع اور خدا کی صحیح معنوں میں فرمانبردار ہے وہی غالب کہلا رہی ہے۔ وہی خدا کی حکمتوں سے بہرہ ور ہے۔ وہی کچھ علمی شعور رکھتی ہے۔ وہی نہ صرف اپنی زندگی سنوار رہی ہے بلکہ ارتقاء میں اپنے قدم بھی آگے بڑھا رہی ہے۔ خدا کو کائنات کا موجد اور خالق مان کر اُس کے حکم کے مطابق اس کی تسخیر میں لگی ہے۔ خدا کی خدائی سے کچھ اخذ کر کے خدا کو عملاً مان رہی ہے۔ خدا کے رسولوں اور نبیوں کے معجزات پر یقین کر کے خود بھی معجزات پیش کر رہی ہے۔ ہماری نگاہ میں اکثر الناس کی یہی اقلیت فی الحقیقت خدا کے نزدیک مسلم اور مومن ہے۔ منکر اور عالم ہے۔ فقیہ اور ذاکر ہے۔ انسانیت کی فلاح و خیر کے لئے کچھ پیش کر رہی ہے۔ شعور سے کام لے کر اپنے بقا کے فکر میں ہے۔ فطرتِ خدا کا مطالعہ کر کے اور اس سے کچھ اخذ کر کے ایجاد و تخلیق کے دائرے میں قدم بڑھا رہی ہے۔ اور فطرۃ الناس علیہا کی مصداق بن رہی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہی افراد کتابِ خدا کے علم کو اور انبیاء سے حاصل کردہ دین کو عملاً سچا ثابت کر رہے ہیں وہ وہی کچھ پیش کر رہے ہیں۔ جو انہوں نے انبیاء سے ورثہ میں پایا اس لئے وہ نہ صرف عملاً کتابِ اللہ کو مان رہے ہیں۔ بلکہ اپنے انبیاء کو بھی صحیح معنوں میں مان رہے ہیں۔

یہ لاتعداد شعوری اور غیر شعوری مخلوق یہ شمس و قمر اور اُن کے لاتعداد دوسرے کرتے ہمارے سامنے یہ غیبی اور ظاہر طاقتیں۔ یہ بحیثیتِ غیب والشہادۃ قدرتیں۔ یہ نوعِ انسانی اور اس سے حیوانات جمادات اور نباتات کا گہرا رابطہ۔ خدا کی چار قدرتیں اور اُن کی توانائیاں یعنی ملائکہ یہ مُلَقِّیَات یہ مَلَكُوت اور مَلَكُوتِ الْمَوْت۔ یہ عناصر اور ان کے جوہر نفس یا ایتیم یا ارواح اور روح القدس اور ان کے بلقابل شیطانی قدرت جوہر آن نوعِ انسانی کے پیچھے لگی ہے کہ اُسے گمراہ کر دے۔ یہ السَّمَاء اور الارض یہ ہوائیں اور بجلیاں۔ یہ میزبان اور وزن اور اُن کی حیرت انگیز کششوں سے سمندروں کے بطن سے اُٹھنے والے جوار بھاٹے اور مد و جزر۔ یہ ریحِ صرصر عاتبۃ یہ الشَّقْصُ یہ شَوَاطِیہ یہ یَحْمُومِر۔ زَبَانِیہ اور مُسْتَنْفِرۃ

یہ مآوج اور موریات یہ السعیر اور صواعق یہ ریح العقیم اور صاعقہ یہ رعد اور برق یہ حبلک
 اور کسفت من السماء وغیرہ اللہ کی فطرت کے تمام مناظرات۔ مشاہدات اور محاکمات علمی جو شب و روز ہمارے شعور کو چرنگا
 رہے ہیں کیا فی الحقیقت محض بے فائدہ اور عبث ہیں؟ کیا خدا نے یہ تمام اعجازات اور کمالات (صعاً ذالک) کسی نوع کے مقابلے
 میں علمی اور فنی تغلب کے لئے پیش کئے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! ہم جب دیکھتے ہیں کہ خدا نے اپنی وضع کردہ فطرت پر ہی انسانی
 فطرت کو استوار کیا (فَطَوَّرَ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا) تو یقین ہے کہ خدا نے یہ معجزات انسان کے سامنے
 محض اس لئے پیش کئے ہیں کہ وہ بھی اپنی فطرت کی مماثلت خدا کی پیدا کردہ فطرت پر رکھتے ہوئے کچھ بنا کر دکھائے کوئی نئی ایجاد
 اسی کائنات کے کل پرزوں کی مدد سے پیش کر سکے نہیں بلکہ نوع انسانی بھی خدا کی ایجادات پر غور و فکر کر کے اور ان سے سبق
 حاصل کر کے حیرت انگیز کارنامے دکھا سکے۔ تاکہ روزِ آفرینش میں جن ملائکہ نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا۔ انسانی کردار کو دیکھ
 کر خدا کے سامنے اپنے عجز کا صاف اقرار کر لیں۔ اور جس شیطانی قدرت نے اُس کے مطیع و فرمانبردار ہونے سے علمِ بناوت بلند
 کیا تھا وہ بھی پشیمان ہو کر اس امر کا اقرار کرے کہ نوع انسانی فی الحقیقت خدا کے اعجازاتِ علیہ میں سے ایک بلند ترین اعجاز
 تھا اور اب اس کے لئے کوئی چارہ کار باقی نہیں کہ وہ اُس کا پیچھا چھوڑ کر کسی اور کوسے کی راہ لے۔

یہ امر تو اپنی جگہ قائم ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق دینِ خدا کو طوعاً و کرہاً مان رہی ہے۔ (۸۲: ۳) فطرتِ خدا کی عجوبہ
 نمائیوں اور معجزات کو بچشمِ خود دیکھ کر ایک فیصلہ کن یقین سے دوچار ہے۔ کہ فی الواقع کوئی نہ کوئی عظیم ہستی (جس کا نام حتمی
 طور پر اللہ تعالیٰ ہے) یقیناً فاطرِ کائنات ہے۔ اور یہ تمام کارخانہ موت و حیات اُس کے اشاروں پر رواں دواں ہے۔ لیکن کیا
 یہ تعجب انگیز امر نہ ہو گا کہ خود انسان جسے دیدہٴ عبرت نگاہ بخشے گئے۔ سماعت اور قلب و ذہن کے معجز نما آلات سے مزین کیا گیا خدا
 کی کائنات میں یہ سب دیکھتے اور محسوس کرتے ہوئے اندھا رہے۔ اُس سے کچھ حاصل نہ کرے۔ بے شعور اور بد کردار بنا رہے۔
 اس کائنات میں مزید کسی ایجاد و تخلیق کا باعث نہ بنے۔ اور بے شعور و بے علم کہلائے۔ نیز خدا کی حکمتوں کو بروئے کار نہ لائے۔

یاد رکھئے

دینِ فطرت یا حکمت و سائنس کا علم کسی مخصوص انسانی گروہ کے لئے وقف نہیں۔ اس کے لئے کوئی خاص قوم یا
 امت مختص نہیں۔ اس حکمت کشادین کو لانے والے پیغمبرِ اعظم صلعم محض ہم کلمہ گو افراد کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لئے
 بشر و نذیر بن کر آئے۔ وہ خاتَمَ النَّبِيِّينَ ہونے کے ساتھ ساتھ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ بھی ہیں۔ لہذا وہ تمام انسانیت کی
 ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے اور ان کی کتاب تمام بنی نوع انسان کے لئے یکساں طور پر ہدایت بخش ہے۔

۱۵۸: ۲۰ - قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (ص) فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَبُّوْا لَهُ

الَّذِي أَوْصِيَّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبَعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

ترجمہ :- اے نبی! خوالزمان صلعم کہہ دیجئے کہ میں تو تم سب انسانوں کی طرف رہا تخصیص رنگ و نسل اور ملک و وطن) خدا کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اسی خدا کی طرف سے جس کے قبضہ قدرت میں آسمانوں اور زمین کا وسیع ترین ملک ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے ایسے رسول پر جو آتی ہے (اور آج تک ماسوائے قرآن کے کسی اور کتاب اللہ کو نہیں دیکھا سکا) اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے حیرت انگیز اعجازات کے طفیل تمہارے امن اور سلامتی کے لئے ایک عظیم الشان ماحول پیدا کر رہا ہے۔ لہذا اس امن کے پیدا کرنے میں اس کے مہربان جاؤ نیز خدا کے کلمات (یعنی محاکمات حکمت و فطرت) سے خود بھی ایماندار بن رہا ہے اور تمہیں بھی ایماندار بنانا چاہتا ہے۔ لہذا اسی کی پیروی میں لگے رہو تاکہ تم حکمت و فطرت کی عظیم الشان شاہراہوں کو طے کر سکو اور ان سے رہبری حاصل کر سکو۔

۲۸ : وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ :- اور ہم نے اے پیغمبر آپ کو تمام نوع انسانی کے لئے یکساں طور پر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔ بلکہ آنے والے دور کے مسلمان بھی آپ کو محض اپنے لئے مخصوص کر لیں گے اور دوسری قوموں سے منافرت کا بدترین جذبہ پیدا کر کے انہیں آپ کی امت سے باہر سمجھیں گے) گویا اکثر الناس کا اشارہ واضح طور پر موجودہ مسلمانوں کی طرف ہے۔ کیونکہ وہ اپنے سوا کسی اور قوم کو امت محمدیہ سمجھتے ہی نہیں۔

(الحديد) هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰٓى عَبْدِهٖ ؕ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝

بنی نوع انسان کا خدا تو وہی ہے جو اپنے بندے محمد پر واضح اعجاز نشانات و کمالات نازل کیا کرتا ہے۔ تاکہ تم سب کو اندھیروں کے عالم سے نکال کر نوری محاکمات کے ماحول میں لے آئے۔

گویا رسول خدا صلعم تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ وہ کسی مخصوص قوم اور ملت کے پیغمبر نہیں تھے بلکہ دنیا سے شرق و غرب کی انسانیت کے لئے یکساں پیغمبر بن کر آئے۔ اُن کی لائی ہوئی کتاب اور اُن کے پیش کردہ فلسفہ حیات اور اُن کی لائی ہوئی حکمت و سائنس کے دروازے تمام نوع انسانی کے لئے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ یہ انہی کا معجزہ ہے کہ آج مشرق و مغرب کے انسان ظلمت سے نکل کر نوری محاکمات سے بہرہ ور ایسی توانائی کے حیرت انگیز اور حیات بخش نسخوں سے آشنا ہو رہے ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ دین اسلام یا دینِ قیم محض یہی ہے کہ کائنات میں غور و فکر کے بعد حکمتی نتائج حاصل کئے جائیں اور اس امر پر یقین پیدا کیا جائے کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز باطل اور ناکارہ برزقاً نہیں لہذا اس کارخانہ فطرت کو باطل اور بیکار سمجھنے والی قوم ہی فی الحقیقت مُنکِرِ خدا اور کافر ہے اور کائنات سے کچھ اخذ نہ کرنے والے ہی اسے فی الحقیقت باطل سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے کیا اس کفرانِ نعمت کی سزا انہیں بالآخر نہ ملے گی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

۳۸ : ۳ - وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا كَالْفُجَّارِ ه

اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے باطل و بیکار ہرگز پیدا نہیں کیا۔ یہ گمان وہی کر سکتے ہیں جو اپنے زعمِ باطل میں اس کائنات کے پیدا ہوجانے کے بعد اُسے فی الحقیقت بے کار اور ناکارہ برزقاً سمجھ کر کافر بن چکے ہیں۔ تو ایسے کافروں کی اس نادانی اور جہالت کی وجہ سے ان پر جہنم کی آگ (جس میں اٹمی آگ السقر کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے) کیا ہی افسوسناک منظر پیدا کرے گی۔ اور کیا ہم ایسی قوم کو جو فی الحقیقت اس سلامتی کے لئے تک و دو کر رہی ہے۔ ایسی قوم کے ہم پلہ سمجھ لیں جو زمین میں کاہل بے علم۔ بے حکمت اور بیکار عنصر بن کر ہر آن آمادہ فنا و رہتی ہے۔ اور کیا ہم ایسے لوگوں کو جو عذابِ خدا سے (اپنی حکمت و سائنس سے کام لیکر) باقی اقوامِ عالم کو ڈرا رہے ہیں ان فاسقوں اور فاجروں کے برابر کر دیں جو فی الحقیقت اپنے مقصدِ حیات سے ہی بے خبر ہو رہے ہیں؟

۳ : ۱۹۱ - اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ اَلْاٰیٰتِ ه

تو جسدِ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلافات میں علم و دانش رکھنے والے انسانوں کے لئے ضرور بالضرور کئی اعجاز ہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے فطرتِ خدا اور کائنات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ نیز آسمانوں اور زمینوں کی ٹوہ میں گئے رہتے ہیں (وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اور بالآخر جب وہ کسی معاملہ میں تحقیق و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچتے ہیں تو حیرت زدہ ہو کر بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس کارخانہ فطرت کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم ان معجزات کو دیکھ کر تسخیر کائنات کی منزلوں کو طے کر رہے ہیں اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لئے کائنات کی ہر چیز سے کام لے کر تیری ملاقات کے لئے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے) تیری ذات پاک ہے۔ (اس لئے ہم بھی پاک رہنے کی تمنا رکھتے ہیں یہی پاکیزگی) ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ اٹمی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب "مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ" یعنی عناصر سے پہنچنے والا عذاب مراد لیا جاسکتا ہے بچا سکتی ہے) پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچائے رکھ۔

گویا وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے عظیم الشان اور معنی خیز الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ دین فطرت میں غور و خوض کے بعد ہی علم فطرت اور علم حکمت و سائنس کے عقد سے انسانیت پر کھلتے ہیں اسی حکمت و سائنس کی تلاش کے لئے مشاہدات، مناظرات اور تجربات کا ایک لامتناہی سلسلہ سامنے آتا ہے۔ پھر ان صالح اعمال کیلئے حیرت انگیز

آلات اور ایجادات کی داغ بیل پڑتی ہے۔ تب کہیں انسان بے علمی بے خبری اور جہالت کی زنجیروں کو توڑ کر ایک عالم ایک ادنیٰ خالق و موجد اور فاطر کی حیثیت اختیار کرتا ہے۔ نیز نہ صرف خود تخلیقاتِ خدا سے منور ہو کر فطرتوں کی منتہائے اولیٰ اور انجام کار فطرت کی کبریٰ ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ انسانیت کے معراج کے لئے ایک لازوال شاہراہ ارتقاء اور طاقاتِ رب کے عظیم الشان وسائل باقی چھوڑ جاتا ہے۔

الْأَخْرَصُ اس کائنات میں حفظ و امن کا ماحول (یعنی ایمان) اسی گروہ یا قوم کو حاصل ہے۔ جو حکمت شناس ہے۔ کائنات میں غور و فکر کے بعد کچھ بنا رہی ہے۔ ان صالح اعمال کا اجر اسی قوم کو مل رہا ہے جو علمِ فطرت میں مہارت رکھتی ہے۔ حکمت و سائنس سے ایجادات و تخلیقات میں غرق ہے۔ دنیا والوں کو خیر و برکت سے نہال کر رہی ہے۔ فَقَدْ أَوْتِيْ خَيْرًا كَثِيْرًا (اس محکمہ حفظ و امن اور حکمت و سائنس کے لئے کس قوم کی تخصیص نہیں کسی کالے یا گورے کی تیز نہیں۔ فطرت اور حکمت میں غور و فکر کرنے والے افراد کو ہی عالم کہا گیا ہے۔ اور انہی کے لئے اجر عظیم لکھا ہے۔ وہی دنیا و آخرت میں بے خون و خطر اور بے حُزن و طلال زندگی گزارتے ہیں۔ یہی وہ افراد ہیں جو رسولِ خدا صلعم کی سچی اُمت میں شمار ہو رہے ہیں۔ خواہ وہ ظاہراً یہودی النسل ہیں، عیسائی ہیں یا ستارہ پرستی کا لیبیل اپنے نام کے ساتھ چسپاں کئے ہوئے ہیں۔ وہی اپنے اعمال و کردار سے فی الحقیقت عملِ صورت میں تمام انبیاء اور ان کے معجزات کو مان رہے ہیں۔ کیوں کہ انہی کی تعلیم اور انہی کے مشترک دین پر چل رہے ہیں۔ خدا کا اعلان یہی ہے کہ محض ایک ہی دینِ اسلام دینِ فطرت، یا دینِ قیم تمام انبیاء کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے اگر یہ عظیم المرتبت بندگانِ خدا اور علمائے فطرت کسی نہ کسی نبی کے لئے ہوئے دین پر چل رہے ہیں تو انہیں کا فر اور بے دین کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ نہ صرف اپنے رسول کو عملی طور پر مان رہے ہیں بلکہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کا ثبوت بھی ہم پہنچا رہے ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے۔

۴ : ۱۵۲ - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ وَ لَعَنَّا قَوْمًا بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ

اُولٰٓئِكَ سَوُوْا يَوْمَ تَبِيْهُمُ اَجْرًا رَّهِيْمًا وَ كَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

اور جو افراد خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان میں (یا ان کی تعلیم میں) کسی قسم کا فرق پیدا نہ کیا (یعنی تمام کی تعلیمات سے حفظ و امن کے ساتھ) ایسے لوگوں کو وہ عنقریب (ان کے حکمتی اعمال) کے صلے میں اجر عطا فرمائے گا۔ اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔

۲ : ۶۲ - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصْرِيْ وَالصَّبِيْعِيْنَ مَنْ

اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ بِمَا كَانُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

جو لوگ حفظ و امن کے ماحول میں آچکے ہیں (اٰمَنُوْا) یا یہودی۔ عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی خواہ

کوئی شخص بھی ان اقوام میں سے ہو، جو خدا اور روزِ آخرت کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اور نیک اعمال بھی کرے گا۔ تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ خدا سے یقیناً مل کر رہے گا۔ اور انہیں (دنیا و آخرت میں) نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوگا۔ اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔ (اور خدا کے نزدیک ایسے افراد ہی اولیاء اللہ تصور ہوں گے کیونکہ یہ اوصاف اولیاء اللہ کے ہیں)

الغرض اس کارگاہِ جہاں میں جو افراد اپنے پیغمبروں کے لائے ہوئے دین اور دین کے فرامین و احکام کی پاسداری میں لگے ہیں وہی سچے اسلام پر ہیں انہی کے لئے سلامتی کے دروازے کھلے ہیں۔ اس لئے ان اوصاف کے مطابق انہیں کافر یا بے دین کیونکر کہا جاسکتا ہے۔



○

خدا تجھے کسی طُوفان سے آشنا کر دے
 کہ تیرے بھر کی موجوں میں اضطراب نہیں
 تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
 کتابِ نخواستہ ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

○

علم اور حکمت کی قرآنی تشریح

اسلام میں کسی بات کو یا کسی محاکمے کو بلا سوچے سمجھے مان لینا درست نہیں۔ قرآن میں ہر بات کو سمجھنے کے لئے عقل و فکر غور و تدبیر اور دلیل و برہان کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ لیکن یہ غور و فکر کب کب ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۱۷ : ۳۶ - وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝

جن ذرائع سے تمہیں کوئی علم حاصل نہیں ہو سکتا ان کے پیچھے نہ پڑو (علم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کن نظریہ تو یہ ہے) کہ بے شک (علم فطرت کائنات تو) محض تیری قدرت سماع و قدرت بصارت اور قدرت قلب و ذہن سے ہی ممکن ہے۔ کیونکہ ہر معاملہ کی باز پرس اور ان کے حکمتی فوائد کی چھان بین تو محض ان آلات سے ہی ہوا کرتی ہے۔

ان آیات سے ما قبل اور ما بعد کسی ایسے معاشرتی اخلاقی احکام اور کائناتی محاکمات درج ہیں جنہیں خدا نے ان الفاظ سے واضح فرمایا ہے۔ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبِّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط یعنی یہ انکشافات اور احکامات ان ہدایتوں میں سے ہیں جو خدا نے تمہاری طرف حکمت کے علم سے وحی کئے ہیں۔

ہم خوب سمجھتے ہیں کہ انسانی حواس میں سے سب سے پہلے سماعت کسی آواز کو سنتی ہے۔ اس بیرونی آواز سے آنکھ کو حسرتو پیدا ہوتی ہے کہ وہ آواز کے مبداء کو دیکھے۔ ان دو شہادتوں کے بعد یہ دونوں آلات اُس مخصوص واردات کو قلب و ذہن کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ذہن میں تصورات اور تخیلات پیدا ہونے ہیں۔ مختلف سوالات اور ان کے جوابات بھی سامنے آتے ہیں۔ ان سوالات کے بعد قلب و ذہن جن فیصلہ کن نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اُس کا نام خدا نے علم رکھا ہے۔

گویا جب تک خدا کے انکشافات اور احکامات کو سماعت بصارت اور آئندہ یعنی قلب و ذہن کے سپرد کر کے ان سے فیصلہ کن نتائج اخذ نہ کئے جائیں اس وقت تک ان کا صحیح علم محال ہے۔ اور ان سے رہبری ممکن نہیں۔ اب ایک اور حیرت انگیز سوال یہ چرند پرند کسی معاملے کا نتیجہ اُس نہج سے حاصل نہیں کر سکتے جس طرح انسان کسی معاملہ پر غور و خوض کے بعد حاصل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب بھی حکمتِ خداوندی کے نظریات اور محاکمات میں مضمر ہے۔ یعنی ہر جاندار کا نفس یا جوہر یا تخلیقی ایٹم کسی نہ کسی مخصوص عنصر سے وابستہ ہے۔ اور جس قدر کوئی عنصر اپنے خواص میں بلند مرتبت اور عظیم فوائد کا حامل ہے۔ اُس قدر اس کے جوہر یا نفس میں فوائد کی بہتات ہے۔ اپنی فوائد کا یہ خاصہ ہے کہ ہر جاندار کی روح یا اس کے اندرونی نظام قدرت کی تخلیقات اُس کے سمع و بصر اور

افندہ یعنی قلب و ذہن پر جدا جدا اثرات پیدا کر رہی ہیں۔ یہ اعجاز فی الحقیقت انہی اثرات کا ہے۔ کہ انسان اس ارضی دنیا میں اشرف المخلوقات ہے۔ احسن تقویم کے زمرہ میں ہے۔ اور تسخیر کائنات کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

علمی آلات یعنی سمع و بصر اور افتدہ کی تین مختلف حالتیں!

حکمت خداوندی کی رو سے ان تین جسمانی آلات کی عملی حالتیں بھی تین ہیں۔

اول۔ حالت بیداری میں ان کا کائنات میں عمل و دخل۔

دوم۔ عالم خواب میں ان تینوں کے مشابہ آلات کا حیرت انگیز عمل و دخل۔

سوم۔ عالم بیداری اور عالم خواب کے بین بین ان تینوں کے مشابہ آلات کا معجز نما عمل و دخل۔

حالت اول سب پر عیاں ہے۔ یعنی گناہ و ثواب کے تمام اعمال عالم بیداری میں سرزد ہوتے ہیں۔ یہ حالت انسانی نفس آثارہ اور قدسی روح کی کشمکش کا امتزاجی دور پیش کرتی ہے۔ اگر نفس آثارہ نفس توامہ سے بازی لے جائے تو انسان روحانی کردار سے دور ہو جاتا ہے۔ گویا نظام توانائی یعنی روح پر جسم کے اندرونی اچھے یا بُرے جوہروں کا اثر جسمانی توانائی کو سنوار یا بگاڑ سکتا ہے۔

حالت دوم۔ روح اور نفس توامہ کی باہمی دوستی اگر مستقل صورت اختیار کر لے۔ تو روح کی تجلیات سے انسان آنے والے واقعات اور آئندہ پیش ہونے والے حالات کو عالم خواب یعنی ردیا صادقہ میں دیکھنے کے قابل بن جاتا ہے۔ لہذا ان سچے حالات اور واقعات سے آگاہ ہو کر زندگی کے کردار کی صحیح تعبیر بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر روح اور نفس توامہ کی باہمی دوستی مستقل شکل اختیار نہ کرے۔ اور ان میں نفس آثارہ کا دخل بھی ہو جائے تو ایسی حالت روح کے لئے رویائے کاذبہ کا باعث بنتی ہے۔ جن سے حقیقی علم کا کوئی حصہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوسری صورت میں اگر نفس توامہ روح پر غالب آ جائے تو نظام توانائی کا رابطہ نفوس مطمئنہ سے قائم ہو جاتا ہے۔ اس طرح روح کی تجلیات سکون و اطمینان سے معمور ہو جاتی ہیں۔

حالت سوم۔ عام انسانوں کی روحانی حالت عموماً حالت اول اور دوم سے دوچار رہتی ہے۔ لیکن اگر نظام توانائی کے ساتھ خالص سکون و اطمینان بخش جوہروں یا نفوس کا اجتماع پیدا ہو جائے یا روح کے ساتھ توامہ یا آثارہ جوہروں کا تعلق کلیتاً باقی نہ رہے تو ایسی روح روح القدس بن جاتی ہے۔ یہ حالت محض خدا کے برگزیدہ انسانوں یعنی انبیاء کے درجہ میں آتی ہے جس سے حقیقی علم کے سرچشمے وحی خدا کی صورت میں چھوٹتے ہیں اور چشم زدن میں انسانیت کو نہال کر دیتے ہیں۔ خدا نے قرآن عظیم میں ان تین حالتوں اور عناصری جوہروں کے تین حتمی خواص کو ان آیات میں پیش فرمایا ہے:-

اول۔ اِنَّ النَّفْسَ لَآ مَآرَاةً بِالسُّوْءِ۔

یعنی ایسے عناصری جو ہر جو انسانی نظام تو انائی کو برائی سے دوچار کر دیتے ہیں اور انسان روحانی حسیات کو ناکام بنا کر برائی یا تخریب پر قادر ہو جاتا ہے۔

دوم - وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ -

یعنی نیکی اور بدی کے تمام مناظر بحالت بیداری اور بحالت خواب پیدا کرنے والے جوہر یا ایٹم جن سے نیکی کا احساس اور بدی سے بچنے کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔

سوم - يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ مَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ه
فَاذْخَبِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ه

محض نیکی اور صلاحیت پر مطمئن کر دینے والے عناصری جوہر یا ایٹم جن سے انسانی روح یا اس کا نظام تو انائی معراج کمال تک پہنچتا ہے۔ یہی نظام تو انائی خدا کی رضا کا فاتح اور مفتوح ہے۔ اسی سے ابدی الطینان اور سکون قلب کی وراثت حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان بالآخر وحی خدا اور اہامات رب قدیر کا اہل ثابت ہوتا ہے۔

الغرض علم خداوندی کے ان ذرائع کی تشریح کے بعد علمی نتائج کی منزل سامنے آتی ہے جو محض اعمال سے تعلق رکھتی ہے۔ اور علمی مشاہدات اور تجربات تک محدود ہے۔ جس کا نام خدائی زبان میں حکمت اور مغربی زبان میں سائنس ہے۔

حکمت یا سائنس

ہمارے علمائے کرام سائنس اور ٹیکنالوجی کے انگریزی الفاظ سنکر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور معافی صدمہ دے دیتے ہیں کہ سائنس وغیرہ محض مادہ پرستی کا نام ہے۔ مغرب کی شیطانی ایجاد ہے۔ اس لئے اس کا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن یہ کس قدر تعجب انگیز ہو گا کہ خدا نے خود اپنی حکمت بالغہ سے مادے عنصر اور ایٹم کی تخلیق کی اور اس کائنات میں ہر چیز انہی سے ایجاد فرمائی۔ جب خدا کی ذاتی حکمت اسی مادے عنصر اور ایٹم پر استوار ثابت ہوتی ہے۔ تو یہی حکمت نوری انسانی کے لئے کیونکر کفر۔ مادہ پرستی اور حرام کہی جا سکتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کے اس افسوسناک نظریے کو اس لومڑی کے احساسات کے مطابق سمجھنا چاہیے جو اپنی نااہلیت کی وجہ سے انکور کے گچھے تک نہ پہنچ سکی اور اس ناکامی پر یہ کہتے ہوئے چلتی بنی کہ انکور کھٹے تھے۔ انہیں کھاتی تو بیمار ہو جاتی۔ وغیرہ وغیرہ

اگر فی الحقیقت غیر تو میں اسی سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنا کر اپنے حفظ و دوام کے اسباب بنا رہی ہیں۔ اور ان کے نتیجے میں غلبہ کے انعام سے سرفراز ہو رہی ہیں۔ تو کیا یہ قرین تباہی نہ ہو گا۔ کہ دنیا میں امن اور غلبے کے وسائل فی الحقیقت اسی حکمت و سائنس میں مستور ہیں۔ یہ امن اور غلبہ کیوں ضروری ہے؟ نیز کیا خدا نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ امن اور غلبہ میں ہی

زندگی بسر کریں؟ ہمارے نزدیک قرآنِ عظیم کی یہ آیت بے حد قابلِ غور ثابت ہوتی ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْحَنْظَلِ تَرَاهُمْ فِي
عَدُوِّ اللَّهِ وَعَدُوِّكُمْ.....

یعنی اے مسلمانوں! ہر آن جہاں تک تمہاری استطاعت ہے، غلبہ آفرین قوت اور فوجی طاقت سے نیز اپنی چھانٹیوں میں گھوڑے ٹینک بکتر بند گاڑیاں اور ہوائی جہاز اور اپنے سمندروں میں بحری جنگی بیڑے ہر وقت تیار رکھا کرو یہ اس لئے کہ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر غلبہ کے طفیل ہیبت طاری رکھ سکو۔

اس کے علاوہ خدا نے قرآنِ عظیم میں یہ الفاظ کہہ کر ہمارے فکری شعور کو اور بھی چونکا رکھا ہے کہ "مومن وہی ہیں جو غالب ہیں"۔ "مومن ہی ہمیشہ غالب رہتے ہیں"۔ "ہم نے کفار کی اکثریت پر مومنوں کی اقلیت کو غلبہ عطا فرمایا" وغیرہ وغیرہ۔ خدا کے یہ الفاظ ایسے ہیں جو ہمارے بقا اور حیات کے صریح طور پر چارہ ساز نظر آتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو قوم کے عدم وجود سے ہماری مسجدیں، ہمارا قرآنِ حکیم و عظیم، ہماری نمازیں، روزے، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ، کیونکہ بحال رہ سکتے ہیں جیسا قوم نہ ہوگی۔ مسجدیں کون آباد کرے گا۔ نمازیں کون قائم کرے گا۔ قرآنِ حکیم کون دیکھے گا۔ ان فرض مسلمانوں کے وجود اور غلبہ کے بغیر خدا کا کوئی حکم باعثِ تعبیل نہیں بن سکتا۔ لہذا خدا کے ہر حکم کو بحال رکھنے کے لئے حکمت کی ضرورت ہے۔ ملی استحکام و درکار ہے۔ ایک تسلیم انسان حکومت کا قیام ضروری ہے۔ آپ نے دیکھا کہ حکم حکمت استحکام اور حکومت کے تمام الفاظ ایک ہی مصدر سے نکلتے ہیں۔ اس لئے کیا یہ امر ہمارے غور و فکر کے لئے کافی نہ ہو گا کہ ہم اسی حکمت سے اپنا استحکام اسی حکمت سے خدا کے حکم کی تعبیل اور اسی حکمت سے اس کائناتِ ارضی میں ایک ایسی بے مثال اور غلبہ آفرین حکومت قائم کر کے دکھائیں جس سے خدائی دین کے دشمن اور خود ہمارے اپنے دشمن کپکپا اور تھر تھرا جائیں۔ اسی ہیبت سے خدا اور اُس کے دین کو تسلیم کر لیں۔ اور اس طرح نوعِ انسانی کے لئے اُمتِ داعیہ کا صحیح مقام پیدا ہو جائے۔

حکمت کا لفظ قرآنِ حکیم میں کم و بیش ۱۹ بار مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ ہماری نگاہ میں انسانی لغت ہی اس کے معانی کو واضح کرنے میں کافی سمجھی جاسکتی ہے۔ مغرب نے اس لفظ کے بالمقابل سائنس (SCIENCE) کا لفظ استعمال کر رکھا ہے۔ اور اس کے متعلق انسانی لغت میں جو معانی پیش کئے گئے حکمت کے معانی سے اس قدر مماثلت اور یک رنگی پیدا کرتے ہیں کہ بالآخر یقین ہو جاتا ہے کہ مشرق و مغرب کے یہ دو الفاظ یعنی حکمت و سائنس فی الحقیقت ہم جنسی اور ہم الباب ہیں۔ آئیے اور غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

سائنس (انگریزی لغت میں)

حکمت (عربی لغت میں)

علم

ترتیب وار اور چھتہ تر محاکماتی علم

علم

عقلندی کا علم

فہم ودانش سے تعلق رکھنے والا علم

فطرتی اور کائناتی علم۔ قدیم علم۔ پائیدار قاعدوں اور مستحکم
ضابطوں سے تحقیقات کا علم۔ ایک مخصوص انداز میں علمی
تحقیقات اور قدرتی تحقیق پر چلنے والا فنی علم۔ تجرباتی۔ مشاہداتی
اور نظریاتی علم۔

انسانی حیوانی نباتاتی اور جماداتی تحقیقات کا علم۔ عناصر کی
تحقیقات کا علم۔ ایجادات اور تخلیقات کا علم
علم کی ایک عظیم الشان قسم۔ ہیئت کائنات کا تحقیقاتی علم۔
ریاضی اور قدرتی تاریخ کو پیش کرنے والا علم
علاج معالجے کا علم۔ ادویاتی تحقیقات کا علم
علم طبیعی یا طبیعیات۔ اقتصادیات و معاشیات کا علم۔

کسی پیدائش کی حقیقت سے آگاہی کا علم

پختہ اور علمی محاکمہ جو ٹھوس نتائج کا ماخذ ہو۔

دانائی کے ضابطوں کا علم

علاج معالجے کا علم

وغیرہ

وغیرہ

الغرض لغت اگرچہ ہر دو الفاظ کے معانی کو واضح طور پر پیش کرتی ہے۔ لیکن ہماری تحقیقات میں حکمت کے صحیح معانی جو قرآنی

آیات سے واضح ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

کتابِ فطرت سے اخذ کیا ہوا تجزیاتی اور مشاہداتی علم۔ کائنات کی مختلف پیدائشوں کو حفظ و امن میں رکھنے والا علم۔ انسانی معاشرے
اخلاق اور ربوبیت عامہ کے صحیح اصول وضع کرنے والا علم۔ فہم و ادراک میں ایجاد و تخلیق کا ہنر پیدا کرنے والا۔ اپنی ذات اور خدا
کی کائنات کو پختہ انداز میں سمجھنے کا علم۔ نفع و نقصان اور جزاء و سزا کے صحیح جائزے پیش کرنے والا علم غرضیکہ جسے علم کہا جا
سکتا ہے۔ اسی کا نام حکمت ہے۔

ہم بھولے جھٹکے اور دینِ خدا سے نابلد مسلمانوں نے اگرچہ غیر قوموں کی ایجادات کو آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اللہ ہم یہ بھی

سمجھ رہے ہیں کہ ان پر کوئی نئی وحی نہیں اتری جس کے طفیل انہوں نے یہ علمی اعجاز پیش کئے ہیں۔ لیکن ہمارے وہ عزت بآب

جو اپنے آپ کو علماء کے خطاب سے بزرگ خود نواز رہے ہیں۔ جب کبھی اڑتے ہوئے ہوائی جہاز کو ٹیلی ویژن اور وائرلیس کے آلات

کو چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو نہایت سادگی سے کہہ دیتے ہیں: "هَذَا سِحْرٌ عَظِيمٌ" (یہ تو ایک بہت بڑی تخریبی سائنس

ہے) ریڈیو اور طوں کی عظیم الشان مشینری پر راکٹوں اور خلائی سیاروں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو چپکے سے یہ کہہ کر قومی شعور

کو ختم کر دیتے ہیں کہ "هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ" (یہ تو ایک تخریبی قدرت کے اعمال ہیں) الغرض یہ اندوہ ناک

معاملہ جو کئی صدیوں سے دینِ خلا کے ساتھ اس ناہنجار قوم کی طرف سے درپیش ہے۔ اس قدر المناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ کہ آج اس قوم میں دینِ فطرت دینِ تقیم اور دینِ اسلام کا ایک عالم بھی نمایاں طور پر کہیں نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کے برعکس مذاہب اور فرقوں کی ایجاد اس قدر عام ہے۔ کہ سنی شیعہ وہابی مقلد اور غیر مقلد کے بندھنوں میں پھنسا ہوا مسلمان آئے دن نئے فرقوں اور نئی گمراہیوں کا شکار ہو رہا ہے۔ اور جو لوگ اس فضا کو ہوا دینے اور اس شرک کو قائم رکھنے میں پیش پیش ہیں۔ انہیں عالم کہا جا رہا ہے۔

ہیں تفاوتِ راہ از گجا تا گجا



مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
 خرید لی ہے فرنگی نے وہ مُسلمانی
 ہوا حرلیتِ مدہ و آفتاب تو جس سے
 رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی

اقبال

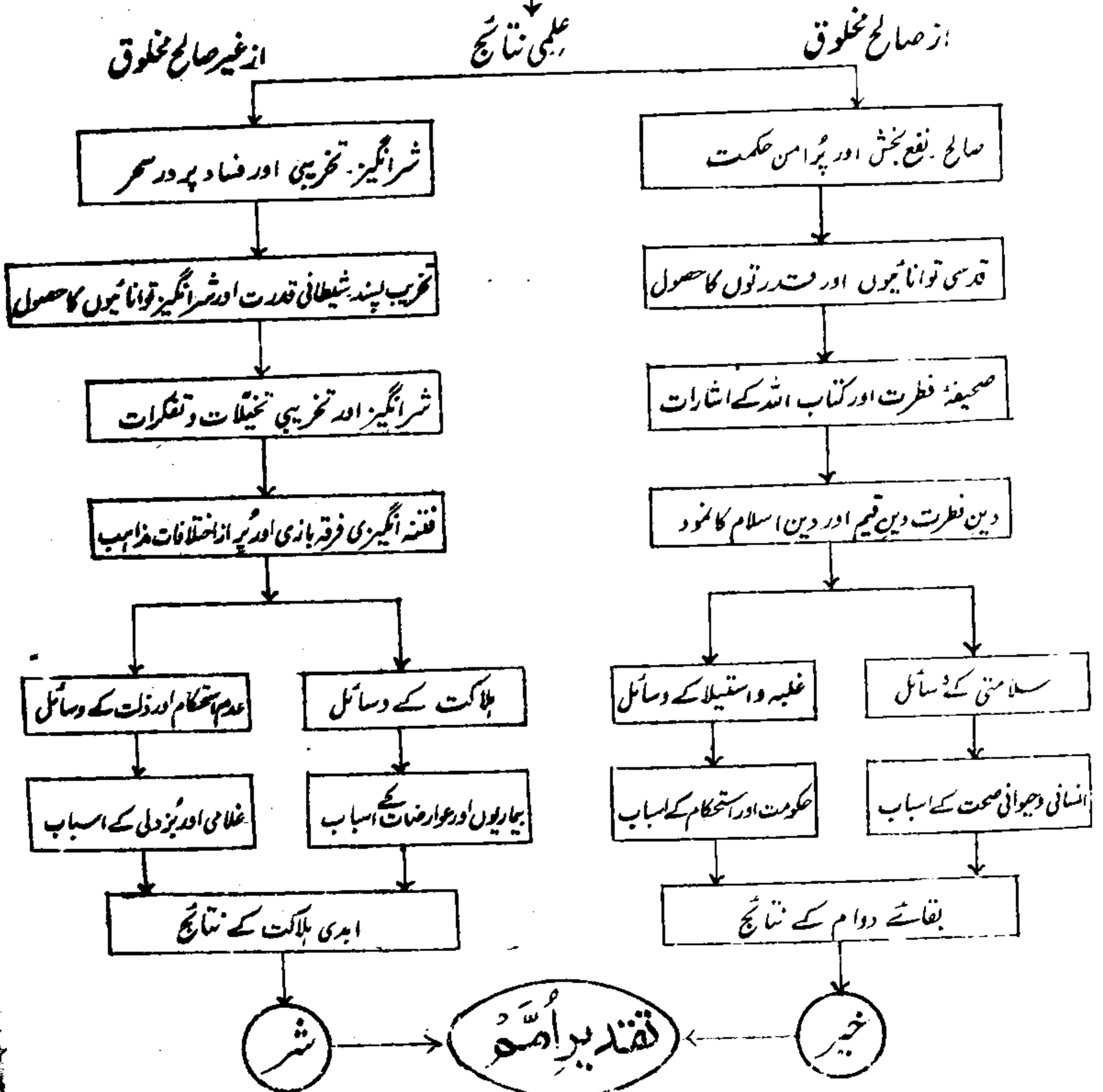


تقدیرِ اُمم

اور

علم، اس کے ماحذ اور نتائج

مخلوقِ خدا



غرضیکہ خیر و شر کے اعمال میں تقدیرِ اتم کا پرورش پانا اس حقیقت کو پیش کرتا ہے۔ کہ نہ صرف صالح اور غیر صالح افراد کی جزا و ثواب کے دفاتر علیحدہ علیحدہ قائم ہو رہے ہیں بلکہ عناصر میں بھی صالح اور غیر صالح کی ترتیب جدا جدا ہے۔ ان کے ایٹموں اور ان کی توانائیوں کے اعمال بھی متضاد ہیں۔ یہ عروج و زوال کی داستان اور امن اور شر کی کشمکش فی الحقیقت ایک ایسے نتیجے پر پہنچاتی ہے۔ جس سے شعور انسانی میں علم کی جستجو کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ تاکہ ان دونوں میں تخصیص کی جائے اور ان دونوں کے نتائج کو پوری طرح سمجھا جاسکے۔ اسی علم کا نام قرآنی اصطلاح میں حکمت ہے جس کا انگریزی نام سائنس (SCIENCE) ہے۔

حکمت کے معارف اور فوائد

اس باب میں محض ان آیاتِ خدا کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جن میں خدا نے حکمت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس لئے موزوں ہو گا کہ ہم سب ان آیات پر غور و خوض کر کے کم از کم وہ نتائج اخذ کریں جن کا تعلق ہماری نشوونما اور ارتقاء سے ہے۔

۱۔ ۲ : ۱۲۹ - يَتْلُو عَلَيْهٗم اٰيٰتِكَ وَاَعْلَمُوهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۗ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کی دعا) کہ اس قوم میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرما جو اس پر کتابِ خدا کی آیات پڑھے اور اسے صحیفہ فطرت یعنی کائنات (الکتاب) کا اور حکمت کا علم بھی سکھائے اور اس معجز ناما عمل سے اس قوم کو معاشرتی اخلاقی اور ربوبیتِ عامہ کے اعمال سے نواز دے اے اللہ تو تو بہت زبردست سائنس دان ہے۔

۲۔ ۱۵۱ - يَتْلُو عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

یہ پیغمبر (محمد) ان پر کتابِ اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ اور ان کو معاشرتی اخلاقی اور ربوبیتِ عامہ کے لحاظ سے پاک کرتا ہے نیز ان کو صحیفہ فطرت یعنی کائنات (الکتاب) اور حکمت کا علم بھی عطا فرماتا ہے۔ اور انہیں وہ علم بھی بخشتا ہے۔ جو وہ پہلے (کسی سابقہ کتابِ اللہ کی وساطت سے) جانتے ہی نہ تھے۔ (یعنی علمِ تسخیرِ کائنات)

۳۔ ۲ : ۲۳ - وَاذْكُرْ وَاَنْعَمْتَ اللّٰهُ عَلٰیكُمْ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰیكُمْ مِنَ
الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ -

اور اللہ کی نعمت یعنی قرآن حکیم کا ذکر کرو جو اللہ نے آپ پر بطور انعام نازل فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو صحیفہ فطرت یعنی کائنات سے اور حکمت سے آپ پر نازل کیا گیا ہے جس سے نصیحت کئے جاتے ہو سب کو ذہن نشین رکھو اور جان رکھو کہ خدا تمام عناصر کو پوری طرح جانتا ہے (بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ)

(۴) ۴ : ۲۸ - يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ط

حضرت عیسیٰ انہیں صحیفہ فطرت (الکتاب) کا علم نیز حکمت کا علم اور ان سے مزید تورات اور انجیل ایسی اللہ کی کتابوں کا علم بھی بخشے ہیں۔

گویا پہلی کتاب صحیفہ فطرت یا کائنات ہے۔ اور تورات اور انجیل خدا کی وہ کتابیں ہیں جو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئیں۔

(۵) ۳ : ۱۶۲ - خدا نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا ہے اور ان میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان پر خدا کی آیات یعنی قرآن حکیم پڑھ کر سناتا ہے۔ اور انہیں ہر لحاظ سے پاک بھی کرتا ہے۔ نیز ان کو صحیفہ فطرت یعنی کائنات اور حکمت کا علم بھی سکھاتا ہے۔

(۶) ۵ : ۱۱۰ - وَإِذْ عَلَّمْنَا الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ج

اور (اے عیسیٰ) جب میں نے آپ کو صحیفہ فطرت (الکتاب) اور حکمت کا علم بخشا اور ساتھ ہی ساتھ تورات اور انجیل جیسی کتابوں سے بھی روشناس فرمایا۔

(۷) ۶۲ : ۲ - هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ

آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ه

وہی تو ہے جس نے سابقہ صحفِ خدا سے بے خبر انسانوں میں (اُمّیّین) محمد کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے خدا کی آیتیں یعنی قرآن حکیم پڑھتے ہیں اور ان کو ہر لحاظ سے پاکیزگی کے اعمال بتاتے ہیں اور صحیفہ فطرت یعنی کائنات (الکتاب) اور حکمت کا علم بھی بخشتے ہیں۔ اس سے پہلے تو یہ لوگ واضح گمراہی میں پڑے دن گزار رہے تھے۔

مندرجہ بالا آیات میں بتلوا کے الفاظ اس کتاب کو واضح کرتے ہیں جو بذریعہ وحی انبیاء پر نازل ہوئی اور

يُزَكِّيهِمْ کے الفاظ محض پاکیزگی کو نہیں بلکہ تمام معاشرتی اخلاقی اور ربوبیت عامہ کے اصولوں سے جو پاکیزگی پیدا ہوتی ہے پیش کرتے ہیں نیز الکتاب سے صحیفہ فطرت یا کائنات مراد ہے۔ اور حکمت کے الفاظ اس علم کے متعلق وارد ہوئے ہیں جو کائنات پر مشاہدات اور تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ٹھوس علمی محاکمات پیش کرتا ہے۔

(۸) ۲ : ۲۵۱ - اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اور خدا نے اس کو بادشاہی اور حکمت عطا فرمائی۔ (مُلْكًا وَالْحِكْمَةَ)

اور جس ہزار اور فن کی اسے ضرورت لاحق ہوئی اس کا علم بخشا اور خدا لوگوں کو (شر اور فساد سے) ایک دوسرے کو ہٹانے نہ رکھتا تو زمین تخریب کا شکار ہو گئی ہوتی۔ (لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ) لیکن خدا اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔

(۹) ۲ : ۲۶۹ - يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ج وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ

خَيْرًا كَثِيرًا ه

اللہ تعالیٰ علم حکمت چسے چاہتا ہے بختا ہے۔ اور جسے علم حکمت و سائنس عطا کر دیا جائے اسے بے شمار جہلاء و برکتوں اور فلاحی انعامات سے نواز دیا جاتا ہے۔

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۗ

اور جب خدا تمام پیغمبروں سے (اور ان کی امتوں سے) (ان کے دور حیات میں) عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب یعنی کائنات سے اور حکمت کے علم سے کچھ عطا کر دوں پھر تمہاری امتوں کے پاس ایک ایسا رسول تشریف لائے جو اس امر کی تصدیق کرے جو تمہارے حق میں کتاب و حکمت سے عطا کیا گیا تھا تو تمہاری امتوں کو اس کے ساتھ مل کر امن و سلامتی کی راہیں تلاش کرنا ہوں گی اور اس طرح امت واحدہ بن کر اس کی ہر ممکن علمی عملی اور جسمانی مدد کرنا ہوگی۔

نوٹ :- یہ آیت بے حد قابل غور ہے۔ ہم نے اگرچہ اس کے معانی شرح سے کر دیئے ہیں۔ لیکن جو امور اس میں قابل غور ہیں یہ ہیں کہ میثاق یا عہد نامہ انبیاء سے ہوا۔ اور وہ آخری پیغمبر سے پہلے رحلت فرما گئے۔ اس لئے آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ نبیوں سے عہد نامہ فی الحقیقت ان کی امتوں سے تھا۔ جو آج بھی صفحہ ارض پر موجود ہیں اس آیت کے ذریعہ خدا نے ان سابقہ امتوں کو یاد دلایا ہے۔ کہ جب تمہارے انبیاء نے یہ اقرار کیا تھا۔ تو اب تم بھی ایک امت بن کر اس آخری رسول کے علم کے نیچے پناہ لے لو۔ اور امن و سلامتی حاصل کرو۔ نیز جو علمی ارتقاء اپنے انبیاء کی تعلیم سے آج تک تمہیں نصیب ہوا ہے۔ اسے بھی اس امت واحدہ کے علمی عروج کے لئے وقف کر دو۔ تمہاری امداد اسی طرح اس آخری پیغمبر کو یا اس کی آخری امت واحدہ کو حاصل ہو سکتی ہے۔ گویا اب اپنے اپنے فرقوں یا طبقاتی حد بندیوں کو بھول کر ایک ہو جاؤ۔ اور یک جان ہو کر علمی ارتقاء میں لگے رہو۔

۴ : ۵۴ - فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مَلَكًا عَظِيمًا

پس ہم نے آل ابراہیم میں سے (تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو) کتاب یعنی صحیفہ فطرت اور علم حکمت و سائنس سے نوازا اور ان کو حکمرانی کے لئے اور حکمت کے ارتقاء کے لئے ایک عظیم مملکت بھی عطا فرمائی۔ (گویا حکمت میں ترقی محض عظیم مملکت سے ممکن ہے۔)

۴ : ۱۱۳ - وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمْنَاكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۗ

اور وہ تو محض اپنے نفسوں کو ہی سزاہ کر سکتے ہیں۔ اور تمہیں کسی عنصر سے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (وَمَا يَضُرُّوكَ مِنْ شَيْءٍ) اور خدا نے تم پر ایک عظیم الشان صحیفہ فطرت اور اس کا علم حکمت و سائنس بھی نازل فرمایا۔ نیز تمہیں

(ایہ عظیم الشان عطیات کے باوجود) وہ علم بھی عطا فرمایا ہے۔ (جو تسخیر کائنات کے ضمن میں کام آتا ہے) جو تم پہلے جانتے ہی نہ تھے۔ یہ تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

نوٹ: گویا قرآن سے سابقہ کسی کتاب اللہ میں تسخیر کائنات کا مشرکہ موجود نہیں اور یہ انعام محض آخر الزمان نبی کے ورثہ میں آیا جو فی الحقیقت خدا کا بڑا فضل و احسان ہے۔

۱۶ : ۱۲۵ - اذْعُرْنِي سَبِيلَ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۝

اے پیغمبر اور اُس کی امت آپ دُنیا کے ہر دور میں انسانیت کو اپنے رب کی طرف یا اس کے قانون کی طرف اعمال صالح کے لئے حیرت انگیز علمی اعجاز سے یعنی ریڈیو ٹیلی ویژن، واٹر لیس بولنے والی فلم، لاؤڈ سپیکر یا دیگر حکمتی ایجادات سے (بِالْحِكْمَةِ) گویا ہر دور میں جو بھی حکمتی ایجادات اس کام کے لئے استعمال میں لائی جاسکتی ہوں اُن سے کام لے کر، بگاتے رہو اور یہ تبلیغِ حق ایسے بہترین انداز میں ہو کہ سنگِ دل سے سنگِ دل انسانوں کے دلوں کو نرم کر دے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی مناظرہ یا تبادلہ خیالات پر اتر آئے تو اس کے سامنے بہترین انداز اور بلند ترین معیارِ صداقت و تبلیغ کو ہاتھ سے نہ جانے دیجو۔

نوٹ: آیت مندرجہ بالا کا مربوط ترجمہ اس لئے کیا گیا ہے کہ حکمت کے عظیم الشان لفظ کی پوری طرح سمجھ آجائے۔ اور موعظہ اور جادل کی صحیح تشریح قارئین تک پہنچ جائے۔

۱۷ : ۳۹ - ذَالِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط

(سابقہ تیرہ معاشرتی اخلاقی فطرتی اور ربوبیتِ عامہ کے قوانین تو فی الحقیقت) اے پیغمبر تیری طرف تیرے رب نے حکمت و سائنس کے عظیم الشان نظریات کے مطابق وحی کئے ہیں۔

(نوٹ: ان تیرہ اصولوں اور قوانین کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی۔)

۱۵ : ۳۱ - وَ لَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ ط

اور ہم نے لقمان کو (علم الابدان کی) حکمت و سائنس کا علم بخشا تاکہ خدا کا شکر بجالائے (اور چونکہ اس حکمت میں انسانیت کو جسمانی فینس پہنچتا تھا) اس لئے ہمیں اُن کے ذاتی فائدے ملحوظ تھے۔ اور جو (اس ذاتی صحت و تندرستی کے لئے کچھ نہیں کرتا) اور ناشکری سے کام لیتے ہوئے (بیمار اور مریض رہنا پسند کرتا ہے) تو خدا بھی اُس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں وہی سزاوار حمد و ثنا ہے۔

نوٹ: گویا خدا کی شکرگزاری محض علمِ حکمت و سائنس کو کام میں لانے سے ممکن ہے۔

۱۶ : ۳۳ - وَ اذْكُرْ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَ الْحِكْمَةِ ط

لے پیغمبر کی بیویو! تمہارے گھروں میں جو ذکر اور سبق دہرایا جاتا ہے وہ تو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے اعجازات کا جو قرآن سے اخذ ہوتے ہیں اور حکمت و سائنس کے عظیم الشان اعجاز کا منظر ہے۔

(۱۷) ۳۸: ۲ - ہم نے پہاڑوں کو اُن کے زیر فرمان کر دیا (یعنی وہ پہاڑوں کے جملہ عناصر سے کام لینا سیکھ گئے) اور صبح و شام (اُن عناصر کے طفیل حکمت و سائنس کے اعجاز دکھا کر) خدائے پاک کا ذکر کرتے تھے۔ (گو یا خدا کا شکر بجالاتے تھے) اور ہر اُس نے والی مخلوق اور ایجاد کو بھی اُن کے زیر فرمان بنادیا گیا تھا۔ اور (اُن کے حکمتی اعجاز سے) وہ اُن کے ارد گرد اُن کی اطاعت گزار کی لئے جمع رہتے۔ اور ہم نے (حکمت و سائنس کی ارتقا کے لئے) اُن کی مملکت کو مستحکم بنائے رکھا۔ انہیں حکمت و سائنس کا علم اسی لئے بخشا گیا تھا (کہ وہ اپنی مملکت کو ایک عظیم بر اعظم تک وسیع بنا دیں) نیز انہیں (رعایا کے جھگڑوں کے فیصلہ کے لئے) حکمتی قوانین بھی بخشے گئے۔

نوٹ: - متقدمین کی تفاسیر کے مطابق ان آیات کا اطلاق قوم نوح - عاد - فرعون و ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایکۃ یعنی جنگی لوگوں پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قوم داؤد و سلیمان تک یہی سلسلہ قرآنی اطلاعات کے مطابق ثابت ہوتا ہے ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑی بڑی مہذب اور مشہور اقوام عالم سے لے کر جنگل میں زندگی گزارنے والے بدوؤں اور جاہلوں تک ہدایت اور حکمت و سائنس کے علم کا سلسلہ جاری رہا۔

(۱۸) ۴۳: ۶۳ - وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِبَيِّنَاتٍ لَّكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ ۗ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَ أَطِيعُوا ۝

اور جب عیسیٰ واضح اعجاز لے کر آئے تو کہنے لگے کہ (اے قوم) میں تمہارے پاس یہ سب کچھ حکمت و سائنس کے علم سے لے کر آیا ہوں (یعنی مٹی کے چند عناصر سے کچھ بنا کر اُن میں گیس کا عمل پیدا کر کے پرندہ بنا لینا، کوڑھی اور اندھوں کو حیرت انگیز حکمتی علاج سے اچھا بنا دینا۔ ایسے مردے کو جسے عوام مردہ سمجھ کر قبل از موت دفن کر دیا کرتے ہیں قبر سے باہر نکلوا کر حکمتی علم اور علاج و معالجہ سے زندہ کر دینا۔ اور یہاں تک کہ عوام جو گھر سے کھا کر آتے یا اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھ آتے بغیر مشاہدہ کئے انہیں حکمتی علم سے تباہ بنا دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب حکمتی علوم تھے) یہ اس لئے کہ تم میں سے جو فطرت کے اعمال میں مشابہتی اور تجرباتی اختلافات پر اُلجھے ہوئے ہیں انہیں حکمتی تشریح سے پوری طرح سمجھا دوں تو اللہ کی حکمتوں میں تخریب سے کام نہ لو (فاتقوا اللہ) اور حکمت کے صحیح اصولوں اور ضابطوں پر چلتے رہو (اطیعوا)

(۱۹) ۵۴: ۶ - جب وہ مخصوص گھڑی (تخلیق انسان کی) قریب آئی تھی (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ) تو (قدیم قمری جنس کا عظیم کرہ) اَلْقَمَرُ (یعنی موجودہ زمین یا اُس کی موجودہ قمری اولاد سمیت قدیم واحد کرہ) پھٹ گیا۔ (تاکہ نوع انسانی موجودہ زمین اور اسی قسم کی اور چھ زمینوں پر فضاؤں اور آب و ہوا کی مناسبت سے زندگی گزار سکے) اور اگر کافر (ہماری اُس قدیم حکمت عملی کے بعد) ایسا ہی اعجاز پھر دیکھیں (یعنی معجزہ فطرت و قدرت سے کسی اور قمری کرہ کا انشقاق کر دیں) تو

انسان اپنی کم علمی کے باعث، حقائقِ حکمت سے منہ پھیر کر کہہ دیں گے کہ یہ تو کسی تخریبی سائنس کا شعبہ ہے۔ (سحرِ مستحکم) اور وہ اس طرح (خدا کی امن انگریز حکمت و سائنس کو جھٹلائینگے اور اپنی خواہشوں کی پیروی کریں گے۔) (یعنی حکمت کے ربانی قوانین و ضوابط کو پرکاش کے برابر نہ سمجھیں گے) تو ہر کام کا وقت مقرر ہے (اور قمری نوح کا کوئی کرہ پھر شق ہو کر رہے گا) اُن کو (قمر کی قدیم تاریخ کی) سابقہ خبریں تو (اس قرآنی اطلاع کے مطابق) مل ہی چکی ہیں۔ جن میں سراسر عبرت ہے اور اس عظیم حکمتِ خداوندی کو سمجھنے کے لئے عظیم شعور بھی درکار ہے۔ (حکْمَةٌ بِالْعَقْلِ) لیکن یہ ڈرنا اور شعور کی طرف متوجہ کرنا اُن کو کچھ فائدہ نہیں دیتا تو تم بھی اُن کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ جس دن بلانے والا (قدرتِ قدسیہ اسرائیل) اُن کو ایک ناخوشگوار عنصر کے ہلاکت خیز اعجاز کی طرف بلائیگا (یعنی ایٹیم بم اور ہائیڈروجن بم جس کے لئے انسانی حکمت نے ناقور اور صور کے آلات یعنی خطرات کے الارم ابھی سے بنا رکھے ہیں) تو آنکھیں نیچی کئے ہر انسان اپنے مجرور یا زمین دوز تہ خانوں اور دفاعی خندقوں سے نکل کر (ہلاک ہو جائے گا) جیسے بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ (اَجْدَاث)

نوٹ:- ہم نے اس عظیم آیت کا ترجمہ مربوط اس لئے کیا ہے کہ قارئین متقدمین کی تشریحات اور اس حیرت انگیز تشریح کا بخوبی موازنہ کر سکیں۔ ہمارے متقدمین نے اس آیت سے معجزہ شوقِ القمربا تب کر رکھا ہے۔ حالانکہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ کے الفاظ سے ہی واضح ہے کہ یہ کوئی گذرا ہوا ماضی کا معاملہ ہے جس کی خبر رسالت مآب صلعم کو دی جا رہی ہے۔ ہاں اس لحاظ سے اسے رسالت مآب کے حق میں معجزہ کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ کہ اُن کی روح نوحِ انسانی کی ارواح سے پہلے ایجاد ہوئی اور احادیثِ قدسیہ کے مطابق کہ اے محمد اگر آپ کو پیدا نہ فرماتے تو یہ کچھ بھی نہ بناتے اس لحاظ سے چونکہ رسالت مآب کی ذات نوحِ انسانی کی پیدائش کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ اور نوحِ انسانی کی بقا و حیات کے لئے زمین کی فضاؤں اور آب و ہوا کو خدائے جب مناسب بنانے کا ارادہ فرمایا تو اُس قدیم القمر یعنی سالم زمین سے اُس کا ایک کرہ یعنی موجودہ قمر جو آج بھی اسی زمین کے ساتھ ساتھ ارضی گود میں بیٹھ کر چکر لگا رہا ہے علیحدہ کر دیا گیا۔ یہی خدا کی حکمتِ بالغہ تھی جس کے طفیل نوحِ انسانی کے لئے اسی زمین پر بڑے بڑے سمندر اور پانیوں سے لدے ہوئے بادل اور حیات بخش گیسوں کو جنم ملا۔ اور ایک عظیم دھماکے سے نہ صرف موجودہ زمین کی محوری گردش کو قائم کر دیا گیا بلکہ اس میں دوری گردش کا قیام بھی عمل میں لا کر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اور سردی کے بعد بہار اور بہار کے بعد گرمی علیٰ حد القیاس موسموں کے عظیم الشان تغیر کو محض نوحِ انسانی کے قیام کے لئے پیدا کر دکھایا۔ اور چونکہ نوحِ انسانی کا باعث اولِ وہی احسن تقویم انسان یعنی جناب رسالت مآب صلعم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ شوقِ قمر کا یہ حکمتی معجزہ خدائی الحقیقت نوحِ انسانی کے باعث اول کے بعد تمام نوحِ انسانی کی حیات و بقا کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ گویا زمین کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہی موجودہ قمر کی تخلیق ہوئی اور قمر کا قوام زمین کی انتہائی گہری اور قدیم چٹانوں سے عمل میں آیا۔ ممکن ہے کہ حکم کو قمر کی تخلیق اس لحاظ سے زمین سے قدیم نظر آئے۔ مفصل تشریح اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

الغرض ان آیتوں سے حکمت کے متعلق جو کچھ ہم اخذ کر سکتے ہیں اُس کا اختصار حسب ذیل سطور سے واضح ہے۔

حکمت کی ارتقاء کے لئے ایک عظیم مملکت کی شدید ضرورت ہے۔
تبلیغ حق کے لئے حکمتی آلات و ذرائع کی ضرورت۔ معاشرتی اخلاقی اور بربیت عامہ کے قوانین کے نفاذ کے لئے حکمت کا ہونا از بس ضروری ہے۔ جو ایک مستحکم حکومت سے ہی ممکن ہے۔ نیز ریاضی کے ٹھوس قانون بھی حکمت کے مرہون منت ہیں۔
تسخیر کائنات کا علم جو پہلے کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ اس قرآن میں کہیں نہ کہیں ضرور مستور ہے۔ جس میں حکمت و سائنس کا ہی عمل و دخل ہے۔

خدا کی شکر گزاری محض حکمت و سائنس کے علم سے ممکن ہے۔

ہر ایجاد و تخلیق کا باعث ادل حکمت و سائنس ہے۔

علاج و معالجہ کا علم بھی حکمت و سائنس کا ایک جزو ہے۔

علم قیافہ و تحقیق بھی حکمت کا مرہون منت ہے۔

حکمتی اعمال میں تخریب سے بچنا از بس ضروری ہے۔

فضاؤں اور آب و ہوا کا وجود۔ موسموں کا تغیر۔ سمندروں کا وجود۔ کائناتی کروں میں نحری اور دوری گردشوں کا

قیام اور رات و دن کے عظیم اعجاز اسی حکمت کے مرہون منت ہیں۔

انبیاء کے معجزات بھی اسی حکمت و سائنس کے علمی مناظر تھے۔ جن سے قوموں نے سبق حاصل کیا۔ اور وہ خود بھی اس

تاریخ میں کراہی قسم کے حیرت انگیز معجزات پیش کر رہی ہیں۔ گویا انبیاء کا علم محض نوع انسانی کی رہبری کے لئے تھا۔

حکمت کی دو مختلف قسمیں

اول :- امن پرور اور نفع بخش حکمت و سائنس۔

دوم :- شرانگیز اور تخریبی سائنس جسے خدا نے سحر کہا ہے۔

اگرچہ خلاق عظیم تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر چیز کو فی الحقیقت فائدہ مند اور نفع بخش بنایا۔ لیکن جیسا کہ تفصیل کے

ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ کہ اس کائنات میں جہاں قدیمہ قدرتوں کا عمل و دخل ہے۔ وہاں ایک تخریبی قدرت بھی کام کر رہی

ہے۔ جسے شیطان کہا جاتا ہے۔ خدا نے ان دو متضاد قدرتوں کو پیدا کر کے انسان جیسی شعوری نوع کو بار بار جھنجھوڑا کہ دُنیا

میں امن کی پاسداری میں لگی رہے۔ غلبہ کے اسباب پیدا کر کے تخریب سے بچتی رہے اور اس طرح نہ صرف مومن اور ایماندار

بنی رہے بلکہ اسلام کے گہوارے میں رہ کر سلامتی اور حفظ و امان میں زندگی گزار سکے۔ ان ضرورتوں کے لئے علم ہی ایک

ایسا وسیلہ تھا جو انسان کی ہر شکل میں کام آسکتا تھا۔ اور انجام کار اُس کی آخری ارتقائی منزل جو تسخیر کائنات میں مضمر تھی

طے کر سکتا تھا۔ چونکہ اس عظیم منزل میں لاتعداد سنگلاخ چٹانیں بیشمار کانٹے اور رکاوٹیں پیچھے رہیں اور تھیں اس لئے ان رکاوٹوں کا ہٹایا جانا محض شعور تدبیر اور عقل و فکر سے ممکن تھا۔ خدا نے اس شعور تدبیر اور عقل و فکر کا نام **الْفِرْقَانِ** رکھا ہے۔ جس سے امن اور شر خیر اور تخریب میں تیز ممکن ہے۔ اگر الفرقان کا نفاذ عمل میں نہ لایا جاتا تو سزا و جزا کا محاکمہ بے سود تھا اور ارتقا اور معراج کی منزل لامحالہ تھی۔ لہذا اس فرقان کو زیر نظر رکھتے ہوئے حکمت کی دو متضاد قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول۔ امن پرورد اور نفع بخش حکمت و سائنس۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ حکمت و سائنس کے ساتھ بھی خیر و شر کا حیرت انگیز محاکمہ

قام ہے۔ سائنس و سلامتی حفظ و دوام اور نفع دہی نہ صرف ارتقاء اور معراج انسانی کے لئے از بس ضروری ہے بلکہ تسخیر کائنات بھی اسی سے ممکن ہے۔ اس کے برعکس تخریبی حکمت و سائنس کا وجود بھی ہے۔ جس سے بد اعمالی، تخریبی کردار اور تخریب کائنات کے نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ خدا نے اس سائنس کا نام عام حکمت سے پرے ہٹ کر سحر رکھا ہے۔

دوم۔ سحر۔ اس کی تشریح کے لئے قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات قابل غور ہیں:-

۱۲۰ - ۱۰۷ - موسیٰ نے اپنی لامٹی زمین پر پھینک دی۔ تو وہ اُس وقت صحیح اثر دہا بن گئی۔ اور اپنا ہاتھ بائیں نکالا تو وہ اُس وقت دیکھنے والوں کی نگاہ میں سفید براق تھا۔ تو قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ یہ تو بڑا علمی جادوگر ہے (ساحر علیہ السلام) اس کا ارادہ فی الحقیقت یہ ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے۔ بتاؤ اب تمہاری خیال کیا ہے؟ انہوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اُس کے بھائی کے معاف رکھیے اور شہروں میں نقیب روانہ کیجئے کہ تمام ملک کے ماہر جادو گروں کو آپ کے پاس لے آئیں **رَبِّاُ تُوکَّ بِکَلِّ سَاحِرٍ عَلَیْہِمَا** چنانچہ جادوگر (السحرة) فرعون کے پاس آ پہنچے اور کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ کیا ملے گا۔ فرعون نے کہا ضرور صلہ دیا جائے گا اور اُس کے ساتھ ہم تمہیں مقربوں میں داخل کر لیں گے۔ جب فریقین یوم مقررہ پر جمع ہوئے تو فرعون کے جادو گروں نے کہا کہ یا تم پہلے جادو کی چیز ڈالو یا ہم ڈالتے ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔ جب انہوں نے لوگوں کے سامنے اپنا حکمتی ساز و سامان یعنی تخریبی سائنس سے ایجاد شدہ چیزیں پھینکیں تو انہوں نے جادو کے حیرت انگیز شعبہ دکھائے اور خوب ڈرایا (وَجَاءُ بِالْحِجْرِ عَظِیْمِ) ادھر ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا پھینک دو وہ اُن سب کو نکل جائے گا جن کو یہ بنا کر لائے ہیں۔ پس حق ثابت ہو گیا۔ اور وہ جو کچھ بنا کر لائے تھے سب باطل ہو کر رہ گیا۔ وہ مغلوب اور ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔ اور جادو گر (السحرة) مغلوب ہو کر سجدے میں گر گئے (یعنی موسیٰ کے سامنے عاجز ہو گئے)۔

ان آیات خداوندی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے معجزات کو جو فی الحقیقت حق کی تبلیغ کے لئے

اور امن و سلامتی کی بحالی کے لئے سچی حکمت سے ظہور میں آئے تھے فرعونی ساحروں نے انہیں سچ مچ سحر سے منسوب کیا۔ نیز فرعون کے تخریبی سائنسدان بھی حضرت موسیٰ کی طرح ہو بہو ویسی ہی ایجادات تیار کر کے لائے اور اس تخریبی سائنس کا مقابلہ موسیٰ کی سچی اور امن پرورد حکمت سے کرنے لگے۔ تو خدا نے ان کے اعمال کو سحر سے منسوب فرمایا۔ نیز جس طرح ان حکمتی اعمال کے پیش نظر فرعونیوں نے حضرت موسیٰ کو صریح جادوگر سمجھا اسی طرح حضرت موسیٰ نے فرعونی سائنسدانوں کو صریح جادوگر ہی کہا۔ گویا فرعونیوں کی نگاہ میں حضرت موسیٰ جادوگر نظر آئے اور حضرت موسیٰ کی نگاہ میں فرعونی سائنسدان جادوگر ٹھہرے۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حکمت و سائنس کے اعجاز اور جادو کی حیرت انگیز تخریبی حکمت و سائنس میں بظاہر کوئی فرق نہیں۔ لیکن حقیقت سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ کی حکمت و سائنس کی اساس محض زمین میں امن قائم رکھنے کے لئے تھی حق کے بول بالا کے لئے تھی۔ وہ اپنے معجزات سے فرعونیوں کو ایماندار بنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور انہیں امن و سلامتی کے ماحول میں لانا چاہتے تھے۔ لیکن دوسری طرف فرعون کے سائنسدان حق کو شکست دینے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی حکمت کی اساس اگرچہ عناصر کے حیرت انگیز اعمال پر رکھی تھی۔ لیکن چونکہ یہ ان کے ذاتی تخیل کی پیداوار تھی۔ اس لئے نامکمل تھی۔ محض تخریبی شعبہ بازی تھی۔ اس میں علم وحی کا کچھ حصہ نہ تھا۔ اور علم وحی سے جو ایجاد اور معجزہ قائم ہوتا ہے وہی باکمال اور حق پر مبنی ہوا کرتا ہے۔

۲: ۱۰۱-۱۰۲۔ اور اب جبکہ سابقہ اُمّتوں کے پاس پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور وہ ان سب کی سابقہ آسمانی کتب کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ تو جن لوگوں کو پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے اس کتاب کو پس پشت پھینک دیا۔ گویا وہ اسے جانتے ہی نہیں۔ اور صحیفہ فطرت (الکتاب) سے کچھ حاصل کرنے کی بجائے اس تخریبی سائنس یعنی سحر کے پیچھے پڑ گئے جو سلیمان کے ملک میں شیطان صفت لوگ اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور سچی اور پُر امن حکمت و سائنس سے انکار کر چکے تھے۔ نیز اس کے بالمقابل تخریب و انتشار کے لئے سحر کے علم کو فروغ دیا کرتے تھے۔ یہ علم سرزمین بابل میں ہاروت و ماروت کی دو حیرت انگیز توانائیوں کے ذریعہ اتارا گیا تھا۔ وہ دونوں فی الحقیقت یہی سبق دیا کرتی تھیں کہ وہ محض ایک آزمائش ہیں۔ (اس لئے انہیں تجربات اور مشاہدات کی کسوٹی پر پرکھ کر) ان کی خطرناک حقیقتوں سے انکار نہ کر دو (بلکہ اپنے علم اور الفرقان کے ذریعے ان کے نفع و نقصان کو بخشم خود دیکھ لو) اور سرزمین بابل کی بدکار قوم تو نفاق و تخریب اور انتشار کے مرض سے ختم ہونے کے سبب ان توانائیوں سے ایسی شرانگیز حکمتیں عمل میں لاتی جس سے میاں بیوی میں بھی جدائی ہو جاتی۔ اور وہ دونوں توانائیاں خدا کے حکم کے بغیر تو کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھیں۔ اور کچھ لوگ ان سے تخریبی اور خلاف فطرت علم بھی سیکھتے۔ تو اس سے انہیں ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے۔ نفع قطعاً نہ پہنچ سکا۔ اور وہ بخوبی جانتے تھے کہ جو شخص ایسے تخریبی اور بے سود علم کا خریدار ہو گا۔ اس کے لئے انجام کار کسی ایک جگہ سے کوئی حصہ نہ ہو گا (مآلہ فی الآخرۃ من خلاق) اور جن بے فائدہ ایجادوں کے بدلے

میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ فی الحقیقت بُری ہی تھیں۔ کاش وہ جانتے۔ اور اگر وہ امن و سلامتی کے مدعی بنتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ان کو خدا کے ہاں سے بہت اچھا صلا ملتا۔ اے کاش وہ ہمارے طریق کار اور حکمت آموز اعمال کو (جی سے ہم کائنات میں امن و سلامتی پیدا کئے ہوئے ہیں) جانتے (لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ)

مندرجہ بالا آیات سے بھی وہی مفہوم حاصل ہوتا ہے جو سابقہ آیات سے ظاہر ہے گویا قرم سلیمان کو جن دو قسم کی حیرت انگیز توانائیوں کا علم بخشا گیا تھا اگر ان کی حقیقتوں کو زیر نظر رکھ کر محض امن و سلامتی کے لئے استعمال میں لاتی تو معراج کمال تک پہنچتی۔ لیکن اُس نے خدا کی ان نازل شدہ توانائیوں سے فتنہ و فساد کے سوا کچھ نہ سیکھا۔ اور تخریب اور انتشار کا شکار ہو گئی۔ مَلِكَيْنِ كَا حِكْمَتِي لَفْظِ اور وَمَا اُنزِلَ كِے الفاظ ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ فی الحقیقت حیرت انگیز توانائیاں تھیں۔ لیکن علمی انحطاط کی وجہ سے ان کی خوبیوں کو زیر عمل نہ لایا گیا۔ بلکہ ان سے تخریب اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ عناصر اور ان کی توانائیاں تخریب پسندوں کو تخریب کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور امن پسندوں کو امن کی طرف اس لئے لے جاتی ہیں۔ کہ ان کی حکمت و سائنس محض امن و استحکام کی بحالی کے لئے عمل میں لائی جاتی ہے۔ معاملہ کی بنیاد محض نیت اور ارادے پر منحصر ہے۔

انسان نے اس علم کی تقسیم کیونکر کی ہے ؟

ہمیں خوب معلوم ہو چکا ہے۔ کہ علم فطرت ہی حکمت و سائنس کے علوم کا افتتاح کرتا ہے۔ انسانی شعور کائنات میں خدائی ایجادات کو دیکھ کر خود بھی ایجادات کی طرف پلکتا ہے۔ اور انجام کار پیدائش کائنات کے سرعظیم کی تلاش میں محو ہو جاتا ہے۔ مشاہدات مناظر اور تجربات میں کھو جاتا ہے۔ علمی محاکمات کا ایک دفتر رقم کرتا ہے۔ ادھر کائنات کی قدرتوں طاقتوں اور قوتوں کو دیکھتا ہے۔ اور ادھر ان کی ہر رفتار اور مقدار کے لئے علم ریاضی کی عمیق وادیوں میں کھو جاتا ہے۔ الغرض روز آفرینش سے نوع انسانی اس معتمد کے حل میں لگی ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح حیات و ممات کا راز تلاش کرے۔ فطرت و تخلیق کی خدائی اکائیوں کو ڈھونڈ لکالے۔ اور اس کا رگاہ عمل میں جزا و سزا کا راز تلاش کر کے ایک ایسی راہ پر چل نکلے جو اس کی حیات کو مومن و مصنون بنا دے۔ اپنی طاقتوں کو خدائی طاقتوں کا مثل بنا دے۔ ساری کائنات کو بچشم خود دیکھ لے۔ اور اس طرح تسخیر کائنات کا مرحلہ طے ہو جائے۔ لیکن خدا کے کلمات حکمت ان گنت ہیں۔ ان کی تلاش کے لئے ایک مسلسل جدوجہد اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ حضرت لقمان نے جنہیں حکمت سے خاص عطیات بخشے گئے تھے اس لا مٹنا ہی ہمہ کی تعریف یوں فرمائی تھی :-

۳۱ : ۲۷ - (بٹیا) آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خدا کی ہی ہے۔ اگر یوں ہو جائے کہ زمین میں جتنے درخت ہیں قلیں بن جائیں اور اس دنیا کا سمندر سیاہی بن جائے اور اُس کے بعد (اس کائنات) کے مزید سات سمندر بھی سیاہی بن جائیں تو حکمت خدا کے یہ کلمات رقم نہ ہو سکیں گے۔ (کیونکہ حکمت کے محاکمات اور اُس کی مقبول بات ان گنت ہیں)

بہر حال انسان نے آفرینش سے لے کر آج تک حکمت کو جن مختلف ابواب پر منقسم کیا ہے ان کی تفصیل مختصراً درج ذیل ہے :-

۱۔ کیمیا۔ یہ تین اقسام پر مشتمل بتایا جاتا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کا نام (CHEMISTRY) ہے۔

۱۔ غیر نامیاتی کیمیا۔ (INORGANIC CHEMISTRY)

اس میں اُن اشیاء کا ذکر ہے جو ہم زمین کے خول سے حاصل کرتے ہیں۔ گویا یہ معدنیاتی عناصر اور اُن کے مرکبات کا علم ہے۔

۲۔ نامیاتی کیمیا۔ (ORGANIC CHEMISTRY)

اس علم میں حیوانات اور نباتات سے حاصل شدہ عناصری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۳۔ علمِ طبعی کیمیا۔ (PHYSICAL CHEMISTRY)

اس میں علمِ کیمیا کے مختلف کٹیوں اور اصولوں کا ذکر ہے جو مختلف تجربات کے بعد اخذ ہوتے ہیں۔

۴۔ طبیعیات۔ (PHYSICS)

اس میں مادہ عنصر کی ہئیت ترکیبی اور اُس پر مختلف قوتوں اور طاقتوں کے اثرات اور اُن سے حاصل شدہ قواعد کا ذکر آتا ہے۔

۵۔ علمِ حیوۃ۔ (BIOLOGY)

یہ حیوانات اور نباتات کی زندگی کے مختلف اعمال اور انسانی حیواناتی اور نباتاتی اجسام پر مختلف بیرونی اثرات کا پتہ دیتا ہے۔ گویا حیوۃ کی حقیقت کو منکشف کرتا ہے۔

۶۔ علمِ الارض۔ (GEOLOGY)

اس میں تشریحی پتھروں کی ماہیت، بنیادی عناصر، سنگوں کی پانچ پرتوں اور اُن کی مختلف معلومات جمع کی گئی ہیں۔

۷۔ علمِ ریاضی و اقلیدس۔ نیز الجبراء۔ قدروں کا تعین اور مشینری اور آلات کی ایجادات کے لئے انجینئری کا علم شامل ہے۔

۸۔ علمِ فلکیات۔ اس میں زمین کی چاروں اطراف کی بلندیوں اور اُن کی خلاؤں فضاؤں اور اُن میں پھیلے ہوئے مختلف کردوں

کی حکمتی معلومات اور اُن کے اثرات جو زمین پر وارد ہوتے ہیں معلوم کئے جاتے ہیں۔ آسمانی اجرام کی کششوں۔ موجوں۔ روؤں اور شعاعوں کا علم بھی اسی میں شامل ہے۔

۹۔ علمِ الابدان۔ اس میں مختلف جانداروں کی جسمانی۔ بدنی اور شعوری کیفیتوں کا علم شامل ہے۔

۱۰۔ علمِ الامراض والعلاج۔ اس میں حیواناتی نباتاتی اور معدنیاتی بیماریوں اور اُن کو درست حالت میں رکھنے

کا علم شامل ہے۔

۱۱۔ علمِ الاشیاء۔ "KNOWLEDGE OF ELEMENTS" یعنی عناصر کا علم اس میں عناصر کا عددی نظام

اُن کے قبائل اُن کی عمریں اور اُن کے حیرت انگیز اثرات و کیفیات شامل ہیں۔ یہی علم۔ علمِ کیمیا کی تمام شعبوں کا بانی

ہے۔ اور اسی سے علمِ طبیعیات کا پتہ بھی چلتا ہے۔

۹۔ علم النفس - مختلف عناصر کے جوہروں یا ایٹموں کا علم جس سے عناصر کی توانائی کیت و وزن اور کیفیت کا پتہ چلتا ہے۔ یہی علم ایٹمی سائنس کو افشا کرتا ہے۔

۱۰۔ علم رفتار - اس میں مختلف رفتاروں کے اندازے اور شعاعوں کی رفتار سے فاصلوں کا تعین مختلف عمروں کے اندازے روشنی آواز اور عکس کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

۱۱۔ علم تسخیر کائنات - اس کی ابتداء ابھی ہو رہی ہے۔ اس میں مختلف ایندھنوں، توانائیوں اور فلکی اثرات کی تحقیقات پر وائز کی حکمتوں، خلا میں پہنچ کر اپنے بچاؤ اور پیش آنے والے مختلف عوارضات کا علم، خلائی غذاؤں جسمانی، مینتوں، فلکی طبقات کے مختلف اثرات کا علم اور ان میں حیوۃ کو برقرار رکھنے کی تحقیقات شامل ہے۔

ان کے علاوہ عالمانِ حکمت و سائنس نے مزید کئی علوم کے حیرت انگیز ابواب بھی پیش کئے ہیں۔ جن کی داستان غالباً طوالت کا باعث ہوگی۔ دورِ حاضرہ کی علمی تحقیقات میں خلائی محاکمات اور ایٹمی نظریات ایسے نظر آتے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ نوزع انسانی فی الحقیقت حیوۃ کے راز کو سمجھنے اور موت کی حقیقتوں سے آشنا ہونے کے بالکل نزدیک پہنچ چکی ہے جب ہی موت و حیوۃ کا عقدہ کھل گیا۔ تسخیر کائنات کا مسئلہ حل ہو کر رہے گا۔ اور خدا و حشر سے اعلان کر دے گا کہ میں کون کون سا لوگوں کا باپ ہوں۔ ہمارا وہ اعلان کس قدر صحیح ثابت ہوا۔ جو اس نوزع کی تخلیق کے وقت کیا گیا تھا۔ آج چشمِ خود دیکھ لو۔ کہ انسان نہ صرف خلیفۃ الارض کا صحیح طور پر مصداق ہے۔ بلکہ خلیفۃ کائنات بن کر ہماری رو برو ملاقات کے لئے حاضر ہے۔

میسر رفیقو! کیا آپ کو یہ گمان ہے کہ علمی ارتقاء کے یہ عظیم نشانات محض عام انسانوں کے ذہنی شعور کا نتیجہ ہیں یا ان کی ایجاد کا باعث محض مغربی سائنسدان ہیں۔ ہرگز نہیں۔ قرآن حکیم و عظیم سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی کرنیں محض وحیِ خدا کے اشارات سے ابھریں اور کائنات کی پہنائیوں میں سما کر انبیاء کی رسالت سے جسٹہ جسٹہ نوزع انسانی کے ذہنی شعور پر اثر انداز ہوتی رہیں اس دنیا میں انبیاء کا یکے بعد دیگرے مبعوث ہونا اس امر کا غماز ہے کہ انسانی شعور کی استطاعت کے مطابق اور اس کی ضرورتوں کے مناسب حال علمی انعامات بتدریج عطا ہوتے رہے اور آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں فی الحقیقت کسی فرد واحد یا کسی ایک قوم کی جدوجہد کا نتیجہ قطعاً نہیں۔ نہیں بلکہ صدیوں اور قرونوں کے بعد نوزع انسانی دھیرے دھیرے اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے آج اس مقام تک پہنچی ہے۔ جہاں اسے حیات کی روشنی صاف نظر آ رہی ہے۔

مندرجہ بالا حقیقت افروز علوم کے بعد کیا علمی حدود ختم ہو رہی ہیں۔ یا ہمیں جہاں پہنچنا تھا فی الحقیقت پہنچ چکے ہیں کیا آخر الزمان نبی صلعم کی لائی ہوئی آخری کتاب دیکھی جا چکی ہے۔ اگر فی الحقیقت یہ کتاب وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ کے عظیم دعوے کے ساتھ نازل ہوئی تھی تو کیا اس کی لائی ہوئی حکمتوں کو کلیتاً پالیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں ابھی تک یہ کتاب تسننہ تحقیق و تحقیق ہے۔ اس کے علوم اور اس کی آیات ہمارے شعور سے مزید غور و فکر کی طالب ہیں۔ فطرتِ خدا کے لاتعداد اشارات

ابھی تک نا تلاش کردہ نظر آتے ہیں۔ اور تسخیر کائنات کی عظیم مہم ابھی تک تشنہ تکمیل پڑی ہے۔ اس لئے حکمت کی ارتقا بھی مزید لاکھوں مراحل سے دوچار ہے۔ بھولنے نہیں کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

آئیے۔ قرآن حکیم کو از سر نو دیکھیں اسے دیکھیں اور پھر دیکھیں یہ اس لئے کہ تحقیق کا مرحلہ صرف انبیاء تک محدود ہے لیکن ہمارے لئے تحقیق و تحقیق کا وسیع میدان سامنے ہے۔ جسے انگریزی زبان میں ریسرچ (RESEARCH) کہا گیا ہے۔ اسی ریسرچ سے قرآن حکیم کے باقی ماندہ محاکمے حل ہوں گے۔ حکمت کے بقایا باب سامنے آئیں گے۔ اور نجات و عاطفت کے دروازے یکے بعد دیگرے چوڑے کھلتے جائیں گے۔ قرآن حکیم کی یہ اطلاع کس قدر حقیقت افروز ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ
فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ
تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ
عِنْدِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ (۳: ۷۰)

ترجمہ :- وہی خدا تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی جس کی بعض آیتیں بے حد حکمت آموز ہیں (مُحْكَمَات) وہی اُمُّ الْكِتَابِ یعنی کائنات کا راز افشا کرتی ہیں اور بعض دوسری متشابہ ہیں (جس سے شبہ گذرتا ہے کہ ان میں بظاہر کوئی حکمت نہیں) اور جن لوگوں کے دلوں میں کمی علم و عمل کے باعث کجی ہے۔ وہ آیات متشابہات کا اتباع محض اس لئے کرتے ہیں کہ اپنی باطل تاویل سے بنی نوع انسان میں فتنہ و شر برپا کر دیں۔ حالانکہ وہ ان آیات کی اصل تاویل کو قطعاً نہیں جانتے مگر اللہ البتہ جو لوگ علم فطرت و حکمت میں کامل و متنگاہ رکھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان سے امن و سلامتی بحال کیا کرتے ہیں۔ یہ سب کی سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور عبرت و ذکر تو عقلمندوں کے لئے کارگر ہوتا ہے۔ غور فرمائیے کیا مسلمانان عالم نے آج تک قرآن حکیم و عظیم کی آیات محکمات اور آیات متشابہات کی کوئی فہرست مرتب کی ہے؟ اور ان کی تاویل معلوم کرنے کے لئے کسی مقام پر فقہاء اور راسخون فی العلم کا کوئی بورڈ قائم کیا ہے تاکہ ان مخصوص آیات پر غور و فکر کے بعد امن و سلامتی اور قومی عملیہ کی کوئی سبیل پیدا کی جاسکے۔ کیا ہمارے مفسرین اور دیگر علماء نے کتاب اللہ کی تمام آیات کی تشریحات اور تفسیریں نہیں کیں؟ اور وہ اپنے زعم باطل میں یہی نہیں سمجھتے کہ قرآن عظیم کے تمام علوم کو تشریح اور تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اب اس کی مزید تشریح و تفسیر لحدانہ اور غیر تقلیدی عمل ہے۔

فَسَدَّ بَسْرُهُمْ وَأُولَى الْأَبْصَارِ -

ہم نے اس کائنات میں خدا کی حیرت انگیز خلقتوں کے متعلق سابقہ اوراق میں سیر حاصل تبصرہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ تسخیر کائنات کی عظیم مہم ہمارے شعور کی کم علمی سے اور ان نعیف و کمزور جسمانی اعضاء سے کیونکر ملے ہوگی۔ اور کیا اس مہم کا سر ہونا موجودہ انسان کے فہم و ادراک سے ممکن بھی ہے۔ یا نہیں۔ اس عظیم مسئلے کو سمجھنے کے لئے ہم جدید علم فقہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب تو اس بات پر ہے کہ ہم مسلمان جناب رسالت مآب کو آخری پیغمبر اور ان کی کتاب کو خدائی آخری کتاب تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جب قیامت کے دن تک نہ تو کوئی اور پیغمبر اور نہ ہی خدائی کوئی اور کتاب ہماری رہبری کے لئے آسکتی ہے۔ تو پھر تسخیر کائنات کی علمی گتھیاں کون سمجھائیگا۔ اور اس کتاب کے بعد اس مہم کو سر کرنے کا علم ہمیں کون سی کتاب عطا فرمائیگی۔ یہ ایک سوال ہے جسے ہم اپنے علماء کے سامنے پیش کرتے ہیں جن کا نظریہ اب تک یہی ہے کہ امام اعظمؒ۔ امام حنبلؒ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام جعفر کے بعد ہمارے گیارہ اور امام جو فقہ پیش کر گئے ہیں۔ اس کے بعد کسی اور فقہ کی بنیاد محض محمدانہ اور کافرانہ فعل ہے۔

ان آگفتہ بہ حالات کی موجودگی میں کیا ہماری یہ جستجو قابل التفات سمجھی جائے گی۔ کہ ہم کسی ایسی نئی فقہ کے داعی قطعاً نہیں جو دین فطرت دین قیم اور دین اسلام سے ہٹا کر کسی اور راستے پر گامزن کرتی ہو۔ بلکہ ہم اسی دیرینہ فقہ کو از سر نو زندہ کرنے کی ترقی رکھتے ہیں۔ جس کی بنیاد نہ صرف قرآن حکیم نے خود رکھی تھی۔ بلکہ اس کے داعی صدیق۔ فاروق۔ عثمان۔ علی۔ امام ابوحنیفہ۔ امام حنبل۔ امام مالک۔ امام شافعی اور ہمارے قابل احترام مزید بارہ اماموں کے بعد ابو النصر محمد الفارابی۔ امام ابوعلی سینا۔ امام ابن ماجہ۔ امام ابن تیمیہ امام ابن مسعود۔ علامہ اسحاق بن عمران۔ امام فخر الدین رازی حضرت ابو موسیٰ حابر بن ریحان۔ علامہ ابو القاسم علامہ البرونی۔ علامہ ابن النفیس جیسے عظیم المرتبت علمائے فطرت تھے۔ جن کا اتباع امام غزالی۔ علیہ۔ صغریٰ۔ سجلی جیسے عظیم علماء اور حضرت امام غزالی۔ علامہ ابن النفیس جیسے عظیم ریاضی دان نقیب فطرت اور دینگر نے کیا۔ اور آج پروفیسر عبدالسلام کر رہے ہیں۔

علم فقہ کا صحیح مفہوم

قرآن حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو لغور ملاحظہ فرمائیے۔

۹ : ۱۲۲۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن یعنی امن پیدا کرنے کے مدعی سب کے سب (غور و فکر کے لئے) نکل آئیں تو پھر لوگوں کیوں نہ کرو۔ کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص (جو علم پر عبور اور ذہنی شعور رکھتے ہوں) نکل آتے تاکہ دین فطرت میں غور و فکر اور سمجھ بوجھ پیدا کرتے۔ (لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ) اور جب وہ (تجربات و مشاہدات کے بعد چند محاکمات فطرت کو سمجھ لیتے تو قوم کے پاس واپس آتے اور (فطرت کے وہی اعجاز قوم کے روبرو پیش کر کے) اسے (تخریب کائنات سے) ڈرا دیتے۔ تاکہ وہ حذر کرتے (یعنی چونکہ ہو کر علم فطرت و حکمت پر امن و سلامتی سے غور و فکر میں لگے رہتے اور اپنی ارتقاء کے لئے نئی نئی ایجادیں پیش کرنے کے قابل بنتے)

۲ ۴ : ۱۴۹ - وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

اور ہم نے بہت سے جن اور انسان (محض اُن کے عدم غور و فکر کے) جہنم کے لئے وقت کر دیئے اس لئے کہ اُن کے دل میں لیکن اُن سے سمجھتے اور سوچتے نہیں۔ اُن کی آنکھیں ہیں لیکن اُن سے دیکھتے نہیں اُن کے کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں۔ پس وہ چار پایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو صریح غفلت کا شکار ہیں۔

۳ ۴ : ۸۱ (لَا يَفْقَهُونَ حَدِيثًا)

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ (خدا کی بات پر) سوچ بچار ہی نہیں کرتے۔

۴ ۵۹ : ۱۳ - رَبَّانَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ

مسلمانو! تمہاری ہیبت اُن کافروں کے دلوں میں خدا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ اس لئے کہ کافر فقیہ نہیں (یعنی سوچ بچار نہیں کرتے)

۵ ۶۳ : ۲ (فَطَبِحَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ)

پس اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی کیونکہ وہ تفقہ سے کام نہیں لیتے تھے۔

۶ ۶۲ : ۷ - (وَ لٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ)

۳ مسلمانوں اور زمین کے خزانے تو اللہ ہی کی طرف سے ہیں لیکن منافق فقہ سے کام نہیں لیتے۔

گویا قرآن حکیم و عظیم میں جہاں جہاں یہ لفظ (فقہ - يَفْقَهُونَ - يَتَفَقَّهُوْنَ) استعمال ہوا ہے۔ وہاں خدا کی طرف سے

یہی اشارہ صاف ملتا ہے۔ کہ خدائی فطرت و حکمت کے محاکمات پر پورے شعور سے کام لو۔ اُن پر کامل غور و فکر کرو۔ دین فطرت کے

ظاہر اور مخفی امر پر پورا تدبیر کرو۔ اور جو مسلمان کہلا کر اور اس کے علاوہ عالم کے خطاب سے اپنے آپ کو نواز کر بھی ایسا نہیں کرے گا۔

وہی کافر خدا وہی جہنمی اور وہی منافق ہو گا۔ کیا یہ امر بے حد افسوسناک نہیں کہ آج اسی غور و فکر اور اسی فقہ و تدبیر کی کمی کے باعث دنیا

بھر کے مسلمان اُن قوموں سے جن کو بزعم خود کافر اور مشرک قرار دیتے ہیں عبرت ناک شکست پر شکست کھا رہے ہیں۔ خدا کی نگاہ میں

ریسرچ کا دوسرا نام فقہ ہے۔

الغرض خدا کا یہ ارشاد بھی ہمارے شعور کو اجاگر کرنے کے لئے کیا کچھ کم ہے۔

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (کہ مسلمان تو زمین و آسمان کی حیرت انگیز خلقتوں میں غور و فکر میں لگے رہتے ہیں)

۱۱ الذِّمِّي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْمَحْيَوَاتِ لِيَسْبُلُوْكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

یعنی خدا وہ مالک الملک اور صاحب اختیار خدا ہے۔ جس نے قوموں کی اجتماعی موت و حیات کے قوانین کو رائج کر دیا۔ تاکہ

اس بات کی تم سے آزمائش کرے۔ کہ تم میں سے کون کون علم فطرت و حکمت میں تجربات اور مشاہدات کا احسن عمل سرانجام دیتا ہے۔

آہ! وہ قوم جو کسی وقت دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ فقیہ سب سے بڑھ کر مفکر سب سے زیادہ حکمت شناس اور سب سے زیادہ

دین فطرت کو سمجھنے والی تھی۔ آج دو چار صدیوں کے بعد خدائی علم سے اس قدر لپے بہرہ اور اس قدر نابالداور نا آشنا بن چکی ہے۔ کہ

وہ واٹر ایس ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون جیسے خدمت گزار آلات کو شیطانی اعمال سے منسوب کر رہی ہے۔ اڑتے ہوئے طیاروں اور چلتی ہوئی ٹرینوں کو دیکھ کر خوف کی حالت میں کہنے پر مجبور ہو رہی ہے کہ یہ تو محض صریح جادو کے کھیل ہیں اور تخریب کے مظہر ہیں۔

مسلمان! یہ قیامت نہیں کہ تیرے بڑے بڑے مولیوں نے تجھے محدود دفعہ دے کر تیرے شعور کو آگے بڑھنے سے روک رکھا ہے۔ قرآن پر مزید غور و فکر سے ڈرا رکھا ہے۔ اور تجھے اُس فکر و عمل سے روشناس کر رکھا ہے۔ جس کا بحیثیت مجموعی تمام قرآن میں یا دین اسلام میں کہیں اشارہ تک موجود نہیں۔ فرقہ بازوں کے کھیل۔ شیعہ۔ سنی کے جھگڑے حاضر و ناظر کے مسئلے اور مقلد اور غیر مقلد کی آہنی زنجیروں سے تجھے جکڑ دیا گیا ہے۔ لیکن جس حکمت و فطرت کے عظیم نور نے مشرق میں جسم لے کر مغرب کو بھی نہال کر دیا تھا۔ اُس سے تیری توجہ مبرا ہو بتا دی گئی ہے۔ و احسرتا کہ آج مغرب کا دامن خدا کے انعامات سے پُر ہے۔ اور مشرق رحمت خداوندی سے دور۔ مغرب کو محض اس لئے کوستے رہنا کہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کا منہ سے نام لے کر قرآن دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اُس کے پاس کوئی الہامی کتاب صحیح و سلامت موجود نہیں۔ عقل کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر آج مغرب ایتکموا احسن عملا پر عمل پیرا ہے۔ تو تیری نگاہ میں وہ کیوں مورد الزام ہے۔

اے مسلمان! تیری ہر سلطنت میں کھیلوں کے اڈے۔ عیاشی کی دکانیں۔ پانچ گھروں اور کلبوں کی بلند عمارتیں۔ سینما گھروں کی حیران فرماؤں۔ تیشیں تو موجود ہیں۔ تیرے ہاں سگلائنگ، چور بازاری۔ کنبہ پروری اور اشیاء خوردنی کو ناپاک بنانے کی انجنیں۔ جھا بازی کے منظم اڈے۔ رشوت خوری اور قتل و غارت کے گھنڈے مظاہر اور سازشیں ضرور پرورش پا رہی ہیں۔ لیکن واسے افسوس کہ تیری قوم میں کوئی فقیہ یا فقہی مجلس۔ علم و حکمت اور اُس کی ریسرچ کی کوئی سوسائٹی یا جاندار ادارہ۔ اور مفکرین اور فقہا کا کوئی بورڈ کہیں نظر نہیں آتا۔ اینٹ اکھیڑو تو لاکھ شاعر اور ادیب نکلیں گے لیکن کوئی مفکر یا سائنسدان کوئی حکمت شناس اور عالم فطرت کہیں دکھائی نہ دے گا۔ کیا یہ آثار صاف موت و ہلاکت کے نہیں؟ حیرت و استعجاب کا مقام ہے۔ کہ جو قوم صدیوں تک غیروں کو درسِ حیات دیتی رہی اور درسِ فطرت سے نہال کرتی رہی آج خود غیروں کے دستِ نگر غیروں کی محتاج۔ یہاں تک کہ ایک معمولی کار توں۔ ایک معمولی اوزار اور ایک معمولی مشینری غیروں سے حاصل کر کے استعمال میں لا رہی ہے۔ جس بوجھتی اور البیرونی نے اپنے علمی کردار سے مغرب کو نور بخشا تھا۔ آج ان کا اپنا مسکن اور وطن بے نور ہے۔

مسلمان! کیا یہ قیامت کے آثار نہیں کہ علم کا جو سورج مشرق سے طلوع ہوا تھا آج مغرب کی دلفریب وادیوں میں اپنی ضیا پاشی کر رہا ہے۔ گویا مغرب سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور تجھے اپنے انجام کی خبر تک نہیں۔ قَاتِلِبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ!

قرآن حکیم و عظیم کو سمجھنے کے لئے چند مخصوص نظریات

تمام شعوری قوتوں کے ساتھ اس امر کا یقین کر لیا جائے کہ قرآن حکیم اس آخری زمانے میں خدا کی آخری کتاب ہے۔ جو اپنی صفات میں ایک مکمل درسِ فطرت اور ضابطہ حیات ہے۔ اپنے حقائق میں فی الحقیقت۔ القرآن الحکیم ہے یعنی حکمت و سائنس کے

اشارات پیش کر کے نوع انسانی کو تسخیر کائنات کی آخری منزل تک پہنچانے کی دعوت دے رہا ہے۔

اس کی کوئی آیت ایک دفعہ نازل ہونے کے بعد قطعاً منسوخ نہیں ہوئی۔ قرآن حکیم میں جہاں آیات کی منسوخی کے چند دھندلے سے اشارات ملتے ہیں وہ سابقہ کتب الہیہ کی آیات کے متعلق ہیں جو بتدریج ارتقائے انسانی کی وجہ سے اس آخری کتاب میں شامل کی جانی ضروری نہ سمجھی گئیں۔ اس لئے انہیں منسوخ کر کے خدا نے ہماری ارتقا کی مناسبت بہتر آیات عطا فرمادیں۔ قرآن حکیم و عظیم کی آیات حکمت تو صاف طور پر حکمت آموز نظر آ رہی ہیں۔ جن کی تشریح اور تفسیر ہر دور میں آسان تھی۔ لیکن آیات متشابہات ایسی دقیق ہیں کہ ان میں بیک وقت امن اور تخریب، سلامتی اور فساد کا شبہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان کے مطالب میں کامل غور و خوض کی ضرورت لاحق ہے۔ نیز جلد بازی یا کمی علم کے باعث انسانی فطرت ان سے فساد کی طرف آسانی سے لپک سکتی ہے اس لئے ایسی آیات کو زیر نظر رکھ کر پُر امن حکمتی مشاہدات اور تجربات عمل میں لانے ضروری ہیں تاکہ ان کی صحیح تشریح کا علم ہو سکے۔ لہذا یہ آیات انسانی غور و فکر کے لئے قیامت تک کھلی پڑی ہیں اور جب تک ان کی سچی حکمت کا علم دو اور دو چار کی طرح صاف طور پر نہ ہو جائے۔ تشنہ فکر و تدبیر نہ ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر کامل علمی دست گاہ کی ضرورت لاحق ہے۔

قرآن کی صحیح تشریح اور اس کے ہر لفظ کے سچے معانی خود اسی کے اندر موجود ہیں۔ قرآن کسی انسانی لغت یا کسی انسانی روایت کا محتاج قطعاً نہیں ہاں اسے سمجھنے کے لئے پورے تدبیر اور فکر کی ضرورت ہے۔

خدا نے جو قوانین فطرت قوانین تزکیہ اور قوانین علم و حکمت قرآن میں دے کر نبوت کے پُر و فرمائے تھے وہ سب کے سب نوع انسانی کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ رسالت مآب صلعم نے ان میں سے ذرہ بھر بھی چھپا کر نہیں رکھا (۵: ۱۱۱) اب یہ ہمارا کام ہے کہ اسے فکر و تدبیر اور فقہ و غور سے پوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

اگر فی الواقعہ پانچواں نظریہ صحیح ہے۔ تو یقین کرنا پڑے گا کہ انسان اسے سمجھنے پر پوری طرح قادر ہے۔ کیونکہ بخشش اور عطا کسی کی اہلیت پر دلالت کرتی ہے۔

انبیاء کے معجزات خدائی حکمت و سائنس کے حیرت انگیز مثال تھے۔ جو قوموں سے سامنے اس لئے پیش ہوئے کہ قومیں ان کا اتباع کر کے خود بھی ارتقاء کے معجزات پیش کر سکیں ورنہ خدائے عظیم و بصیر کا مقابلہ علمی اور حکمتی لحاظ سے انسان جیسی ادنیٰ مخلوق کے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

قرآن حکیم و عظیم کو سمجھنے کے لئے پاکیزہ لباس، پاکیزہ بدن، پاکیزہ شعور و تخیل اور ایک مسلسل اور سپیم فکر و تدبیر کی ضرورت ہے۔ سابقہ تفسیروں، تشریحوں اور روایات سے کلیتاً خالی الذہن ہو کر اسے غور و فکر میں لایا جائے۔ اس کی آیات پر تحقیقات و تحقیقات کا عمل کیا جائے۔ اتحاد فکر و عمل سے کام لیا جائے۔ کیونکہ قرآن کسی فکر و واحد سے سمجھا نہیں جاسکتا۔ اس کا علمی دروازہ انسانیت کے ہر فرد پر یکساں کھلا ہے۔ جس طرح خدا اپنی حکمتوں میں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنِہِ اسی طرح اس کا کلام مجید

بھی کُلّ یُوْجِرُ هُوَ بِنِ شَانِ كِے مصداق ہے۔

۹. علمِ حکمت و سائنس کے حصول کے لئے آخری اور آسان تر مکمل کتاب قرآنِ عظیم و حکیم ہی ہے اور قیامت تک پیش آنے والی ایجادات اور مصنوعات کے اشارات اور حقائق فی الحقیقت اسی میں ہیں۔ بشرط یہ ہے کہ علمِ خداوندی پر پورا عبور اور احاطہ ہو۔ کیونکہ اس کتاب کی ہر سطر اور ہر جملہ ایک آیت کہلاتی ہے۔ جس کے معانی اعجاز اور نشان کے ہیں۔ گویا یہ تمام کی تمام کتاب فی الحقیقت ایک معجزہ ہے۔

۱۰. حضور رسالت مآب صلعم تمام انسانیت کے پیغمبر ہیں (اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا) وہ تمام نوعِ انسانی کے لئے نذیر و بشیر ہیں (وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ لَیْسَیْرًا وَّ نَذِیْرًا) وہ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ بھی ہیں۔ اس لئے اُن کی لائی ہوئی حکمت آموز کتاب بھی تمام انسانیت اور تمام نوعِ انسانی کے لئے بشیر اور نذیر ہے۔ نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئی ہے۔ یہ اس لئے کہ انسانیت نے اپنے معراجِ کمال سے تسخیرِ کائنات کی مہم طے کرنی ہے۔ لہذا اس آخر الزمان پیغمبر اور اُس کی آخر الزمان کتاب کو تسلیم کرنے کے لئے تمام انسانیت وقف ہے۔ اُمتِ واحدہ کے دائرے میں ہے۔ اس دور میں جو معجزہ جو حیرت انگیز کمال جو ایجاد و تخلیق عمل میں آئے گی وہ دورِ عہد کا ایک اعجاز نہ ہوگی۔ اس میدان میں کالے اور گورے۔ مشرقی اور مغربی کی تخصیص قطعاً نہیں۔ اس لئے قرآنِ حکیم کی حکمت بالغہ کو سمجھنے کے لئے اسی حیرت انگیز علمی نکتہ نگاہ کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

۱۱. تسخیرِ کائنات کا علم بھی اسی قرآنِ حکیم و عظیم کے اشارات میں موجود ہے۔ جو ابھی تک نا تلاش کردہ ہے۔ اس لئے یہ محاکمہ عظیم ہمارے لئے بدستور درسِ غور و فکر دے رہا ہے۔ اس کے برعکس اگر یہ مسئلہ لایحل تھا۔ تو وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ کِیْ اِطَّلَعَ مَعَاذَ اللّٰهِ مَعْنٰی تَحٰی۔ اس لئے ابھی ہمیں قرآنِ عظیم سے بہت کچھ سیکھنا ہے اور مقتدین کی تفسیریں اور تشریحیں اور سابقہ روایات سب کی سب حتمی اور آخری قطعاً نہیں۔

علم کے لئے سمع و لبص اور قلب و ذہن کی مخفی قدرتیں

ہمیں خوب معلوم ہو چکا ہے کہ علم کے حقیقی سرچشمے سمع و لبص اور قلب و ذہن ہیں اور انسان نے ان کے طفیل مختلف علوم کی صفت بندی بھی کر رکھی ہے۔ لیکن کیا یہ صفت مکمل ہو چکی ہے؟ یا حلیم کی آڑ میں انسانی نگاہ کے لئے ابھی اور اعجاب از تجلیات کی تڑپ میں سسک رہے ہیں۔ اس لئے جو مزید مسائل ہمیں کھٹک رہے ہیں وہ علم کے لحاظ سے اس قدر اہم نظر آتے ہیں کہ اُن کا ذکر کر دینا فطرت کی تلاش کے لئے از بس ضروری نظر آتا ہے۔ انسان نے ابھی تک اپنی تخلیق و ایجاد کو محض ظاہری کالوں آنکھوں اور قلب و ذہن کی قوتوں کو استعمال کر کے کسی نہ کسی ایندھن سے یا اُس کو رواں کرنے کے لئے کسی بیرونی طاقت

کو عمل میں لا کر ایک مدت کے لئے چلا رکھا ہے۔ بیشک اُس میں حسابی اندازے اور کل پُرزوں کی حیرت انگیز ترتیب بھی موجود ہے لیکن یہ بے جان مشینری محض یونان کی قدیم مانی تھا لوجی (علم الاوام) کی پیداوار اس لئے نظر آتی ہے۔ کہ اس کی بنیاد نقطہ مستقیم اور دائرہ پر ہے۔ بادی النظر میں اگرچہ یہ نام بھی علم ریاضی اور اقلیدس کی بنیاد پر قائم ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو صحیفہ فطرت کی پہنائیوں میں ان کا کوئی نشان بظاہر نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان نے آج تک بے جان چیزوں سے بے جان مشینری کی ایجاد تو ضرور کی ہے۔ لیکن کسی جاندار تخلیق کی طرف قدم نہیں بڑھا سکا۔

آج کچھ ایسا نظر آ رہا ہے کہ انسان ایٹمی توانائیوں کے راز سے اپنی قدیم آڈی آلو جی (IDIOLOGY) کو ترک کر رہا ہے۔ اور فطرت کی دلفریب وادیلوں میں قدم بڑھا رہا ہے۔ ایٹمی توانائی کو جو فی الحقیقت حیات کی راز دار ہے خود کار میزائلوں خود کار کیمروں۔ خود کار شعوری مشینوں میں استعمال کر کے عقل انسانی کو درپہ حیرت میں لا رہا ہے۔ کیا عجب کہ شعور انسانی آگے چل کر سمع و بصر اور افسدہ میں موجود قدرتی توانائیوں اور اُن میں کام آنے والے ایٹموں کی تشخیص کر کے ایک ایسی جدید اور جاندار تخلیق کا موجد بن جائے جو خدا کی پیدا کی ہوئی جاندار مخلوق کی طرح ذہن و شعور اور سمع و بصر سے لیس ہو۔ اور بغیر کسی بیرونی حرکت کے خود کار۔ چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی نظر آئے۔ نقطہ۔ خط مستقیم اور دائرے کی بجائے اُس میں فطرت کی عظیم الشان حسابی اکائیاں یعنی جمع و تقسیم اور نفی و ضرب جو پروٹان، نیوٹران، الیکٹران اور سولہ ان میں غنقی ہیں اور اُن کی حیرت انگیز حکمتی قدریں فطرت کے اصولوں کے اس قدر مطابق ہوں۔ کہ جدید تخلیق فی الحقیقت ایک جاندار نوع کہلانے لگے۔

آج بے شک یہ واقعہ ایک معجزہ یا خواب نظر آئے گا۔ لیکن وہ دن دور نہیں کہ خلاق عظیم خدا کے بعد یہ انسان بھی ایک ادنیٰ خلاق بن کر خدا کی اس عظیم آیت کے چہرہ سے نقاب الٹ دے اور اس کی سچائیوں اور حقیقتوں کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو جائے۔ (۱۲: ۲۳) قَسَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۵) یعنی خدا جو تمام دیگر خالقوں سے بہترین خالق ہے فی الحقیقت بڑا ہی بابرکت ہے۔

گویا خدا کے بعد بہت سے اور خالق بھی ہیں۔ جو وہی کچھ کریں گے جو خدا کر رہا ہے

یہ خود کار تخلیق کا مسئلہ کیوں نکر ہے؟

ہمیں اس کا بخوبی علم ہو چکا ہے کہ عناصر محض عناصر کی صورت میں جو اثرات رکھتے ہیں اُن کے جوہر یا ایٹم اُن کے بالمقابل کئی مزید اعجاز بھی رکھتے ہیں۔ جنہیں انسان ایٹمی توانائیوں کے نظریات میں کسی حد تک نہ صرف دیکھ چکا ہے۔ بلکہ ابھی تک خدا کی اس حیرت انگیز مخلوق کی تحقیقات میں مجذوب ہے۔ یہ نفسوں کی صفت میں نفس امارہ کیا ہے؟ نفس لوامر کی حقیقت کیا ہے۔ اور نفس مطمئنہ کا اعجاز کیوں نکر ہے؟ جسم انسانی میں رُوح کا تعلق نفس لوامر کے بعد محض نفس مطمئنہ سے

کیوں ہے اور نفسِ امارہ کا تعلق نفسِ لوامہ تک کیوں محدود ہے۔ نیز نفسِ مطمئنہ سے نفسِ امارہ کا تعلق کیوں محدود ہے؟ آگے چلے جسمِ انسانی میں جان پہلے نمودار ہوئی یا روح۔ اور کیا جان اور روح ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا ان کی ماہیت جُدا جُدا ہے۔ نیز سمع و بصر اور قلب و ذہن کے یہ ظاہری آلات جب بیداری کی حالت میں ہی علمی شمع روشن کر سکتے ہیں، تو پھر عالمِ خواب میں وہ کون سے ایسے ہی آلات کام کرتے ہیں۔ جو انسان کے لئے بے شمار علمی انکشافات کا موجب بنتے ہیں۔ نیند موت کی مثیل ہے۔ اور موت کا اعجاز تو یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ غیبی طاقت حیاتِ عقلی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ لیکن آپ نے کبھی غور کیا کہ جسمِ انسانی کے ساتھ یہ اسی قسم کے ہمشکل آلات کہاں سے آتے اور اپنا جدید اعجاز کیوں کر پیش کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو آپ مانیں یا نہ مانیں آٹھ سال پہلے عالمِ خواب میں ایک ایسے مقام کو بچشمِ خود دیکھا جسے آٹھ سال بعد عالمِ بیداری میں ہو بہو دیکھنے کا موقع ملا۔ جو نقش و نگار اور دلفریب فضائیں ایک طویل مدت پہلے خواب میں نظر آئی تھیں۔ وہی اُنہی انداز میں بیداری میں دیکھ لیں۔ ایک شخص جو عمل اُس وقت خواب میں کرتا ہوا دکھائی دیا بیدار نگاہوں نے اُس وقت اُسے وہی کچھ کرتے دیکھا۔ گویا ایک مستقبل میں پیش آنے والا واقعہ آٹھ سال پہلے من و عن دکھلایا گیا۔ غور فرمائیے وہ کون سی طاقتیں اُس عالمِ خواب میں کام کر رہی تھیں جو آٹھ سال بعد ظہور میں آنے والے واقعہ کو پہلے ہی آشکار کرنے پر قادر تھیں۔ عالمِ خواب کے ان جدید علمی آلات کا یہ معجزہ کیا ہمارے لئے فی الحقیقت حیرت انگیز نہیں؟۔ جب قرآن حکیم بھی کسی ایک ایسے ہی واقعات کی نشان دہی فرماتا ہے۔ تو اسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ علم کے حصول کے لئے جہاں انسان کو بیرونی کائنات کی تحقیقات کی ضرورت ہے وہاں سب سے پہلے خود اپنے جسم کی اس مختصر لیکن حیرت انگیز کائنات کو بھی دیکھنا از بس ضروری ہے۔ ذاتی اور قریب ترین کائنات سے پہلو ہتی کر کے دور و دراز کی پہنائیوں میں گم ہو جانا ایک پیش از وقت عمل ہے۔ رسالت مآب صلعم نے فرمایا تھا۔ مَنْ عَوَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَوَفَ مَن بَدَهُ۔ یعنی جس نے اپنے جسمانی جوہروں اور ایٹموں کی تحقیقات کی اُس کے لئے اپنے رب کی پہچان کچھ مشکل امر نہیں۔

اپنے من میں ڈوسبہا کہ پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنانا نہ بن اپنا تو بن



مادہ اور عناصرِ خدا نہیں بلکہ خدا کی عظیم صنعت و تخلیق ہیں

ہم نے اوراقِ سابق میں مادے اور عناصر کے خواص پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اور آگے چل کر کتاب کے دیگر تین ابواب میں بھی اس ضمن میں مفصل بحث آ رہی ہے۔ لیکن آج اس ارتقائی اور علمی دور میں مسلمانوں کے کسی طبقہ کی طرف سے عناصر یا مادے کی عظیم خداوندی صنعت سے سرواگہ لگا کر کے اسے مادہ پرستی کا نام دے دینا، موجودہ دور کی حکمت و سائنس کو کلیتاً خلافِ قرآن کہہ دینا یا اس کے بالمقابل اپنی بے علمی سے چند خود ساختہ نظریات کے تحت یہ کہہ دینا کہ قرآن کوئی ارتقائی حکمت و سائنس پیش نہیں کرتا۔ یا قرآن اور اسلام محض چند معاشرتی اقتصادی اور دنیاوی حیات کے قوانین پیش کر کے اپنے وجود میں مکمل ضابطہ حیات کہلانے کا مستحق ہے۔ ہمارے خیال میں یہ دعویٰ اس وقت تک نوعِ انسانی کی نگاہ میں صحیح ثابت نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ قرآن یا اسلام کے مکمل ضابطہ حیات ہونے کا پوری طرح ثبوت پیش نہ کر دیا جائے۔ اور یہ ثبوت حکمت و سائنس کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ ہماری مجال نہیں کہ ہم اپنے نظریات کی بنیاد قرآن حکیم و عظیم کے اشارات پر نہ رکھیں ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ کہیں قرآنی اشارات کے تحت بر ملا کہیں جہاں کسی اشارے کی سمجھ نہ آئے وہاں رک جائیں اُسے سمجھیں اور مزید سمجھ کر آگے بڑھتے جائیں۔

دوسری جانب ہمارے مغرب زدہ اور دہریت نواز دوست بھی ہم سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ ہم ان کی ہاں میں ہاں ملا کر خیالات کی روانی میں یہ کہہ دیں کہ مادے یا مادے سے بنی ہوئی اس کائنات کو ہی خدا سمجھ لیا جائے۔ اور خالق اور مخلوق، موجد اور ایجاد یا صانع اور مصنوع جلیبے الفاظ کو محض انسان کی دماغی اختراع سمجھ کر یہ کہہ دیں کہ یہ محدود سی کائنات ہی ایک واحد نظامِ حیات ہے اور اس سے ماورای کچھ نہیں۔ ہاں ان کے یہ دعوے ہمارے لئے یقیناً باعثِ تحقیقات اور قابلِ غور و فکر اس لئے ہیں کہ ان کے متعلق ہمیں قرآنی اشارات سے کچھ روشنی نصیب ہو رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کائنات محض مادے کی پیداوار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مادے اور قدرتوں کے مشترک قوام سے عمل میں آئی ہے۔ یہ کہنا کہ مادہ ہی کائنات میں موجود ہے مادے میں ہی حیات ہے موت محض مادے کے تغیر کا نام ہے یا کسی نوع کے مخصوص اشکالی یا صورتی تغیر کو موت کہا جاسکتا ہے۔ نیز ابدی موت نہ مادے میں موجود ہے اور نہ اس کا امکان نظر آتا ہے۔ یہ اس لئے غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب تک مادہ کسی بیرونی قدرت سے خواہ وہ اندرونِ کائنات سے وارد ہو یا اُسے ماورائی کائنات سے حاصل ہو۔ مگر نہ ہو تب تک اُس میں کسی تغیر کا امکان ممکن نہیں۔ مادے اور قدرت میں ایک مشترک جاذبیت قائم ہے۔ محض مادے کو

مختار گل مان کر قدرت کی جداگانہ حیثیت کو درخور اعتنا سمجھنا حکمت و دانائی نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ حیات ابدی ہے اور حیات حیات سے نمودار ہو رہی ہے۔ مادے کی فطرت محض حیات والہ ہے حیات مادے سے باہر نہیں یا زمان و مکان مادے سے باہر نہیں یہ نظریات کلیتاً صحیح اس لئے تسلیم نہیں کئے جاسکتے کہ موت یا حیات کسی قدرت کے عمل کا نام ہے۔ بذاتِ خود دونوں نہ مادہ ہیں۔ نہ عنصر۔ جیسے روشنی اور اندھیرا نہ مادہ ہے نہ عنصر۔ موت و حیات کے لئے مادہ یا عنصر محض بیرونی قدرت کا محتاج ہے۔ بذاتِ خود کچھ نہیں۔ ہاں مادہ یا عنصر جب اجزائے لایتجزی میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس میں قدرتوں کے جذب کرنے کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ مادے یا ذرے کا یہی عشق اسے حیات سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ اور اس میں کشش چمک دمک حرکت و حرارت کے بعد حیات ہی نمودار ہو جاتی ہے۔ یہ سب اعجاز محض مادے کا نہیں بلکہ اندرون کائنات یا ماورائے کائنات سے آنے والی ان قدرتوں اور طاقتوں کا ہے۔ جنہیں ہم شب و روز محسوس کر رہے ہیں۔ مادے میں انہی قدرتوں اور طاقتوں سے ابد اور ازل کی داستان دہرائی جا رہی ہے۔ بے شک مادہ محیط کائنات ہے۔ تعمیر جہاں کا نقش اول و آخر ہے۔ مادہ ہی فعال ازل ہے لیکن جب تک اسے بیرونی روشنی نصیب نہ ہو بذاتِ خود کچھ نہیں فرض کر لیجئے کہ ہم ایک بیج کو ایسے مقام پر بودیتے ہیں۔ جہاں اسے سورج کی شعائیں یا کائنات کی ہوائیں نصیب نہیں ہوتیں تو بیج میں کوئی حرکت اور نمونے آثار پیدا نہ ہوں گے۔ آپ کہیں گے کہ سورج اور ہوا تو اسی کائنات کی حدود میں کار فرما ہیں۔ اس لئے یہی کائنات یا اس کا مادی وجود ہی کسی حیات کو جنم دیتا ہے یہ نظریہ اس لئے غلط ہو جاتا ہے کہ سورج اور کائنات کی ہوا بھی کسی بیرونی قدرت کی محتاج اس لئے ہے کہ کوئی مادہ بغیر بیرونی قدرت کے حیات انگیز نہیں بن سکتا۔ مادے میں کوئی حرکت کوئی تبدیلی اور کوئی حرارت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس پر کسی طاقت کا عمل نہ ہو۔ یا اس میں کسی طاقت و قدرت کو جذب کرنے کا سبب پیدا نہ ہو جائے۔ مادے کا یہی جذب و شوق اس کی صورت میں بدلتا ہے۔ حیات پیدا کرتا ہے اور اسے انجام کار مختار فعل بنا دیتا ہے۔ اسی لحاظ سے مادے سے وجود میں آنی والی ہر نوع ایک دوسرے کے لئے پیام عبرت و درس بن جاتی ہے۔ اسی لحاظ سے مادے میں خیر و شر ہے اور اس مادی کائنات میں اسی درجہ سے خیر و شر کے نظام جاری ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اس کائنات میں نظام حیات دو اجزائے مشترکہ سے قائم ہے۔ یعنی مادہ اور قدرت۔ مادہ اسی کائنات میں محیط ہے اور قدرت بیرون کائنات سے وارد ہو رہی ہے۔ جو سورج اور ہواؤں اور دیگر ستاروں اور سیاروں میں حیات پیدا کرتی ہے۔ پھر ان کی تجلیوں کششوں موجوں اور رُودوں سے دوسرے اجسام مادی میں جان نمودار ہوتی ہے۔ نظام حیات کی یہ سلسلہ وار کڑیاں محض ماورائے کائنات سے پہنچنے والی قدرتوں اور طاقتوں سے جڑی ہیں۔ اگر یہ بیرونی سلسلہ توانائی ختم ہو جائے تو مادہ جو محض موت ہے جامد اور ساکن بن کر رہ جائے۔ الغرض ہمارے لئے جہاں مادے یا عناصر کا علم انتہائی طور پر ضروری ہے۔ وہاں بیرونی قدرتوں اور طاقتوں کا علم بھی اس لئے لابدی ہے۔ کہ انہی سے یہ مادی

کائنات قائم ہے۔ اُنہی سے اس مادے میں حیات اور نمود ہے۔ اُنہی سے مادے میں علمی اور شعوری حیات ظہور میں آ رہی ہیں۔
الغرض جب تک ہم اس مادی کائنات سے نکل کر کسی دوسری کائنات میں نہ چلے جائیں اُس وقت تک اُن قدرتوں اور طاقتوں
کے ماخذ کا علم ممکن نہیں۔ قرآنی نظریات کے مطابق جہاں محض اس مادی کائنات کا نام نہیں بلکہ نامعلوم کتنے جہاں اور ہیں جن
پر محض خدائے یکتا کی حکمرانی نئے نئے اسلوب سے قائم ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں : ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں
دہریت نواز حضرات آئے دن کھل کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ محض ایک خیالی نام ہے۔ خدا کو ماننا انسان کی ذہنی کمتری ہے۔
جس کا کوئی نشان اور نہ مثال ہو۔ تو وہ خدا کیونکر ہے۔ یہ ایک وہم اور تصوراتی لفظ ہے۔ جب حرم اسی کائنات میں ہے جو محض
مادے سے آراستہ ہے۔ تو پھر حرم میں سجدہ کائنات یا اُس کے مادے کو سجدہ ہے۔ خدا کا سجدہ کیونکر تسلیم کیا جائے۔ ہم جب اپنا رذق
اس زمین سے یا اسی کائنات سے حاصل کرتے ہیں تو اسی کائنات کا نام رزاق ہے۔ اور یہی مادہ پروردگار ہے۔ ہر نوع کی پیدائش
جب مادے سے ہے۔ اور ہر نوع کی مادہ موجود ہے۔ تو اصل خالق ماں تصور ہوتی ہے۔ یا اُس کا مادہ۔ مادے کا کوئی صنایع نہیں۔
مادہ خود ہی صنایع ہے اور مصنوع بھی ہے۔ کیونکہ علت جب معلول میں آتی ہے تو پھر علت بن جاتی ہے۔ علم اسی کائنات میں
موجود ہے۔ اور کائنات کی ہر نوع ایک دوسرے کی معلوم ہے۔ یہ تمام ستارے اور سیارے مادے سے وجود میں آئے مادے
کے خواص سے وہ خود بخود کائنات میں تیر رہے ہیں اور چمک دمک رکھتے ہیں۔ مادے کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ جب یہی
مادہ خالق ہے۔ تو پھر وحی بھی اسی مادے سے ہے۔ انسان نے خود ہی مفکر بن اور دانشوروں کا نام پیغمبر اور رسول رکھ لیا
ہے۔ ورنہ وہ بھی اسی کائنات کی موجودات میں سے ہیں۔ اور اسی کائنات میں پیدا ہوئے یہیں رہے۔ اور فنا ہو گئے۔
قیامت ہر وجود کے ظہور کا نام ہے۔ جب انسان مادے سے ہے۔ اور مادہ نہیں مرتا۔ تو انسان بھی یقیناً نہیں مرتا۔ محض تغیر
سے دو چار ہے جو مادے کی صفت ہے۔ خدا کا وجود کسی دلیل اور منطق سے ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ اُس کی صورت متشکل
کی جانی از بس ضروری ہے۔ خدا نور کیونکہ کہلا سکتا ہے۔ جبکہ نور مادے کی صفت ہے۔ اور نور مادے سے جدا نہیں جب
مادہ نہیں تھا تو خدا کس پر حاکم تھا۔ اور اُس وقت کی انواع کس چیز سے تقویم میں آئی تھیں۔ ہو جا کا حکم کس نے دیا۔
اور اس سے پہلے مادہ اور مادے کی کائنات کا وجود کیونکر تھا۔ یہی مادہ تاد رہے اور اپنی قدرت سے ہر نوع کو جنم دے رہا
ہے۔ خود انسان بھی اسی کا مظہر ہے۔ مادے میں ہی عقل و فکر ذہن اور سمع و بصر کے اوصاف موجود ہیں۔ اس لئے مادہ ہی
سمیع و بصیر اور علیم و خبیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ الغرض یہ تمام خیالات ہمارے اُن دوستوں کے ہیں جن کا تعلق دینِ فطرت
دینِ قیم یا دینِ اسلام سے نہیں۔ یہ خیالات اُن کے محدود ذہنی تنہیل کی پیداوار ہیں۔ جو اس مختصر سی محدود مادی کائنات
میں جنم لے کر بعینہ اسی طرح سوچتے ہیں جس طرح مرغی کے انڈے میں ایک جاندار بچہ اپنے انڈے کی محدود کائنات کو
دیکھتا ہے۔ اور فیصلہ کر لیتا ہے۔ کہ یہی اُس کی کائنات ہے یہی سفید انڈے کی چھت اُس کا آسمان ہے۔ اور انڈے کا

بچا کچھا مادہ ہی اُس کا رزق ہے۔ وہ انڈے میں حیات رکھتا ہے اور انڈا ہی اُس کا والی اور وارث خالق اور مالک ہے لیکن جب اُس کا ذہن ارتقاء انڈے کو پھاڑنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ تو انڈے کو سورخ کر کے اپنی نگاہ اُسی مُرغی خانے پر ڈالتا ہے۔ تب دیکھتا ہے۔ کہ افسوس انڈے کی چار دیواری تو اُس کی کائنات نہ تھی۔ بلکہ یہ مُرغی خانہ اُس کی کائنات ہے۔ اس کے بعد وہ اچھل کر باہر آتا ہے۔ ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ تو اُسے مُرغی خانے سے باہر ایک مکان کی چار دیواری نظر آتی ہے۔ ایک ماں اُسے بلاتی ہے۔ اور اُسے دانہ کھلانے میں مصروف ہوتی ہے۔ تو بیچارہ بچہ یہی خیال کرتا ہے کہ یہ چار دیواری اُس کی کائنات تھی۔ اور اُس کی خالق فی الحقیقت وہ مُرغی تھی۔ جس کے انڈے سے وہ باہر آیا۔ اور وہی اُس کی رزاق اور رب ہے جو اُسے دانہ دینا کھلا رہی ہے۔ اُس کے بعد اُس کے پر کھلتے ہیں۔ اور وہ چار دیواری کو بچاند کر اور اپنی ماں کو خیر باد کہہ کر وسیع میدان میں پہنچتا ہے پھر نیلے آسمان اور اس زمین کے وسیع لیکن محدود میدانوں کو ہی اپنی کائنات سمجھ لیتا ہے تب اُسے ہر مقام پر رزق بکھرا ہوا نظر آتا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ رزاق اور رب میری مُرغی ماں نہیں تھی بلکہ یہ سب کچھ کسی اور ہستی نے بکھیر رکھا ہے جو بظاہر اُسے نظر نہیں آتی۔ اُس کا یہ ذہنی تخیل اپنے ارتقا کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ اور اُس کا شعور اُسے آگے سے آگے لے جانا چاہتا ہے۔

یہی صورت نوع انسانی کی ہے۔ لیکن یہ نوع چونکہ باقی انواع سے زیادہ باشعور اور اس کائنات میں عقل و فراست کے لحاظ سے انثرف الخلق نظر آتی ہے۔ اس لئے یہ نہ صرف اس کائنات کی کنہہ کو پوری طرح دیکھنا چاہتی ہے۔ بلکہ وہ مادرائے کائنات کے علم کی بھی متمنی ہے۔ اپنی قدرتوں کے ارتقاء اور اپنی علمی اور حکمتی کارناموں سے اس مادی کائنات کو بچاند کر کسی اللہ کائنات کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔ مختلف اشیاء کے تجزیات کرتی اور ان کے نام از خود رکھنے پر قادر ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اس مادی کائنات میں اُس کا آنا اور اُس کی فطرت میں کُل اسماء کا علم و ولایت ہونا یعنی اس مادے کے اجسام یا عناصر کے ناموں کا علم اُس کی اذلی سرشت میں شامل ہونا اس امر کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ اگرچہ انسان مادے کا خالق نہیں کیونکہ وہ خود مادے سے ہے۔ لیکن اس مادی کائنات سے کسی دوسری کائنات میں جلنے کے اسباب اسی مادے کی ارتقاء میں صاف دیکھتا ہے۔ اسی مادے سے کام لیتا ہے۔ اور حکمت و سائنس سے ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے کہ وہ اس مادی کائنات کے گنبد نیلگوں کو مُرغی کے انڈے کی طرح پھاڑ کر کسی اور کائنات کو دیکھ لے۔ گویا کائنات کے لغوی معنوں کے اندازے اُس کی فطرت اور سرشت ہر لمحہ اُسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ کوئی نہ کوئی نئی دنیا تلاش کرے۔ حتیٰ کہ وہ اُن لاتعداد کائناتوں کو چھان کر دیکھے کہ ان کا خالق کہاں ہے۔ کہاں بستا ہے۔ کس جیلے اور شکل میں ہے۔ گویا انسان کی فطرت اور سرشت میں یہ راز مخفی ہے۔ کہ وہ انجام کار اپنے خالق نہیں بلکہ مادے اور اس مادی کائنات کے خلاقِ عظیم کو دیکھے اور اُس کی روبرو ملاقات کر کے رہے۔

جب ہم اپنے علمی شعور سے نہیں بلکہ دلیل اور منطق سے از خود فاعل اور مفعول کی تھیوری ایجاد کرتے ہیں تو پھر ہمیں صاف نظر آتا ہے۔ کہ اگر کوئی مخلوق موجود ہے تو اُس کا خالق ہونا چاہیے۔ جب کوئی ایجاد سامنے ہے۔ تو اُس کا موجد ضرور ہوگا

جب کوئی صنعت آنکھ کے سامنے آئے تو شعور یہ مجبور کرتا ہے کہ اس کا صنایع بھی ضرور کوئی ہوگا۔ اگر یہ تمام کائنات مادے سے بنی ہے۔ اور اس کے اندر بسنے والی تمام مخلوق مادے سے جنم لے رہی ہے۔ تو شعور یہ سوال کرتا ہے۔ کہ مادے کا خالق کون ہے۔ اور اگر خالق کا مقام بھی اسی مادے میں ہے۔ تو پھر وہ خالق نہیں کیونکہ ایک میز کے بنانے والا خود میز کی حدود کے اندر نہیں۔ نہیں نہیں بلکہ وہ خود میز بھی نہیں۔ وہ لازماً مادے کے میز ہوگا۔ وہ میز کو دیکھ رہا ہوگا۔ لیکن میز اُسے دیکھنے سے معذور ہوگی۔ میز میں وہ شعور نہیں کہ اپنے موجد کو دیکھ سکے۔ علیٰ ہذا القیاس کچھ اور آگے بڑھیں۔ خالق اور موجد اپنی مخلوق اور ایجاد کو کما حقہ جانتا دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ لیکن مخلوق اور ایجاد اپنے خالق اور موجد کو دیکھنے سے عاری ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ مخلوق اور ایجاد میں بھی وہی آنکھ اور وہی بصیرت پیدا ہو جائے جو اُس کے خالق اور موجد میں ہے۔ یہ اعجاز مخلوق میں سے محض اسی نوع کے مقدر میں ممکن ہے جس میں خود خالق نے یہ صفات پیدا کر دی ہوں۔ جیسے ایک کیمبرہ اپنی آنکھ سے اپنے موجد کو دیکھنے پر قادر ہے۔ لیکن ایسی حالت میں نہ تو موجد کیمبرہ کی شکل و صورت اختیار کرتا ہے اور نہ کیمبرہ اپنے موجد کی صورت میں بدل سکتا ہے۔ یہی صورت قرآن عظیم و حکیم میں ملاقات رب کی ہے۔ انسان میں بصارت کی اعضائی تبدیلیاں اُس کی ارتقاء کے ساتھ ساتھ ایک ایسے حیرت انگیز انداز میں دھیرے دھیرے ہوتی ہیں۔ کہ وہ اُن دور و دراز ستاروں کو جنہیں کبھی وہ اپنا رب سمجھ کر اُن کے سامنے سجدہ ریز ہوا کرتا تھا۔ آج علمی بصیرت کے زور سے انہیں اس قدر نزدیک دیکھ رہا ہے۔ کہ گویا یہ ستارے اور اُن کی دنیا اُس کی ایک محدود پتلی میں اتر چکی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ وہ ایک ستارے سے پھانڈ کر دوسرے میں اپنے جسم کے ساتھ جانے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ یہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ انسانی شعور اور اُس کے علمی اور حکمتی ارتقاء کی حدود میں تیز رفتاری کا وہ عظیم الشان عطیہ لکھا جا چکا ہے۔ جو کسی اور نوع کی نوشتت میں مقدر نہیں تھا۔ انسان کی اس درجہ بدرجہ ترقی سے یہ امر بعید از یقین نہیں رہتا کہ وہ ایک نہ ایک دن اپنے علمی اور حکمتی ارتقاء سے اپنے خالق کو بھی لازماً دیکھ لے گا اور اُسے ملاقات رب العالمین ہو کر رہے گی۔

الغرض مادے کو خدا اور زمین اور کائنات کو اپنا پروردگار سمجھنے والے آج بھی کئی لاکھ سال پہلے کی غیر ارتقا یافتہ انسانی نوع کی طرف لوٹ چکے ہیں جو ستاروں اور سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا خدا مان چکی تھی اور اُن کی پرستش کر کے انہی کے سامنے سجدہ ریز ہوا کرتی تھی۔ گویا ایسے افراد *الأسفل السافلین* کی صف میں جا رہے ہیں۔ ارتقا یافتہ یا ارتقاء پذیر یہ کہلانے کے مستحق نہیں رہے۔

اگر فی الواقع خالق اور مخلوق۔ موجد اور ایجاد۔ صنایع اور مصنوع کے الفاظ انسان کے خود ساختہ الفاظ ہیں جو محض خدا کو منطقی طور پر منوانے کے لئے از خود ایجاد کر لئے گئے ہیں۔ تو اس کا کیا علاج ہے کہ ہم اپنے عدم ارتقاء یا اپنے شعور کی عدم پختگی کے باعث یہ کہہ کر اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ کہ مادہ ہی خدا ہے۔ یہ کائنات ہی پروردگار ہے

یہی خالق بھی ہے اور مخلوق بھی موجد بھی اور ایجاد بھی اور صالح اور مصنوع بھی، جبکہ یہ خیالات فاسدہ بھی ہمارے اپنے ذہن و شعور کی ہی پیداوار ہیں۔ اور کسی ماورائے مخلوق فرد کی زبان سے نہیں سُنے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے خالق سے ملاقات کی تلک و دَو نہ کرنا اور اس کے برعکس اُس تلک و دَو سے ہی کنارہ کشی کر لینا فعل مردانگی نہیں کوئی فکری اور شعوری عمل نہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ایک سفلی مخلوق سے (یعنی مادے کی پیداوار سے) برتر مخلوق بننے کی تقاضا کرنا فی الحقیقت وہ کفر ہے۔ جو انسانی نوع کے لئے کسی مقام شعور پر زیب نہیں دیتا۔

قدرتیں اور مادہ کیونکر پیدا ہوا؟

اگر حکمتِ خداوندی پر غور و فکر کیا جائے۔ تو کائنات سے اشارات کچھ یوں ملتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں جب خدائے تعالیٰ اپنی وحدت میں یکتا اور ایک معنی خزانہ کی صورت میں تھا۔ تو اُس نے چاہا کہ یہ کائنات اور اس کے علاوہ کئی اور کائناتیں پیدا کر دی جائیں چنانچہ ان کی ابتداء کے لئے خدائے اپنی براہِ راست قدسیہ قدرتوں کا ایک ترتیب وار نظام کھڑا کیا اور اُس نظام کے اظہار کا نام آلاظہور رکھا۔ اس نظام سے اُن قدسیہ قدرتوں میں ایک عظیم توجہ پیدا ہوا۔ جس سے از سر نو کئی نئی قدرتوں اور توانائیوں نے جداگانہ روپ میں جنم لیا۔ پھر ان نئی طاقتوں کے نظام میں توجہ پیدا ہوا تو نئی توانائیاں اور قوتیں وجود میں آئیں جو سابقہ قدرتوں اور طاقتوں کے خواص سے بالکل جداگانہ تھیں پھر ان طاقتوں میں نئے انداز میں توجہ پیدا ہوا اور نئی طاقتوں نے ظہور پکڑا۔ قدرتوں۔ قوتوں۔ طاقتوں اور توانائیوں کے ایسے توجہ ہماری تحقیقات کے مطابق کم سے کم چار بار یقیناً عمل میں لائے گئے۔ ان کے بعد آخری نظامِ قدرت سے مادے کا وجود ظہور میں آ گیا۔ حکمت و سائنس کے علم کے مطابق کوئی طاقت یا قدرت کسی وجود کا ہم مثل یا ہم شکل یا کوئی جزو قرار نہیں پاتی۔ بلکہ یہ مختلف مظاہر محض اُن قدرتوں کا اظہار ہی عمل میں ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ ان قدرتوں کے مظاہر سے خدائے بعد دیکھے تقسیم ہوتا گیا۔ اور انجام کار خدا کا وجود کائنات کے اجزائے ترکیبی میں کام آ گیا سراسر غلط اور حکمتی محاکات کے صریح خلاف ہوگا یہ اس لئے کہ عمل کسی وجود کی کمی یا بیشی کا موجب نہیں بن سکتا۔ آواز ایک طاقت ہے۔ لیکن جس وجود سے ظہور پکڑتی ہے۔ اُسے نہ تو کم کر سکتی ہے۔ اور نہ ذاتی وجود کو منقسم کر کے اُس کی ہیئت۔ وزن۔ حیثیت کو انجام کار ختم کر سکتی ہے۔ مزید براں طاقتوں کا اظہار اپنے مبداء کی اصل شکل و صورت میں بھی ظہور پذیر ہونا ممکن نہیں۔

چنانچہ ان قدرتوں اور طاقتوں کے اعمالی توجہ کے نتیجہ میں کہیں رعد۔ کہیں برق کہیں صواعق کہیں آتش کہیں اندھیرا اور اجالا کہیں سردی اور گرمی کا ظہور ہوا۔ حکمت و سائنس کے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رعد۔ برق۔ صواعق۔ آتش۔ اندھیرا۔ اجالا۔ سردی یا گرمی بذاتِ خود نہ تو کوئی عنصر ہیں اور نہ مادہ سے مماثلت رکھتے ہیں

لیکن حکمتی علم کے مطابق یہ تمام مظاہر یا اعمال فی الحقیقت تعدیلی حالت میں لا تعداد روانوں اور برقیروں کی قطاروں کی صورت میں حیرت انگیز موجیں روئیں شعائیں اور کششیں پیدا کرتے ہیں۔ جو لطیف ترین ذرات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ ذرات قدرتوں کے مظاہر و اعمال سے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور آزاد ہوتے ہیں۔ کیسی ذرات کی طرح آزادانہ حرکت کرتے ہیں۔ جب ان کا مجموعہ یا آمیزہ قائم ہوتا ہے۔ تو ایک ماحول کی صورت میں اپنی سابقہ شکل و صورت اور خواص کو بدل دیتا ہے۔ سائنس دانوں نے اس کا نام ایٹھر اور قرآن حکیم نے اس کا نام آسماء رکھا ہے۔ پھر اسی الماء سے ایک اور نئی تخلیق وجود میں آتی ہے جسے آجکل کے علمائے فطرت نے پلازما کا نام دے رکھا ہے۔

جب پلازما قائم ہوتا ہے تو مادے کی ابتداء ہوتی ہے۔ وہی لطیف ترین ذرات روانوں اور برقیروں کی صورت میں مجتمع ہو کر بڑے ذرات پیدا کر دیتے ہیں۔ اور بڑے ذرات اپنی کششوں سے مل کر مادہ و عنصر کی ابتداء کرتے ہیں۔ اس طرح مادہ کی اولین صفت پلازما اس کے بعد مائع پھر ٹھوس پھر گیس قرار پاتی ہے۔ گویا مائوسی اور حکمتی تجربات کے بعد مادہ میں یہی چار خواص موجود ہیں۔ ماہرین طبیعیات کا اس پر اتفاق ہے کہ پلازما ازل سے قائم ہوا اور ابھی تک سورج میں اور ان خوبصورت روشنیوں میں جو انوار شمالی کہلاتی ہیں نیز ان خطرناک فضائی منطوقوں میں جنہیں اب و ان ایلن کہا جاتا ہے۔ یہی پلازما اپنے اعجاز دکھا رہا ہے۔ زمین کے اوپر کارواں کرہ حدیہ کہ بجلی کا کڑکا بھی اسی پلازما سے وجود میں آ رہا ہے۔ یہی پلازما پھر رواں شدہ گیسوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جو مختلف کششوں کے زیر اثر گردش میں ہیں۔

اگر ہم ایٹھر کا نام آسماء رکھنے میں حق بجانب ہیں۔ تو قرآن حکیم و عظیم میں اس کے متعلق ایک واضح اشارہ اس آیت ملتا ہے۔

۱۔ سورۃ انبیاء رکوع ۲۔ اَوَلَمْ يَرَوْا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا فَقْتًا هُمَا وَجَعَلْنٰمِنْ اَسْمَاءٍ كُلِّ شَيْءٍ حَيًّا ۝

ترجمہ :- بھلا جو حقائق سے کفر کر رہے ہیں۔ کیا وہ (غور و فکر کے بعد) یہ نہیں دیکھتے کہ یقیناً آسمان و زمین ابتدا میں آپس میں ایک حیثیت میں تھے تو ہم نے ہی انہیں علیحدہ علیحدہ درست کر دیا۔ اور اسی ماء سے (جو سب کا قوام تھا) تمام عناصر کو زندہ بنا دیا۔ یہ الماء ہی تھا جس نے زمین و آسمان کی جلی جلی داستان کو اپنے اپنے جداگانہ ابواب پر مشتمل کر دکھایا نہیں بلکہ کل شئی میں تمام عناصر کو بنا کر انہیں حیات سے بھی بہرہ ور کر دیا۔ آج وہی عناصر مادے کی صورت میں ہر فضائی کوسے کی تعمیر و حیات میں شامل ہیں۔ اب یہی کائنات جس میں غیر عنصری یعنی خالص ایٹھر کے اور عنصری طبقات شامل ہیں ایک خوبصورت اور حیات بخش فضاؤں میں رواں دواں ہے۔

جب ہم مزید قرآنی اشارات پر غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہر کوسہ فلکی پر عناصر یا ان کے مادے کا نزول ہو رہا ہے۔ گویا ان غیر عنصری یعنی خالص ایٹھر کے طبقات سے عناصر اور مادے کی پیداوار بدستور جاری ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ نزدیک ترین کوسوں میں شمولیت اختیار کر رہا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ - یعنی (عناصر کی پیدائش کے ضمن میں) لوہے کو ہی لے لو اسے بھی ہم نے ہی (پتھر یا الماس) نازل کیا ہے۔

آنزل کے معنی قرآنی انداز میں یہ ہوں گے۔ یعنی غیر عنصری مقام سے عنصری مقام کی طرف پہنچانا۔ جیسے

۲- الزمر - رکوع ۱ - أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمِينَةَ آذَانِ - یعنی تمہارے لئے سچے پاؤں میں سے نرم مادہ آٹھ اُتارے۔ یا اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ تمہارے لئے آسودگی اور عیش کی خاطر آٹھ نرم مادہ نازل کئے۔

۳- الاعراف - رکوع ۳ - يُبْنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَدِّي كُفْرًا سَوَاءً أَنْتُمْ تَدْرِكُونَ - اسے اولاد آدم ہم نے نازل کی تم پر پریشاک (لباس) جو تمہاری شرکگاہوں کو ڈھانکتی ہے۔

۴- الشوریٰ - رکوع ۳ - هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا - وہی تو ہے جو بادل یا مریلا دھا بارش اور بزمہ جو بارش سے خود بخود اُگ آتا ہے (غیث) اُس وقت نازل کرتا ہے جبکہ تم تمام امید و آس سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہو۔

۵- البقرہ - رکوع ۳ - أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً - آسمان سے پانی اُتارا۔

ہا کے معنی۔ اصل میں یہ لفظ مویہ ہے۔ تصغیر مویہ اور نسبت کے لئے مایٰی و مادی و ماہی جمع

میاہ و آمواہ۔

استعمال۔ عام معنوں میں پانی کو کہتے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں کہتے ہیں مَوَاہِ السَّيِّئِ بِمَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ یعنی کسی عنصر پر سونے اور چاندی کا پانی چڑھانا۔

مَاءُ السَّيْفِ = تلوار کی چمک دمک۔

بِنَاتُ السَّمَاءِ = پانی کے آس پاس رہنے والے پرندے۔

مَاءُ الْوَجْهِ وَ مَاءُ الشَّيْبَانِ = اصل ذات چہرہ یا جوانی کی رمق۔ دمک۔

گویا مَاءُ اُس خاص پانی کو کہتے ہیں جو عناصر کو کسی ہنج سے شکل و صورت اور خواص میں پیش کرتا ہے۔

۶- الواقعة - رکوع ۲ - آءُ نُنَزَّلُ السَّمُوءَ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ -

کیا وہ چمکدار پانی جو تم استعمال میں لاتے ہو ہم بادل سے اُتارتے ہیں یا تم نازل کرنے والے ہو۔

مندرجہ بالا آیات میں نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور ان آیات سے واضح ہے کہ نازل ہونے والی چیزیں سب کی سب

مادی ہیں۔ گویا مادہ ہی مختلف اشکال اور اشکال میں نازل ہوتا ہے۔ ایت نمبر ۳ میں لباس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اور خدانے لباس کے معنی حسب ذیل آیات میں واضح فرمائے ہیں :-

۱- لِبَاسُ التَّقْوَى (الاعراف رکوع ۳) عدم تخریب کا پہناوا۔

۲- هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ - (البقرہ رکوع ۲۳) یہ عورتیں تمہارا لباس اور تم ان کا لباس ہو۔

۳- جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا رَابِعًا رَابِعًا رَابِعًا - ہم نے رات کو لباس بنایا۔

۴۔ النحل رکوع ۱۵، لباس الجوع والخوف - بھوک اور خوف کا لباس۔
 گویا لباس سے مواد ایسی اشیاء ہیں جو فطرتی انداز میں ہمارے ڈھانپنے کے قابل حصوں کو چھپا لیتی ہیں۔ یا ان خود ہم پر مسلط ہو جاتی ہیں۔ اور وہ سب مادے سے ہیں اور ان کا نزول غیر عنصری خلا سے ہے۔

الغرض

قدرت و توانائی اور عناصر و مادہ کی مشترک کائنات میں کہیں مادہ قدرتوں سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور کہیں قدرتیں اسی مادے سے نکل رہی ہیں۔ یا مادہ پھر اپنی شکل و صورت اور ہئیت کو بدل کر دلپس اپنی پیدا کرنے والی قدرتوں اور طاقتوں میں شامل ہو رہا ہے۔ اور ایسا نظر آتا ہے کہ اس کائنات میں نہ مادہ قدرتوں سے ماسوا ہے اور نہ قدرتیں مادے سے ماورئی۔ اس کا بین ثبوت یوں نظر آتا ہے۔ کہ مادے کے مقام پر ہر عنصر کا خاص وزن اور اُس کی مخصوص کیت صاف ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جب وہی مادہ پھر الماء یا ایٹم کی خلاؤں میں پہنچتا ہے۔ تو بالکل بے وزن اور اپنے خواص میں بالکل ایک نرالی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ جوں جوں اُس پر الماء کے اثرات غالب آتے ہیں وہی مادہ قدرتوں اور طاقتوں میں دوبارہ تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے اس طرح یا تو وہ دوبارہ الماء کی شکل و صورت اختیار کر کے پھر ایک قدرت و طاقت میں تبدیل ہو جاتا ہے یا پھر الماء سے اُس کی سابقہ رفتار سے اوپر یا نیچے پھینکتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ نزدیک کے کسی مادی کتے کی کشش کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور دوبارہ الماء کے کتے میں گم ہو جانے کی ٹھگ و دو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ گویا قدرت اور مادے کی یہ داستان عشق و محبت آئے دن نئے نئے اعجاز پیش کر رہی ہے۔

مندرجہ بالا تشریح سے پتہ چلتا ہے کہ عنصری مادے کی حیثیت محض مادی دنیا تک ظاہر و درخشاں ہے۔ مادہ اگر اپنی دنیا کو چھوڑ دے تو پھر سابقہ اعمال کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور اپنی شکل اور خواص بدل کر ایک قوت کے بعد طاقت اور طاقت کے بعد توانائی اور توانائی کے بعد ایک قدرت اختیار کرنا چلا جاتا ہے۔ گویا مادہ جب عمل کے دائرے میں پھنس جاتا ہے۔ تو مادہ نہیں رہتا بلکہ قدرت و توانائی میں بدل جاتا ہے۔ جو محض ایک عمل کا نام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تانبا ایک مخصوص عنصر اور مادے کی جزو ہے۔ جب اسے کالہ بن سے رگڑ دے کر شدید چکر سے دوچار کیا جاتا ہے تو تانبہ اپنے ظاہری خواص کو چھوڑ کر اور اپنی شکل و صورت کو بدل کر برقی توانائی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ رد الزون اور برقیوں کی شکل اختیار کر کے رد اور موج کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی رد ایک برقی قدرت میں نمایاں ہو کر ایک عظیم طاقت کا مبداء بن جاتی ہے۔ اس کے بعد نہ تو بجلی یا برقی تانبا کہلا سکتی ہے اور نہ ابتداء میں تانبا کو برقی یا بجلی سے منسوب کیا جاتا تھا۔ الغرض قدرتوں اور طاقتوں کے عمل سے مادہ کی بنیاد اور مادہ پر حرکت و حرارت کے عمل سے ایک نئی طاقت اور طاقت پر مسلسل حکمتی عمل سے قدرتوں کی تخلیق کا ایک لاقناہی سلسلہ قائم ہے۔ یہ ہے عناصر اور مادہ کی پیدائش میں خدائی قدرت بالغہ کا اظہار اور اسی کا نام

خدا نے الامر رکھا ہے۔

الغرض قدرت - عناصر اور مادہ کی داستان اس قدر پیچیدہ تر ہے کہ بغیر علم حکمت و سائنس کے اس کی وضاحت ممکن نہیں۔ نوع انسانی اگرچہ کافی تحقیقات کے بعد ان مسائل کے ابتدائی مراحل طے کر سکی ہے۔ لیکن جب تک انسان اپنے وجود کی خود کار کائنات کو پوری طرح نہ سمجھے گا۔ ان مسائل کے عقیدے کا حقدہ وادہ ہوں گے۔ ہم یہاں تک تو آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانی جسم محض عناصر اور ان کے ہمہ ہوں کی پیداوار نہیں بلکہ اپنے وجود میں عناصر کے ہوا کوئی بیرونی چیز بھی رکھا ہے۔ جس سے مادے سے تقویم میں آئی ہوئی مشینری خود کار بن چکی ہے۔ آپ کہیں گے کہ وہ بیرونی شے جان ہوگی۔ جو عناصر کا جزو نہیں یا روح ایک بیرونی چیز ہے جو خدا کی ذاتی جزو ہے اور اسی کے اعجاز سے انسان ایک خود کار مخلوق ہے۔ ہماری تحقیقات کے مطابق یہ دونوں نظریات صریح غلط اور خلاف حقائق قرآن اس لئے ہیں کہ خدا اپنی ذات کے لحاظ سے فی الحقیقت وہ لا شریک ہے۔ اس لئے نہ جان خدا کی جزو ہے اور نہ روح۔ اگر جان یا روح خدا کی ذات کا براہ راست جزو ہوتی تو اس میں شیطان تخریب کیونکر داخل ہو سکتی اور چرا و مزرا کا محاکمہ محض جان اور روح پر کیوں وارد ہوتا۔ خدا کی کسی جزو پر نہ تو عذاب آ سکتا ہے۔ اور نہ وہ سزا کی مستوجب قرار دی جاسکتی ہے۔ ہم نے نفسی اور منشاوی کے معنی اور تقویٰ و اسبق میں کر دیتے ہیں۔ یعنی میرا پیدا شدہ نفس اور میری طرف سے پیدا کردہ روح۔ گویا یہ دونوں خدا کی حیرت انگیز مخلوق ہیں نہ کہ خدا کی اصل ذات کی کوئی جزو۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ انسان کی یہ خود کار جسمانی کائنات محض عناصر یا ان کے ایٹموں یا ان دونوں سے تخلیق شدہ حیرت انگیز مادے سے تقویم میں آئی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب زمانہ آفرینش محض مادہ و عناصر پر منحصر ہے۔ تو کیا فکر و ارادہ عقل کی روشنی آنکھ کی بیانی اور کان کی سماعت نہیں بلکہ انسانی تخلیقات اور جذبات جیسی متحرک اور جاندار جس ایک مرد بے جان اور بے شعور مادے سے ظہور میں آئی۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ انسانی عقل و فکر جو اپنے وجود کا احساس رکھتی ہے۔ اور اپنی شخصیت کا ادراک بھی کرتی ہے۔ فی الحقیقت چند مردہ عناصر سے بنے ہوئے مادے سے پیدا شدہ ہے۔ جو بذات خود نہ تو اپنے وجود کا احساس رکھتا ہے۔ اور نہ اپنی شخصیت کا ادراک ہی کر سکتا ہے۔ یہ کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے۔ کہ مادہ جو انسانی ارادہ و عقل کا مفتوح ہے۔ وہی ان کا خالق بھی ہے۔ مزید برآں یہ کیونکر ممکن ہے کہ مادہ اور عقل و فکر ایسی صورت میں جبکہ ان کی صفات اور خواص ایک دوسرے سے بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ فی الحقیقت ایک ہی چیز ہوں۔ پھر مادہ جو بناست خود مادی اور تاریک عنصر سے وجود پذیر ہے۔ عقل و فکر جیسی عظیم حیات کو جنم دے دے۔

ان تمام سوالات کی موجودگی میں ہم اصولی طور پر اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ ہمارے جسم کا ہر عضو اور عنصر کی ہر حس محض ارضی عناصر اور ان کے مادوں کی تقویم میں مستور ہے۔ لفظ انسان جب کسی مردہ بے جان اور بے روح چیز کا نام نہیں تو قابل غور یہ ہے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاءٍ مَسْنُونٍ یعنی ہم نے انسان کو ایک کچھڑنا ارضی عناصر کی عظیم آواز سے پیدا کیا جو متغیر انداز رکھتی تھی۔ پھر فرمایا خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی تمہیں ایک

عنصری ایٹم سے پیدا کیا۔ پھر اطلاع دی کہ اِنْفِیْ خَالِقٌ لِّبَشَرٍ اَمِنْ طَیْنٍ یعنی میں بشر کو محض مٹی کے عناصر سے بنانے والا ہوں۔ پھر یہ اطلاع دی کہ انسان کو مٹی کے خلاصے یعنی مٹی کے عناصر جو ہروں کے خلیے یا سالے سے بنایا گیا۔ (سُلِّلَتْ) یَدَا اَوَّلِ اَوَّلِ طَیْنٍ لَاتَنْ پ کے بھی یہی معنی ہیں۔ خدا کے یہ تمام الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ انسانی وجود اور اُس کی تمام حسیات محض عناصر اُن کے جوہروں اور اُن سے قائم شدہ مادے میں مستور تھیں۔ اسی مادے میں خدا کی پیدا شدہ کئی طاقتیں اور قدرتیں جب شامل ہوئیں تو بے روح مادے کو حیات سے نوازا گیا۔ یہ بیرونی قدرتیں خدا کی جہز و نہیں تھیں بلکہ یہ بھی خدا کی مخلوق تھیں۔ کیونکہ انسان کی کوئی حس خدا کی حس کی شریک نہیں۔ نہ ہماری روح اور جان خدا کی جان یا روح کی شریک ہے۔ اس عظیم مسئلے کی حقیقت جو صاف طور پر نظر آتی ہے یہی ہے کہ خدا نے اس تمام کائنات کی داغ بیل عناصر اور اُن کے مادوں اور کچھ بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کی پیدائش کے بعد کی۔ اس لئے ان عظیم اشیاء کا خالق اور اُن بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کا مالک بھی وہی ہے۔ یہ سمجھنا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں اور یہ سب انواع مادے سے خود بخود پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے صریح کفر ہے کہ مادے کے وجود کے لئے کسی خالق کا ہونا ضروری ہے۔ اور مادہ یا اس کا عنصری جوہر خود بخود تھلی ریز نہیں جب تک کہ وہ خالق کی کسی بیرونی طاقت سے متعلق نہ ہو جائے۔ کسی تخلیق میں حکمتی اعجاز اُس کے لئے یعنی اظہار قدرت سے ہے۔ الاخر ہی نظام توانائی کا مبداء ہے جسے روح کہا گیا ہے۔ ہر تخلیق کے لئے خدا کا اولین اعجاز عنصر ہے۔ اس کے بعد اُس کا نفس ہے۔ پھر مادہ اور بیرونی قدرتوں کا تعلق ایک محلول کو جنم دیتا ہے۔ جسے خدا نے اَسْمَاءُ کا نام بخشا ہے۔ اسی کا سبب تمام مردہ عناصر کو حیات سے منور کیا وَ جَعَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَلَأً شَیْئاً حَیْتِی۔ اسی حیات کا نام جان ہے۔ گو یا ہر عنصر اپنے جوہر کے لحاظ سے جاندار ہے۔ جب یہی جوہر کسی نوع میں پہنچا تو اُس نے محض اپنی ارتقاء سے حصہ پایا۔ جب ارتقاء اپنی منزل مقصود تک پہنچی۔ تو اُس کا نفس جوہر یا ایٹم خدا کے امر سے نظام توانائی سے دو چار ہو گیا۔ خدا نے اسی نظام توانائی کا نام روح رکھا۔ اب یہی نورانی نظام ہر عنصری جسم میں عقل و شعور کا فاتح اور فکر و ادراک کی مجملہ حیات کا مالک بنا دیا گیا ہے۔

حکماء و متقدمین نے لکھا ہے کہ مادہ معدوم نہیں ہوتا اور اس کائنات کے تمام ذروں میں سے کوئی بھی ذرہ نیستی کی آغوش میں نہیں پہنچتا بلکہ اپنی عارضی موت کے بعد شکلیں تبدیل کرتے کرتے کبھی کنکری میں کبھی قطرہ آب میں کبھی موجودات کی انتہائی حقیقتوں میں ظہور پذیر ہے۔ لیکن دوسرے ہی دن وہی اس کارگاہ تخلیق کی کسی بہت بڑی تعمیر میں شامل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر شمع جلتی ہے۔ اور اپنی گود و پیش کو روغن کر دیتی ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ وہ جلنے کے ساتھ ساتھ فنا کے گھاٹ اتر رہی ہے لیکن ماہرین کیمیا اس پر متفق ہو چکے ہیں کہ شمع کے عناصری اجزاء قطعاً فنا نہیں ہوتے بلکہ خلا میں اور کچھ زمین پر پراگندہ حالت میں موجود ہیں۔ اُن کی محض تبدیلی ہوئی ہے۔ اُس کا مادہ و توانائی اور اُسے جلانے اور روشنی بخشنے کی قوت محض اجزاء کی صورت میں اُسی طرح کائنات میں اپنے حال پر قائم ہے۔ اور موت فی الحقیقت فنا کو مستلزم نہیں۔ بلکہ ہر جسم کی اصل اسی دنیا میں موجود ہے۔ کبھی مسجد کی صورت میں اور کبھی بدل کر خشک کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ کروڑ ہا من وزن لکڑی کو جلا دینے سے ایک رتی بھر

راکھ باقی نہیں رہتی۔ تو وزن کا غائب ہو جانے کی حقیقت اور بظاہر حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ ارضی کائنات فی الحقیقت خدا کے اسی حیرت انگیز اعجاز سے قائم ہے کہ اس زمین پر بے انتہا وزن کا ایک خول موجود ہے۔ اور اسی خول کا یہ اعجاز ہے کہ ہم سب ایک صندوق میں بند نہایت امن و سلامتی سے زمین پر چل پھر رہے ہیں۔ اگر یہ خول نہ ہوتا تو ہم سب زمین کی گردش سے جو اٹھارہ میل فی منٹ کے حساب سے ہے۔ جس و خاشاک کی طرح خلاؤں میں پہنچ کر نیست و نابود ہو گئے ہوتے۔ کسی چیز کی ہلاکت اس امر کو ثابت نہیں کرتی کہ اُس کی اصل بھی باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ** یعنی عنصروادہ **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ**۔ یعنی ہر عنصر ہلاک ہونے والا ہے۔ مگر اُس کی اصل باقی ہے۔ ہمارے مقدمات میں نے **إِلَّا وَجْهَهُ** کے معنی خدا کی ذات لئے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں وجہ کا مرجع شئی کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ اگرچہ ہر عنصر ہلاکت سے دوچار ہونے والا ہے۔ لیکن اُس کی اصل یعنی توانائی (ایک مخصوص مدت تک) باقی رہنے والی ہے۔ یہی اصل وجہ اُس کی بیرونی قدرت کو پیش کرتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جس طرح عنصر کی ذات آفرینش سے ہے اسی طرح اُس کی عمر بھی تمام انواع سے طویل تر ہے۔ علیٰ حد القیاس بیرونی قدرتوں اور طاقتوں کا بھی یہی حال ہے۔ ہاں خدا کی ذات قیوم ہے ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اسے نہ تو حلاکت چھو سکتی ہے۔ نہ فنا پہنچ سکتی ہے۔ اور چونکہ کوئی تخلیق اپنے خالق کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے عنصر نفس اور مادے اور قدرتوں اور طاقتوں کو خدا کی اس صفت کے برابر سمجھ لینا فی الحقیقت ایک شرک اکبر ہوگا۔

آئیے اب اس نوع انسانی کی شمع فردزاں کی تحقیقات کے لئے خدا کی آیات کو بنظر غور دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۲۹ : ۲۰ - **وَ فِي الْآسَٰئِ مِنْ آيَاتٍ لِّمُؤْمِنِيْنَ وَ فِي اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ** ○

(درا حیرتاً) کہ یقین و اطمینان رکھنے کے باوجود تم دیکھتے نہیں اور غور و فکر نہیں کرتے کہ جو اعجاز ارضی عناصر میں مستور ہیں وہی اعجاز تمہارے نفسوں جو ہروں یا ایٹموں میں بھی موجود ہیں۔ (اس لئے یہ یقین جانو کہ تمہارا یہ خود کار وجود محض ان ارضی عناصر کے اعجاز سے ہی قائم ہے) ○

۳۲ : ۹ - ۴ - لوگو! خدا وہ عظیم و جلیل خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو صرف چھ بڑے مدید الوقت اور طویل المیعاد دنوں میں پیدا کر دکھایا۔ اور اب تخت سلطنت پر (آنحضرت) جما بیٹھا اس اداوت عظمیٰ کو چلا رہا ہے۔ لوگو! اُس کے سوانہ تو تمہارا کوئی کار ساز ہے اور نہ سفارشی۔ ہر مقام پر اُس کی حکومت کار فرما ہے۔ اُسی کا قانون ہر جگہ جاری اور جاری ہے۔ تو کیا تم اس کارخانہ جہاں اور اس عالم آرا حکومت سے کچھ عبرت نہیں لکڑے (گویا حکمت کو جاری کرنے کے لئے ایک عالم آرا حکومت کیوں قائم نہیں کرتے) وہ ایسا عظیم اور بزرگ اعمال خدا ہے۔ کہ وہ قدرت کے اظہار کے لئے (الہس) ایک تجویز آسمان سے لے کر زمین تک (اپنی قدسیہ

قدرتوں کے ذریعے) کر دیتا ہے۔ پھر وہ معاملہ اپنی عظمت اور وسعت کے باعث رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر ایک مدت مدید میں (فی یوہر) جس کی مقدار انسانی شمار کے لحاظ سے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ ہے اُس کی مشیت کی طرف (اَلْیَسْرِ) صعد کرتا ہے (اَلْیَسْرُ ج) اور اپنے اہل زور اثر سے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ (گویا اُس کی قدرت غائی کا کھیل ہزاروں برس میں جا کر مکمل ہوتا ہے۔ اور اُس کی قدرتوں کا اظہار صدیوں میں جا کر مکمل ہوتا ہے) یہ ہے وہ ہزاروں برس کے بعد کے حالات کا علم رکھنے والا (عَالِمُ الْغُیْبِ) اور آج کے حال و احوال کو صحیح پرکھنے والا (وَالشَّاهِدُ) غالب القوی (الْعَزِیْزُ) صاحبِ عنف و درگزر (اَلتَّجِیْمُ) خدا جس کے جسم و تحمل اور کمالِ علم و عمل پر یہ کارگاہِ اکبر چل رہا ہے۔ وہ ایسا صنایعِ عظیم ہے جس نے ہر پیدا شدہ عنصر کو (کُلَّ شَیْءٍ) اپنے خواص میں ایک سے ایک کو بہتر کر دیا۔ اور انسان کی تخلیق کی ابتداء (بَدَأَ) مٹی سے (یعنی مٹی کے عناصر اور اُن کے جوہروں یا ایٹموں سے) کی پھر رفتہ رفتہ اس بَدَأَ اول کی نسل قائم کی (یعنی اُن میں نر و مادہ کا اعجاز پیدا کر دیا) (تَحْرَجَعْلَ نَسْلَهُ) جو اُس کے حیرت انگیز جوہری سالے سے ہوئی (سَلَالَةً) اور وہ جوہر (اُس وقت) ایک حقیر پانی کی صورت میں تھا (مِنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ) پھر اُس میں قرن ہا قرن کے بعد بہترین تناسب قائم کیا اور اُسے حیرت انگیز شکل و صورت میں بدل دیا (تَحْرَجَ سَلَالُهُ) (یعنی اُس کے تمام جسمانی اعضا اور کال آنکھ، ذوق، قلب و ذہن کے آلات مکمل کر دیئے) پھر (اس تمام ارتقاء کے بعد جو وہ بغیر رُوح کے کرتا رہا) اُس حیرت انگیز صورت میں ناپیدا مثال صفات اور اوصاف کا (جو اظہار قدرت سے نظام توانائی کی صورت میں تھا) ایک شمع پیدا کر دیا۔ گویا اُسے صاحبِ علم اور صاحبِ ارادہ و شعور بنانے کے لئے اُس میں (اُس کے اپنے جوہروں میں سے ہی) نظام توانائی پیدا کر دیا جو ایک گیس کی مانند تھا (وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ شَرِّهِ وَجْهًا وَجْهًا) اور مراد صاف طور پر اُس کے اپنے جوہروں کی توانائی کا نظام ہے۔ جو اُس میں خورد بخورد خدا کے اظہار قدرت سے پیدا ہوا۔ اور اس طرح اُس کے متشکل کالوں میں نورِ سماعت اور صورتی آنکھوں میں نورِ بصارت اور محض بے جان اور منفری لوہڑے کے دماغ میں نورِ قلب و ذہن پیدا کر دیا۔ یعنی عقل و شعور کی حیات پیدا کر دی گئیں۔ (فَجَعَلْنَاهُ سَبِيحًا یَّحِیوًا) جو محض نظام توانائی یا رُوح کے طفیل عمل میں آئیں) (ان تمام تفصیلی حالات اور حکمت کے حیرت انگیز انکشافات کے بعد) یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تم ان حیرت انگیز نعمتوں کی بہت ہی کم قدر کرنے والے ہو (یعنی خدا کی حکمتوں کو اپنی حکمتوں میں کاربردار نہیں لاتے) نیز انہیں صحیح طور پر بہت ہی کم استعمال میں لاتے ہو۔ (قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ)۔

گویا اَحْسَنَ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقَهُ کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ جان کا ارتقائی نظام اور سمع و بصر اور قلب و ذہن کا یہ شعوری اور علمی نظام جو محض نور سے ہے اُس مٹی یا مٹی کے حیرت انگیز عناصر میں ہی موجود تھا۔ انسانی جسم میں یہ حیرت انگیز قدرتی تجلیات کا پیدا ہو جانا محض عناصرِ راضی کے جوہروں کی توانائی میں ہی مضمر تھا۔ البتہ اُن جوہروں میں ایک مدید مدت تک کیمیائی حکمتِ عملی جاری رہی۔ بیرونی قدرتوں اور طاقتوں کے متعلق سے اُن جوہروں میں پہلے جان موجود ہوئی جس سے عناصری ڈھانچہ

ایک بے مقدار ایٹم سے ارتقا کرتے کرتے فٹ یا ڈیڑھ فٹ کے قدم پہنچ گیا۔ اس کے بعد اُس کی اشکالی تکمیل ہوئی اور انجام کار اُس کے وہی تخلیقی جوہر تجلی ریز ہوئے اُن میں حکمتِ خداوندی سے نظامِ توانائی پیدا ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ انسانی تخلیق کا یہ خودکار حکمتی اعجاز ثابت کرتا ہے کہ خدا نے ان عناصر میں نہ صرف اعضائی نشوونما کے جوہر مستور کر رکھے ہیں۔ بلکہ اُن کے جوہروں کے دلوں میں ایک حیرت انگیز نظامِ توانائی بھی موجود ہے۔ اور ان تمام مشاہدات کے اظہار کے لئے قدرتی طور پر ایک قدرتِ میدد کار ہے۔ کم وقت میں یا حکمت کی مقرر کردہ مدت کے بغیر خواہ عناصر کے ایٹم ہی بنا لئے جائیں اور اُن سے نظامِ توانائی بھی کیوں نہ حاصل کر لیا جائے جب تک ان ایٹموں کو ایک محلول کی شکل میں بدل نہ دیا جائے خود کار تخلیق کی اکائیاں ہمارے خیال کے مطابق پیدا کی جانی ممکن نظر نہیں آتیں۔ یہ حال حکمتی تجربات اور دقیق کلیات کے بعد ہی خدا کے خود کار نظام کا پتہ لگانا ممکن ہے۔

ان آیات سے مزید جو حکمتی اشارات ثابت ہوتے ہیں یہ ہیں۔

- ۱۔ جان محض کسی جسم کی ارتقائی حالت کا نام ہے۔
 - ۲۔ رُوح محض اُس نظامِ توانائی کا نام ہے جس سے انسان میں سمع و لبصہ اور قلب و ذہن کی حیات پیدا ہوتی ہیں۔
 - ۳۔ سمع و لبصہ اور اُفئدہ محض اعضاء کا نام نہیں بلکہ خدائی الفاظ میں ان کے معنی ایسی قدرتیں ہیں جن سے سماعت و بصر اور قلب و ذہن کی علمی اور شعوری حیات ظاہر ہوتی ہیں۔ اور یہ تمام قدرتیں مادہ سے ماسوا بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کی مراد ہوتی ہیں۔
- گویا ان اشارات سے نہ صرف جان اور رُوح میں فرق ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ سمع و لبصہ کے ناموں کی صحیح حقیقت بھی سامنے آتی ہے۔ اس لئے اب ہمارے لئے اس مسئلے کی تحقیقات آسان نظر آتی ہے۔ کہ ہم سمع و لبصہ اور اُفئدہ کی اُن قدرتوں کو تجربات میں لائیں یا عناصر کے جوہروں سے علمی تحقیقات یا لیسرچ کے بعد وہ جوہر تلاش کریں جن میں سماعت کی تجلیات عام ہوں اُن کو ہمیں کو پہچانیں جن میں بصر اور اُفئدہ موجود ہو۔ نیز ایسے جوہروں کو ڈھونڈنا نکالیں جن میں شعوری اور تخلیقی قدرتیں مستور ہوں۔ اس لیسرچ کے بعد ویسے ہی اعضا اُن عناصر سے بنا دکھائیں جن سے ہمارے اعضاء تقویم میں آئے ہیں۔ پھر ان مقامات کی تلاش کی جائے جہاں یہ جدا جدا جوہر رکھے جاسکتے ہیں۔ پھر ان پر تابکاری کا عمل کریں تاکہ وہ تمام ایک مخصوص نظامِ توانائی کا باعث بن سکیں۔ لیکن اس تمام حکمتی کھیل کے بعد جو دقیق اور پیچیدہ حکمتیں نا تلاش کردہ رہ جاتی ہیں یہ ہیں کہ علم ریاضی کے تحت ہم اُن جوہروں کی مخصوص کیت اور اوزان کی قدروں کو زیر نظر رکھیں جن سے ایک جسم میں خود کار نظام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ ہماری نگاہ میں ایک خود کار اور جاندار روحانی تخلیق کے لئے یہی محاکمات اور حکمتی اشارات ایک عظیم الشان ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔

تخلیقِ جدید کا باعثِ اول

قرآنی شہادتوں سے تخلیقِ جدید کا باعثِ اول محض ایک ذرہ ثابت ہوتا ہے اور ذرہ بھی ایسا جو وحدۃ الوجود میں ہو۔ اس مسئلے کے حل کے لئے قرآنِ حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو غور سے ملاحظہ فرمائیں:

۱) خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ - یعنی اے انسان تمہاری تخلیق کا باعثِ اول تو محض ایک ذرہ ہی ہے جس کی جبلت و فطرت وحدت میں ہے۔ وہ کسی عنصر کا ایک جزِ لایتجزئی ہے۔ یا ایسا جو ہری حصہ ہے جو تقسیم قبول نہیں کرتا۔ الغرض وحدت و یکتائی میں ہے۔ اور خدا بھی وحدت و یکتائی میں ہے، لیکن خدا کو موت نہیں اور اس ذرے کی وحدت و یکتائی کے ساتھ موت کی حسرت تک تقدیر لکھی ہے۔

۲) ۷: ۳۴ - اور کافر کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتلائیں جو یہ خبر دیتا ہے۔ کہ جب تم مر کر بالکل ایٹم کی طرح ہو جاؤ گے (مُزَقَّتُمْ كَمَا مَسَزِقُ) تو معاً (ایسے ہر ذرے سے) ایک نئی تخلیق ظہور میں آجائے گی۔ (رَبَّنَا كُنْزُكَ لِنَفْسٍ خَلِيقٍ جَدِيدٍ)

دیکھا آپ نے کہ کسی جدید تخلیق کے لئے بعض ایسے ذرے کی ضرورت ہے۔ جو کامل یکتائی اور وحدت میں ہو۔ لیکن خدائی اشارات کے مطابق تخلیقِ جدید کا مسئلہ یَدَا بَدَلُ الْأَمْرِ اور يُفَصِّلُ الْأَيَاتِ کے بعد ہی ممکن ہے۔ اس کے بعد ہر تخلیق کے لئے ایک مخصوص عنصری ذرہ ہی مقرر ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک ذرے سے اپنی پسند کے مطابق تخلیق عمل میں لائی جاسکے۔ کیونکہ خدا کا ارشاد یہ ہے کہ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ یعنی ہر مخصوص ایٹم اپنی مخصوص نوع ہی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ان نظریات کے مطابق ہماری ریسرچ کی جو منزلیں قائم ہوتی ہیں ہماری نگاہ میں حسبِ ذیل مقرر کی جاسکتی ہیں۔

۱) ہم اس کائنات کے تمام عناصر کے نام تجویز کریں۔
۲) پھر ان کی توانائی کی قدروں سے ان کی درجہ بندی کریں۔ اور ان کو مسلسل عددی نمبروں پر ترتیب دیں۔
۳) پھر ان پر کیمیا اور طبیعی تجربات ایک پُر امن حکمتی انداز میں عمل میں لائیں۔ ان کے اثرات کو صحیح شعور اور غور و فکر سے دیکھنے کے لئے مختلف حکمتی آلات ایجاد کریں۔
۴) ہر ایک کی کیت اور وزن تلاش کریں۔

۵) پھر کسی خدائی نوع کے عناصر اُس کے جوہروں اُن کے اثرات اُن کی کیت اور اُن کے جُدا جُدا اوزان و غیب و کونجی تجربات اور مشاہدات سے قلم بند کرتے جائیں۔

۶) پھر اپنی حکمت سے ویسے ہی عناصر اور ان کے جوہر تلاش کئے جائیں اور قدرت کی تخلیقی اکائیوں کے مطابق ان کی کیت اور اوزان علیحدہ علیحدہ کر لیں۔ اس کے بعد فطرت کی تخلیقی حکمتوں کے مطابق ایک جسم بنا کر ان کو اپنے اپنے مخصوص مقام پر رکھ کر ان میں بیرونی طاقتوں اور قدرتوں کو شامل کرنے کے لئے تابکاری کا عمل کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس حکمت کے بعد کیا عجب کہ ہم بھی ایک جدید تخلیق پر قادر ہو جائیں۔ بہر حال ہم اس نظریے پر سختی سے

اڑے ہیں کہ خدا ہماری مدد ہر مرحلے پر ضرور فرماتا ہے۔ کیونکہ خدا کا فرمان یہی ہے۔

۳) ۲۲: ۱۵ - اس واضح اعلان کے بعد بھی اگر انسان یہ گمان کرتا ہے کہ خدا دنیا اور آخرت میں اُس کی مدد

نہیں کرے گا تو اُسے چاہیے کہ اوپر کی طرف چھت سے ایک رستی باندھ کر اُس سے اپنا گلہ گھونٹ لے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

یعنی خدا کسی قوم میں اُس وقت تک ارتقائی اور شعوری تغیر پیدا نہیں کرتا جب تک کہ وہ بذاتِ خود اپنے جسمانی ایٹموں میں تغیر پیدا نہ کرے۔

گویا انسان اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے ذاتی ایٹموں میں تغیر پیدا کر کے اپنے آپ کو اعمال کے لحاظ سے مزید بہتر مزید شعوری اور مزید علمی انسان بنالے۔ نیز تخلیقی لحاظ سے اور اعمالی لحاظ سے بھی۔ چونکہ ہر ایٹم اپنے اثرات جدار کھتا ہے۔ اس لئے کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان حکمتِ علی سے اپنے وجود کے مخالفت ایٹموں کو باہر نکال دے اور اُن کی جگہ بہتر ایٹم داخل کرے۔ اس نظریے پر اللہ تعالیٰ کے اشارات حسب ذیل وارد ہوئے ہیں۔

وَلَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَرَ كَثًّا ۚ وَقَدْ خَابَ

مَنْ دَسَّاهَا ۚ گویا یہ اعلانِ قسم اور شہادت سے ہے کہ ہر ایٹم کو جب حیرت انگیز طور پر اپنے اپنے خواص

و اطوار میں درست کر دیا گیا ہے۔ تو اس میں شقاق اور عدم شقاق کے اوصاف داخل کر دیئے گئے (فجور کے معنی پھٹنا

یا شقاق ہیں اور تقویٰ اُس کی ضد میں آتا ہے۔ اس لئے اُس کے معنی عدم شقاق کے ہوں گے) تو ان حیرت انگیز

نفسی اعجازات کے بعد رقمِ نفسیاتی چھان بین اور ریسرچ کیوں نہیں کرتے اور اپنے علمی اور عملی تغیر کے لئے ایسے ایٹم

کیوں تلاش نہیں کرتے۔ جن سے تم ربوبیتِ عامہ کا فیض حاصل کر کے فلاح پا جاؤ اور اگر تم نے اپنے مخالفتِ نفسوں کو

موافقِ حال نفسوں میں بدلنے کی کوشش نہ کی تو یقین کر لو کہ تم دنیا و آخرت کے نعمات سے بے نیل مرام جاؤ گے۔

اور جو ہروں کے حیرت انگیز اثرات کو خاک میں ملا کر چل بسو گے۔

ان محالکات کے بعد کچھ اور آگے بڑھیے۔ انسان ایک تخلیقِ خداوندی ہے۔ اُس میں ارتقاء کی صورتیں بھی موجود

ہیں۔ لیکن کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ انسانی وجود میں یہ اعجاز کیوں کر ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ ایک بیج کو اگلنے سے وہی

کچھ ظہور میں آتا ہے جو اُس کی مختصر سی کائنات کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اور انجام کار اُس کی ارتقا وہی کچھ پیش کر دیتی ہے

جس سے اُس نے نشوونما حاصل کی تھی۔ یعنی پھر وہی بیج سامنے آجاتا ہے۔ جو اُس کا باعثِ اول تھا۔ بعینہ یہی حالت

انسان کے ساتھ بھی گذر رہی ہے۔ اس کی ابتدا ایک ایٹم سے ہوئی۔ ایٹم نے ارتقائی منزلیں طے کیں اور انسانی شکل و صورت

میں ارتقا کرتے کرتے اپنی ہی نوع کی تخلیق کا باعث بنا رہا۔ اور خود فنا ہو کر پھر ایٹم کی صورت میں تبدیل ہوتا چلا آ رہا ہے

تو سمجھنا چاہیے کہ ایٹم ایک ایسی عظیم تخلیق ہے جس میں حیرت انگیز اعجاز۔ و لفریب مناظر اور عظیم النظریات کے دفتر محفوظ ہیں

خدا اس کی حکمت بالغہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كُنُفً وَّاحِدَةً ۚ

یعنی اے انسان تیری تخلیق اور تیری ارتقاء بالکل اور بعینہ ایک ایٹم کی تخلیق اور اس کی ارتقاء کی مانند ہے۔

لفظ سالمة سے کیا مراد ہے؟

منرب کی حکمتی اصطلاح کے مطابق سالے کے معنی حسب ذیل کئے گئے ہیں :-
 وہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ جو کئی ایٹموں کا مجموعہ ہو اور کائنات میں کھلے طور پر رہ سکتا ہو۔ خواہ اُس میں ایک ہی عنصر کے ذرات ہوں یا بہت سے عناصر کے ایٹموں کا مجموعہ ہو۔

ظاہر ہے کہ انسانی جسم میں کہیں گوشت پوست ہے تو کہیں ہڈیوں کا مضبوط پنجر اور کہیں شریانوں میں خون گردش میں ہے۔ تو کہیں کھوپڑی میں مغز کی حیرت انگیز چیزِ حفاظت سے رکھی ہے۔ اس لئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ جسم فی الحقیقت کئی عناصر کا مجموعہ ہے اور اس میں بے شمار عناصر کے ایٹم کار فرما ہیں۔ کہیں لوہے کا پتہ چلتا ہے تو کہیں سونے اور چاندی کے خواص ملتے ہیں۔ بالغرض کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ اس چھوٹی سی کائنات میں بھی ایک بڑی اور ازلی کائنات کا ہر ہر نقشہ موجود ہے۔ اس سالے کی حالت میں انسان تمام اعمال سرانجام دینے پر اس لئے قادر ہے کہ اس کے ذرات عنصری و ایٹمی ایک ترتیب سے جڑے ہیں۔ اور ایک حیرت انگیز چلتے پھرتے وجود میں ہیں۔ اگر ان عناصر اور ان کے ایٹموں کو جدا جدا کر دیا جائے۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان ان منتشر ذرات میں پہنچ کر نہ تو کوئی عمل کر سکے گا اور نہ سجدہ ہی کر سکے گا۔ اگر سجدہ ہو گا تو ایٹموں کا انسانی جسم کا سجدہ ہرگز نہ کہلایا جائے گا۔ اُنہی لئے نکتے کو حسب ذیل آیت سے واضح فرمایا ہے۔

۶۸ : ۴۳ - يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَجِيبُونَ ﴿۶۸﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهُقُهُمْ ذُلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿۶۹﴾

جب نفوس انسانی کو اصل جسم سے جدا کر کے ادھر ادھر ہٹا دیا جائے گا۔ (ساق یعنی اصل جسم) اور وہ (یعنی نفوس) سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے (تو انسانی جسم کے طور طریقے پر) سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اُن کی نگاہیں فرمانبرواری کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی (اور جب یہی ذرات انسانی جسم میں جڑ کر ایک انسانی شکل و صورت پیش کرتے تھے اور حیرت انگیز سالموں کی صورت میں موجود تھے) تو وہ سجدے کے لئے مجبور کئے جلتے تھے۔ (تو انسانی سجدہ ادا کرنے پر قادر تھے)

متقدمین نے ان آیات کی تفسیروں میں ساق کے معنی پنڈلی کئے ہیں۔ اور آیت کے معنی یہ کئے ہیں کہ جب پنڈلی سے کپڑا ہٹا لیا جائے گا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو نفس کی آئندہ زندگی کے لئے کپڑے کا وجود اور محض پنڈلی سے کپڑا اٹھانے جانے کا مطلب شعور سے باہر ہے۔ نیز خدا کو اس طرح ننگا کرنے میں کیا غرض درپیش ہے۔ بالغرض اگر جسم انسانی کو اس طرح ننگا کر بھی دیا جائے تو سجدہ پھر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن آیات کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ آنے والی زندگی میں اُس کا بدن اس انداز میں ہو گا۔ کہ وہ موجودہ انسانی حالت کی طرح سجدہ نہ کر سکے گا۔ گویا اس دنیا میں انسان کا سالموں کی بندش میں

ہونا ہی سجدہ خدا کا باعث بن رہا ہے۔ ذلت کے معنی فرمانبرداری اور عاجزی کے بھی ہیں۔ اس لئے مندرجہ بالا معانی بہت حد تک مربوط نظر آتے ہیں۔

الغرض : ان مابقی تشریحات سے کچھ ایسا ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی سمیع و بصر اور قلب و ذہن کی قدرتوں میں تین قسم کے اعجاز موجود ہیں۔ ایک اعجاز حالت بیداری میں ایک اعجاز حالت خواب میں اور ایک عظیم اعجاز حالت بیداری اور حالت خواب کے بین بین اپنی تجلیات جدا جدا پیش کرتا ہے؛ نیز یہ ایٹم بھی ایسے اعجاز رکھتے ہیں جن سے توانائی کئی قسموں سے اعجاز دکھائی ہے کبھی محض روشنی کبھی حرارت کبھی خود کار وجود میں حرکت کا باعث بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ نفس یا جوہری ذرات ہی کسی جدید تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ اور سالموں میں مجتمع ہو کر ایک شکل و صورت میں ڈھل جاتے ہیں۔ انہی نفسوں میں خیر و شر کے برقریر بھی موجود ہیں جن سے کوئی نوع خیر و شر سے ہٹنا رہتی ہے۔

ہم قرآن پر یقین رکھنے کے باوجود ان خدائی حکمتوں پر غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟

اگر فی الحقیقت خدائی آیات کے معنی یہی ہیں جنہیں ہم نے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان موجودہ دور میں خدا کی ان حکمتوں پر کیوں غور و فکر نہیں کرتے۔ نیز انہیں علمی لحاظ سے کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اگر فی الحقیقت خدا کے تمام حکمتی اعجاز علمی انکشافات ہیں تو پھر ہم علم کیوں حاصل نہ کریں۔ ہماری نگاہ میں ان سوالات کا جواب صرف ایک ہی جگہ تک محدود ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم انسانیت کے جانے میں آ کر جہالت اور حیوانیت کی زندگی قبول کر چکے ہیں اور خدا نے اس بند کی بنا پر ہمارے لئے علم کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

۱) **فَاَشْبٰہُہُمْ فَہُمْ لَا یُبصِرُوْنَ**۔ یعنی ان کے قلب و ذہن پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ کہ وہ کسی علمی حاکم کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔

۲) ۱۸ : ۱۱۔ وہ باوجود کان اور آنکھیں رکھنے کے نہ سُن سکتے ہیں۔ اور نہ علمی حقائق کو دیکھ ہی سکتے ہیں۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور فطرتی اسباق اور نصیحتوں سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ (ذکر)

۳) ۷ : ۱۷۹۔ اور ہم نے بہت سے جن اور انس محض اس لئے دوزخ کے لئے وقف کر دیئے ہیں کہ ان کے دل میں لیکن ان سے کوئی علمی حاکم سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں۔ لیکن ان سے کائنات کی حکمتوں کو دیکھتے نہیں۔ ان کے کان بھی ہیں لیکن ان سے خدا کی کسی حکمت آموز بات کو سنتے نہیں۔ پس وہ چار پائیوں کی طرح ہیں۔ بلکہ علمی لحاظ سے ان سے بھی گئے گزرے۔

۴) ۱۷ : ۲۶۔ جو جان بوجھ کر قرآن کی حکمت موز آواز کو سننے اور اس کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہم بھی ان کے قلب و ذہن پر حجاب و حجاب ڈال دیتے ہیں نیز ان کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں۔

۱۵، ۱۴:۵ - نصاریٰ سے بھی کائنات کی سلامتی کا عہد لیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے بھی یہود کی طرح اُس نصیحت کا ایک حصہ (جو کائنات کی سلامتی کے لئے مخصوص تھا) فراموش کر دیا۔ جس کی وجہ سے اُن میں قیامت کے دن تک (اُن کی تخریبی دہڑکی وجہ سے) دشمنی اور کینہ پیدا کر دیا گیا۔

۱۶، ۷:۲ - جو راہِ راست کی طرف نہیں آتے اگرچہ وہ دل رکھتے ہیں لیکن اُن میں (علمی غور و فکر کی) حیات مرچکی ہیں۔ اور سماعت رکھتے ہیں لیکن اُن کی حقیقی (اور علمی) سماعت پر مہر لگ چکی ہے۔ اور آنکھیں بھی رکھتے ہیں لیکن اُن پر (جہالت کا) پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

ان حالات کے تحت اور مسلمانوں کی موجودہ روش کے مطابق ہم یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ مسلمان بے علمی اور بے شعوری سے نہ تو حکمت کا کوئی معمولی معجزہ دکھا سکتے ہیں اور نہ آگے چل کر تسخیر کائنات کے مدعی بن سکتے ہیں۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ جنہیں ہم اپنے زعمِ باطل سے لاشعور مخلوق تصور کرتے ہیں۔ وہ تو خدا کے احکام کی تعیل میں سر مُو فرق نہیں آنے دیتی اور پیہم اپنے مقررہ اعمال میں لگی ہے۔ لیکن انسان اور پھر انسانوں میں سے خاص کر اس دور کے مسلمان تخریب اور انتشار کے مسائل کے سوا کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ اگر کوئی کسی علمی بات کا انکشاف کرے تو اُس کے لئے محض فتویٰ کفر اور مادہ پرستی کا الزام سامنے آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

۲۱:۲ - وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ○

اور وہی تو علمِ الحاکمینِ خدا ہے جس نے رات اور دن، شمس اور قمر پیدا کر دیئے اور وہ تمام کے تمام اُس کے اٹل قانون کی تعیل میں اپنے اپنے دائرہ آسمانی میں مسلسل اور پیہم گردش کر رہے ہیں۔ غرضیکہ آفتاب ہے جو اپنے نقطہ استقرار پر برابر گھوم رہا ہے۔ (وَإِلَّا لَشُمُوسٌ تَجْرِي رِيَسْتَقَرًّا تَهْتَا) اسی قاہر القوی اور غالب العلمِ خدا کا باندھا ہوا اندازہ اُس عظیم الشان شعاع نور کے حق میں یہی ہے جس سے ادھر ادھر چلنے کی اُس بچارے میں طاقت نہیں۔ پھر اسی صنایعِ عظیم نے ہی چاند کی حرکت میں منزلیں مقرر کر دیں تو وہ بھی اپنے مخصوص اور مقرر کردہ انداز سے رواں ہے۔ اور اُس کا روشن حصہ گھٹنے گھٹتے ایسا ٹہرہ اور کمزور رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پُرانی اور سوکھی ہوئی ٹہنی۔ نہ سورج میں یہ طاقت ہے کہ اپنے سے کمزور چاند کو لپک کر بکڑے اور نہ رات سے ہی بن پڑتا ہے کہ دن سے پہل کرے (کیونکہ یہ سب کے سب ایک اٹل قانون کے تحت مقناطیسی قدرتِ المیزان سے جکڑے ہوئے ہیں) اور یہ سب اجسام (جو بظاہر بے شعور اور بے علم نظر آتے ہیں۔ لیکن ایک قانون کی تعیل میں) اپنے اپنے دائرہ آسمانی میں پڑے تیر رہے ہیں۔

غور فرمائیے کہ یہ کُل میں آنے والی کائنات تو خدا کے قانون اور اُس کے علمِ فطرت کا قرار کرتے ہوئے اپنے اعمال میں پیہم لگی ہے۔ لیکن شعور و عقل کا مدعی آدم زاد کان آنکھ اور قلب و ذہن کی نعمتوں کے باوجود خدا کے علم اور اُس کی فطرت و حکمت کے قانون پر چلنا گوارا نہیں کرتا۔ اور اپنی کم علمی کی وجہ سے بغاوت اور تخریب کا شکار ہو رہا ہے۔ نیز خدا کے اس مملکے

کو ذرہ بھر نہیں دیکھا مگر چہ وہ خود بھی اسی کائنات میں تیر رہا ہے۔

۱۸:۲ - اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلٰی الْاَرْضِ مِنْ زَيْنَةٍ لِّهَا لِنَبْلُوْهُمۡ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

بیشک جو کچھ اس زمین پر (عناصر اور ان کے ایٹموں کے حیرت انگیز اعجاز سے) ہے سب اسی کی زینت اور خوشحالی کے لئے ہے اس میں غرض تو یہ تھی کہ ہم انسانوں کو آزمائش سے دیکھ لیں کہ آیا وہ عناصر اور ان کے ایٹموں سے سلامتی اور امن کی تلاش کے لئے اپنی دھرتی کے لئے کوئی زینت کا مقام پیدا کرتے ہیں یا تخریب کائنات کے چکر میں پڑ کر نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی دھرتی کی تباہی کے اسباب پیدا کرتے ہیں۔

۱۲: ۱۳-۱۳ - مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔

اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کے عظیم و بزرگ اور صاحبِ سعوت و وقار کی آکس نہیں رکھتے اور اس کے قانونِ فطرت پر عمل کر بہتر سے بہتر تمہیں کی آرزو نہیں رکھتے۔ حالانکہ وہی رب بے مثال اور منعم حقیقی ہے جس نے تم کو کئی مرحلوں اور تخلیق کے کئی طریقوں سے گزار کر پیدا کر دکھایا۔ نیز تمام مخلوق سے بہترین خلق بنا کر اور ایک جبلت سے دوسری اعلیٰ جبلت میں بدل کر تمہیں اشرف المخلوق ہونے کا شرف بخشا۔

۲: ۶۷ - الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِيَبْلُوْكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔

لوگو! وہ مالک الملک اور صاحب اختیار خدا ہے جن نے موت کو پہلے اور حیات کو بعد میں پیدا کر کے محض اجتماعی موت و حیات کے قانون کو (تمہاری ارتقاء کے لئے) نافذ کر رکھا ہے۔ تاکہ اس بات کی آزمائش کرے کہ تم میں سے کون کون حکمت کے تحریکات و مشاہدات کے مطابق عناصر اور ان کے جوہروں پر اپنے بہترین اعمال پیش کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ شایع کائنات پر از بردست اور بڑا شدید العقاب ہونے کے ساتھ ساتھ تو بہ گزار قوم کے اجتماعی عیوب پر بڑا پردہ پوش واقعہ ہوا ہے۔

۴: ۷ - وَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ وَ اَنْۢ بَیۡنَ السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ اِلَّا عِنۡدَنَا حِسَابٌۭ لِّهَا ۗ وَ مَا نَحۡسَبُہَا اِلَّا حِسَابًا یَّسِّرًا ۗ وَ لَیۡسَ لَہَا حِسَابٌۭ اِلَّا الَّذِیۡ نَحۡسَبُہَا ۗ وَ لَیۡسَ لَہَا حِسَابٌۭ اِلَّا الَّذِیۡ نَحۡسَبُہَا ۗ

اور زمین پر کوئی دباؤ ڈالنے والا جانور یا کوئی اور طاقت از ملائکہ اور نہ کوئی پرندہ جو درود پروں سے اڑتا ہے قطعاً بے حقیقت وجود نہیں بلکہ یہ تمام انواع و اجناس تمہاری ہی طرح کی اقدیں ہیں (جو کشمکش حیات اور جہد للبقاء کے مفصلوں میں لگی ہیں جیسے تم) ان امتوں کے بواسطہ عروج و زوال کے مطالعے سے تم اپنے لئے لائحہ عمل بخوبی وضع کر سکتے ہو۔ اور اگر تم غور سے اس کو طبع کی تہ تک پہنچ سکے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ ہم نے اس قرآن میں (تمہیں قانونِ فطرت سے باخبر رکھنے کیلئے) کوئی چھوٹی موٹی شے ایسی نہیں چھوڑی (جس سے تمہیں بروقت آگاہ کرنا ضروری سمجھا گیا ہو) پھر تم اپنے پروردگار کے حضور میں (اپنے اعمال کی جواب دہی اور جزا و سزا کے لئے) جمع کئے جاؤ گے۔ یاد رکھو کہ جن لوگوں نے ہمارے صحیفہ فطرت سے اغماح ہوئی آیتوں کو (یا ان کے اشارات کو جو ہم نے کتابِ وحی میں تمہاری بہتری کے لئے واضح کر دیئے ہیں) جھوٹ سمجھا (یا انہیں بلا مقصد سمجھ کر ان سے لاپرواہی اختیار کی) تو وہ گنہگار اور بہرے ہیں۔ جو اندھیروں میں پڑے (بیشک رہے ہیں) لہذا خدا جس

کو مناسب سمجھتا ہے۔ (اُس کے گناہوں کے صیح اذاتے سے، گمراہ کر دیتا ہے۔ اور جس میں (علم و شعور کی تجلیات دیکھتا ہے اُسے) صراطِ مستقیم پر لے جاتا ہے۔

۱۸۷۲۲۔ اَلْوَسْرَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقًّا عَلَيْهِمُ الْعَذَابُ
وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝

ترجمہ۔ اے مخاطب کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُس خدائے واحد کے قوانین حیات کے آگے تسلیم خم کر کے فی الحقیقت اللہ کو ماننے پر مجبور ہے اور یہ آگ اگلنے والے اور سکون بخشنے والے کرتے اور ستارے یہ پہاڑ اور درخت یہ حیوان چر پائے اور کثیر تعداد میں انسان اور بہت سے ایسے بھی جو اپنی نافرمانیوں کے باعث عذابِ خدا کے مستوجب قرار پا چکے ہیں۔ سب کے سب اُس کے رُوبرو سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔ تو جس کو عدم تحقیق حق کی وجہ سے خدا ذلیل کرنا چاہے تو اُسے عزت بخشنے والا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ خدا تو کسی کے بُرے یا اچھے اعمال کو دیکھ کر ہی جو مناسب چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

الغرض یہ ذکرِ خدا تو کل علی اللہ اور رضائے الہی کی طلب۔ الجہاد۔ اکل حلال۔ تزکیہ نفس یا ربوبیت عامہ کے قواعد۔ امن و سلامتی یعنی ایمان کے وسائل۔ اعمالِ صالح۔ تفکر و تفقہ نیز یہ تمام تفکر طلب امور۔ یہ نماز اور دعا۔ یہ وحدت کردار وحدت اُمت اور وحدت فکر یعنی ہر معاملے میں کیسوی۔ یہ ظاہری اور باطنی پاکیزگی اور طہارت۔ یہ فکر انجام کار اور آخرت کی الجھن۔ یہ کائنات میں غور و فکر یہ حکمت و فطرت کی تلاش۔ یہ کائنات کے پائیدار ۹۲ عناصر اور پھر ان سے فزوں تر پائیدار عناصر۔ یہ اُن کے ایٹم یعنی نفس۔ یہ توانائی اور زور۔ یہ موت اور حیات یہ ٹمس و قمر اور المیزان۔ یہ زمین اور آسمان یہ کائناتِ الزاویہ اور انسان یہ خیر اور شر کے تمام محاکمات فی الحقیقت اُسی کتابِ خدا کے غور طلب الفاظ ہیں۔ جو انسان سے لے کر ذاتِ اس تک بار بار آنکھوں کے سامنے آتے اور جاتے ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ ان پر غور و فکر نہیں کرتے اور اپنی روایتوں کو شیعہ سنی۔ وہابی اور غیر وہابی کل اور جزوی۔ مقلد اور غیر مقلد کی بے سود بحثوں نہیں بلکہ یہودیت اور عیسائیت کے مسائل میں الجھ کر آئے دن وقت ضائع کرنے میں مشغول ہیں۔ یاد رکھیے کہ حقیقی موت نیک اعمال اور صالح کردار کے عنفاً ہونے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور شہداء کے لئے حقیقی موت سے ہمکنار ہونا ناممکن ہے۔ امن اور غلبے کی زندگی ہی ایمان ہے۔

(اَنْتُمْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) اور یہ ایمان محض علم اور اُس پر غور و فکر سے پیدا ہونے والی حکمت و فطرت کے نظریات اور اعمالِ صالح پر مبنی ہے۔ جو قوم علم سے دور ہے مغلوب اور ذلیل ہے۔ جو اس سے ہمکنار ہے خیر کی سرچشمہ۔ احسانِ عنایات سے مخلوقِ خدا کو گرویدہ کرنے والی۔ سب پر غالب اور شر اور شیطانی غلبے سے مامون و مصنون ہے وہی عظیم سلطنت اور حکومت کی وارث اور فی الحقیقت خلیفہٴ ارض ہے۔

حرفِ آخر!

ہم نے اپنے کتر علم اور محدود غور و فکر کے مطابق کتابِ خدا کی چند آیات کی جو تشریحات صفحاتِ مابقی میں پیش کی ہیں نہ تو حتمی طور پر کامل درست اور نہ حرفِ آخر تصور ہو سکتی ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی فکر و احد سے یہ ممکن ہی نہیں کہ اسے اپنی مختصر سی حیات میں تمام علوم کائنات پر کامل دستگاہ حاصل ہو جائے ارضیاتی خلائی اور ملکی علوم کی وسعتیں اس قدر بکیراں ہیں کہ فردِ واحد اپنی تحقیقات اور تحقیق در تحقیق (جسے انگریزی زبان میں ریسرچ کہا گیا ہے) سے ان کی بعض مبادیات سے بھی کما حقہ واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔ علمِ کل کا واقف محض خدا ہے۔ اُس کے بالمقابل انسان کی فکرِ واحد کوئی حقیقت نہیں رکھتی قرآنِ عظیم و حکیم چونکہ خدا کا کلام ہے۔ اس لئے اس پر کما حقہ علمی اور پاک فردِ واحد یا فکرِ واحد سے اس لئے بالاتر ہے کہ اُس کا علم محیطِ کل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے تمام علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ ہاں اُمت کا اجتماعی شعور اسے کما حقہ سمجھنے کے لئے مدد و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم اس امر کا اظہار کرنے میں حقی بجانب ہیں کہ ہماری تشریحات حتمی اور یقینی قطعاً نہیں۔ ہاں جہاں تک شعور اور غور و فکر نے ساتھ دیا ہے۔ ہم اپنی تحقیقات کے مطابق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے قرآنی آیات کو سمجھنے کی اتہانی کوشش کی ہے۔ نیز آیات کے معانی کو نہ تو جان بوجھ کر توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اور نہ ہماری کوئی ذاتی خواہش کسی مطلب براری کے لئے ایسا کرنے میں دخل ہوئی ہے۔ اگر کہیں غلطی سرزد ہوئی ہے تو ہماری کم علمی یا عدم تحقیقات کے باعث اور قرآن کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ہمارے نزدیک قرآن کی ماہیت اور اُس کے چند صفحات میں لا تعداد علوم کی وسعتیں اس قدر ناپیدا کنار نظر آتی ہیں کہ اُن سے محض محاکات یا مختلف تصویروں کو شمار میں لانا ہی ایک مشکل ترین امر ہے۔ بہر حال علوم سے کامل دستگاہ ہی قرآنی حقائق کو پوری طرح آشکار کر سکتی ہے۔ کائنات علوم کا ماخذ ہے۔ اور جب تک کائنات میں کامل غور و فکر نہ ہو علوم سے بہتر مندی کیوں کر ممکن ہے۔ جو جو جوں ارتقائے انسانی اپنی تحقیق در تحقیق سے کچھ حصہ پارہی ہے۔ قرآنی مفہوم اور علمی محاکے بھی رفتہ رفتہ نئے نئے انداز میں بدل کر سامنے آ رہے ہیں اور حقائق پر حقائق آشکار ہو رہے ہیں۔ ہمارے نظریات کے مطابق کائنات کی علمی تحقیق اور اُس کے بعد قرآنی ریسرچ کی ابتداء اپنے ذاتی وجود یا اپنی ذاتی کائنات سے شروع ہونی چاہیے۔ یہ اس لئے کہ اپنی کائنات کو ہم نہ صرف اپنی نگاہوں سے یا اپنے ایجاد شدہ آلات کے تحت آسانی سے دیکھ سکتے ہیں بلکہ اس کی وسعت محدود ہے جسے آسانی سے طے کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جو طاقتیں اور قدرتیں اس مختصر سی کائنات میں ودیعت شدہ ہیں وہی بڑے پیمانے پر افلاک کی اُس وسیع کائنات میں موجود ہیں۔ لیکن اس کی تصدیق تبھی ممکن ہے کہ پہلے ہم اپنی ذاتی کائنات کی تحقیقات کر کے اُس وسیع تر کائنات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

ہم پر مادہ پرستی کا الزام ناحق تراشنے والے اس حقیقت کو کیونکر نظر انداز کریں گے کہ اُن کا ذاتی وجود بھی محض عناصر کے مادے کی ترتیب سے قائم ہے۔ اور جب خدا کی اس تمام وسیع تر کائنات کی ابتداء محض مادے اور اُس پر ظہورِ قدرت (اکلام) کی مرہونِ منت ہے۔ تو نہ حیاتِ مادے سے ماسوا اور نہ رُوحِ مادے سے ماوراء ثابت ہوتی ہے اس لئے یقین جائے کہ روحانیت بھی اسی مادے کی پیداوار ہے۔ نہیں بلکہ مادے کا پھوڑ، خالص جوہر اور اُس کی انتہائی ارتقاء کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تمام تشریح کے ثبوت میں یوں ارشاد فرماتا ہے:-

۴۹ : ۲۰۔ وَ فِي الْأَنْسَابِ آيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ○
(واحسرتا، کہ یقین و اطمینان رکھنے کے باوجود تم دیکھتے اور غور و فکر نہیں کرتے کہ جو اعجازِ ارضی عناصر میں مستور ہیں وہی

اعجازِ تمہارے نفسوں جوہروں یا ذاتی ایٹموں میں بھی موجود ہیں۔

۴۱ : ۵۲۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ اللَّهَ الْحَقُّ يَأْتُهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○
یاور کھو کہ ہم رفتہ رفتہ اُن کی تدریج ارتقاء کے مطابق اپنے حیرت انگیز اعجازِ نہ صرف آفاق کائنات میں بلکہ دلچسپی سے اعجازِ خود اُن کے اپنے نفسوں، جوہروں یا ایٹموں میں بھی دکھاتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بالآخر قرآن حکیم و عظیم کے تمام علمی دعوے اُن کے سامنے دو اور دو چار کی طرح سچ ثابت ہو جائیں گے۔

اندریں حالات جہاں تک ہمارا شعور کام کرتا ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں کہ جوہر جوہر انسان کی ذاتی کائنات اپنی تاریخ کے لوراق میں اضافہ کرتی جائے گی توں توں عظیم تر فلکی کائنات کے حقائق شعورِ انسانی کے سامنے بے نقاب ہوتے جائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ علمی تجلیات اور حکمت و فطرت کے حیرت انگیز اعجاز بھی آشکار ہوتے جائیں گے۔ نیز اس تحقیق و تحقیق کے عظیم نظریے سے قرآنی حقائق بھی نئی روشنیوں کے ساتھ ابھرتے آئیں گے۔ یہاں تک کہ نوعِ انسانی اُس سچے اور خدائی علم سے کما حقہ ہمکنار ہو کر رہے گی۔ جس کے لئے اُسے پیدا کیا گیا تھا، اور اُسے اس زمین میں خلیفہ اور حکمران بنایا گیا تھا۔

بہر حال ہماری یہ اونٹنے کوشش صرف آخرِ تصور نہ کی جائے۔ بلکہ قرآن حکیم و عظیم میں افہام و تفہیم کی تگ و دو مسلسل اور پیہم جاری رکھ کر صحیفہِ خدا اور صحیفہِ فطرت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔ ہماری یہ اونٹنے کوشش محض اپنی منزلِ حیات یا خدا کے مقرر کردہ صراطِ مستقیم پر چند قدموں کے مصداق ہے۔

سَبَّأْنَا قَبْلَكَ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط

ادقَّ الْعِبَادِ

عزیز احمد عزیز قاضی عینی عنہ



سپاس و شکر!

اگرچہ کتاب حکمت القرآن چار ابواب یا چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ لیکن دورِ حاضرہ میں طباعت و کتابت کی مشکلات اور مالی پیچیدگیوں کے باعث فی الحال کتاب کا باب اول یعنی مجلد اول جوں توں کر کے پیش خدمت ہے۔ میں احسان فراموش تصور کیا جاؤں گا۔ اگر ان احباب اور رفقاء کا سپاس و تشکر ادا نہ کروں جنہوں نے جلد اول کی اشاعت و طباعت میں میری مالی اور علمی امداد فرمائی ہے۔ میں اس ضمن میں اپنے محترم دوست خواجہ نصر اللہ خان صاحب ناصرواں کے برادر عزیز محترم قمر صاحب مالکان انصار آرٹ پریس سرگودھا جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں ہی نہیں بلکہ اس کے کاغذ کی فراہمی میں انتہائی مالی امداد فرمائی۔ نیز الحاج میاں عبدالحمید صاحب چوہان مالک فردوس وری فیکٹری سرگودھا و محترم پرویز صاحب ملک ایڈووکیٹ سرگودھا سکھ چک نمبر ۳۳ شمالی نے بھی انتہائی گرم جوشی سے اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں مالی امداد فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں ان سب کا تادم زیست رہیں احسان رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ معاونت ان کے لئے دنیا و آخرت کی زندگی کے لئے باعثِ صلاح و برکت ہوگی۔

ان حضرات کے علاوہ میں اپنے محترم شیخ الفاضل حضرت اُستاد حافظ نذیر حسین صاحب قبلہ خطیب جامع اُستاد انوالی خوشاب و محترم شیخ الفاضل محمد عمر خان صاحب اُستاد عربی پچالیہ ضلع گجرات نیز محترم رانا غلام رسول صاحب ایم اے عربی و ایم اے اسلامیات و دیگر احباب ذوق و ایڈووکیٹ حضرات سرگودھا جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل کے لئے میسر دی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان کے علاوہ محترم ضیاء اللہ صاحب ثنائی ستارہ خدمت و خان محمد اختر خان صاحب مالکان ثنائی پریس و خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا نے بھی کتاب کی طباعت میں بہت حد تک دستگیری فرمائی میں ان سب کا انتہائی طور پر سپاس گزار ہوں۔

میں کتاب خدا کے کاتب حضرات محترم صنیر احمد خان صاحب شروانی لالیاں، ملک منور احمد صاحب منور مسلم اور عبدالرحمن صاحب ہیڈ کاتب روزنامہ وقت سرگودھا کا بھی ممنون احسان ہوں جنہوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود کتاب کو خوش اسلوبی سے مکمل کرنے میں امداد فرمائی۔ خداوند تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مخلص خاکسار عزیز اللہ عزیز غفرلہ

